رسالہ

معیار البلاغۃ

مصنفہٗ

منشی دیبی پرشاد صاحب سحرؔ بدایونی

ناشر

لالہ رام نراین لعل بکسیلر

الہ آباد

۱۹۳۳ء

فہرست مضامین

معیار البلاغت

باب اوّل

علم معانی

علم معانی وہ ہے جس کے ذریعہ سے کلام کو مقتضائے[1] مقام کے موافق
ادا کرنے میں خطا نہو۔ اور کلام وہ ہے جو دو یا زیادہ کلموں سے مرکب ہو پس اگر
وہ بے اسناد ہے جیسے زید کا غلام یا اچھا آدمی تو کلام ناقص ہے اور اگر بااسناد
ہے یعنی ایسا کہ سکوت متکلم کا اُس پر صحیح ہے تو کلام تام اور وہ دو قسم ہے اوّل
خبر جس کے کہنے والے کو جھوٹا یا سچا کہہ سکیں جیسے زید کھڑا ہے اس میں زید
مسندالیہ کہلاتا ہے کھڑا مسند۔ دوسرے انشا جس کے قائل کو جھوٹا سچا نہ
کہہ سکیں بلکہ وہ طلب یا خواہش پر دلالت کرتا ہو جیسے زید کو مارا۔

---

[1] مقتضائے مقام کے موافق جہاں ایجاز درکار ہو وہاں اطناب یا مساوات نہو جہاں تاکید کی ضرورت نہو وہاں اطلاق ہو جیسے زید آیا جہاں سامع خبر میں شک رکھتا ہو وہاں بیان خبر میں تاکید ہو جیسے بیشک زید آیا۔ بخدا زید آیا۔

فصل اوّل

اسنادِ خبری کا بیان | خبر سے فوائد مفصلۂ ذیل مطلوب ہوتے ہیں :-

اوّل سامع ناواقف کو واقف کرنا۔ شعر (منشی)

وہ بولا کہ گو در رزجنگ آزما — خداوند ہے خیمۂ سُرخ کا

دوم سامع کو جتانا کہ متکلم بھی مثل سامع واقف ہے جیسے کوئی شخص زید کی تعریف کرتا ہو دوسرا کہے کہ ہاں صاحب زید بہت اچھا آدمی ہے۔

سوم دانا کو بمنزلہ نادان قرار دیکر خبر دیجاتی ہے جہاں کہ وہ اپنے علم پر عامل نہو اور غرض اُس سے ترغیب و تحریض سامع ہوتی ہے جیسے کسی ظالم سے کہیں کہ ظلم کرنا گناہ ہے۔ شعر (لاأعلم)

آنکھیں خدا نے دیکھنے کو دی ہیں میری جاں ؛ دیکھا کسی نے تیری طرف کو تو کیا ہوا

اگرچہ مضمون مصرعۂ اوّل سے تمام خلق واقف ہے مگر چونکہ مخاطب دیکھنے کا مانع ہے لہذا اُس کو ناواقف فرض کرکے مطلع کیا گیا چہارم لذت مکالمہ کے واسطے مثلاً شبِ وصل کے لطف کو کسی محرم راز سے بار بار مفصل بیان کرنا پنجم اظہار تمکنت مصنف قصہ شاہ روم شعر

ہزاروں ہیں مرے محکوم و نوکر — کہ جن کا خوف ماتے ہفت کشور

ششم تفجع یعنی شیون اور بین۔ شعر (مومن)

حیف اپنی تلخکامی و شوریدہ طالعی — جس سے کہ زندگی کا مزہ تھا نہیں رہا

ہفتم تحسر فراق شعر

حسرت ذرا بھی دل سے نہ نکلی ہزار حیف　　نکلا اُدھر وہ گھر سے ادھر جی نکل گیا

ہشتم اظہار عجز و ضعف۔ شعر (منشی)

میں اُفتادہ یارب سر خاک ہوں　　ستم دیدۂ جور افلاک ہوں

نہم مناجات وطلب حاجات جیسے اے خدا تو نے سب کچھ دیا مگر ہٹیا نہ دیا۔ خدا کو خبر دینا مراد نہیں بلکہ التجا ہے کہ عنایت کر۔ شعر (مومن)

نہ دیا رحم ٹک بتوں کے تئیں　　کیا کیا ہائے یہ خدا صاحب

سوائے اس کے اور بہت سے فوائد اخبار کے ہیں جو غوض و تامل سے دریافت ہو سکتے ہیں۔ اب واضح ہو کہ مخاطب اگر خالی الذہن اور بے تردد ہو تو موکدات کی کچھ حاجت نہیں ہوتی ورنہ بقدر شک و تردد مخاطب کے موکدات کی حاجت پڑتی ہے اور الفاظ تاکید کے بہت ہیں جیسے جلدی اور اصلا اور ہرگز اور بیشک اور الفاظ مرادف قسم۔ شعر (یاس)

ہوں وہ ثابت رہِ الفت میں کہ جوں نقش قدم
جب تلک مٹ نہیں لیتا نہیں اصلا ہلتا

رنگین شعر

یہ میرا جی ہی جانے ہے ترے لکنت کے عالم کو
خدا شاہد ہے کچھ تقریر مجھ سے ہو نہیں سکتی

فائدہ۔ اسناد خواہ خبری ہو خواہ انشائی دو قسم ہے حقیقی عقلی و مجاز عقلی۔ حقیقی عقلی وہ ہے کہ کسی امر کو اپنے عندیہ اور اعتقاد کے بموجب دوسرے امر کی طرف منسوب کرنا جیسے کسی موحد کا قول کہ خدا نے زمین و آسمان

کو پیدا کیا اور جیسے کسی دہریے کا قول کہ مینہ نے نباتات کو اُگایا اگر چہ فی الواقع خدا مینہ کے ذریعہ سے اُگاتا ہے مگر دہریے کے اعتقاد میں مینہ ہی اُگانے والا ہے اور جیسے زید آگیا خواہ واقع میں آیا ہو یا خواہ نہ آیا ہو مگر قائل کو آنا ہی معلوم ہو دوسرے مجاز عقلی یعنی کسی امر کو کسی تاویل سے اُس کے ملابس کی طرف اسناد کرنا مگر اعتقاد متکلم ایسا نہو مثلاً نہر جاری ہے ۔ قارورے میں حرارت ہے ۔ بادشاہ نے قلعہ بنایا ۔ چراغ جلتا ہے ۔ ہانڈی پک رہی ہے ۔ آگ نے فلاں گھر جلا دیا عشق نے مجھے مار ڈالا ۔ حالانکہ قائل جانتا ہے کہ پانی جاری ہے ۔ بولِ مریض میں حرارت ہے ۔ معماروں نے بحکم بادشاہ قلعہ بنایا ۔ بتی اور تیل جلتا ہے ۔ ہانڈی کے اندر کی چیز پک رہی ہے ۔ خدا نے آگ کے ذریعہ سے گھر جلا دیا اور عشق کے ذریعہ سے مجھے مار ڈالا اِن میں تاویل ظرف و مظروف یا عام و خاص یا کل و جزیا سبب و مُسبب کی ہے ۔ مجاز عقلی خبر کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ انشا میں بھی ہوتا ہے ۔

شعر (ذوق)

نام منظور ہے توفیق کے اسباب بنا ۔۔۔ پُل بنا چاہ بنا مسجد و تالاب بنا

مراد یہ کہ بذریعہ معماروں کے بنوا ۔

فصل دوم

مسند الیہ کے بیان میں مسند الیہ کبھی حذف بھی ہو جاتا ہے مگر کوئی قرینہ حذف کا ضرور ہوتا ہے مثلاً سوال (کیسا مزاج ہے) کے جواب میں اچھا ہے ۔

کبھی بغرض اظہار عظمت مسند الیہ کہ متکلم اُسکا ذکر اپنی زبان سے بے ادبی سمجھتا ہے۔ شعر (غالب)

اے ترا لطف زندگی افزا   اے ترا عہد فرخی فرجام

یعنی اے ممدوح یا نظر حقارت مسند الیہ۔ شعر (ذوق)

مہ میں کہاں جو تاب رخِ سیمتن میں ہے   جالا سا عنکبوت کا چرخِ کہن میں ہے

یعنی ماہ جالا سا ہے۔ یا اس غرض سے کہ درصورت ضرورت اُس سے منکر ہو جائے جیسے بڑا خراب آدمی ہے۔ حالانکہ ذکر زید کا ہوا اور حذف نام اس لئے ہے کہ وقت ضرورت کہہ سکے کہ میں زید کو نہیں کہتا۔ یا متکلم کو اُسکے تعین کا دعویٰ ہو۔ شعر (لطف)

ایک دن حال دلِ زار نہ دیکھا نہ سُنا   سچ تو یہ تجھ سا بھی دلدار نہ دیکھا نہ سُنا

فاعل ہر فعل کا محذوف ہے۔ شعر (دبیر)

اِتنی گذری جو ترے ہجر میں سو اُسکے سبب   صبر مرحوم عجب مونسِ تنہائی تھا

یعنی عمر گذری یا بسبب تنگی وقت کے مقام تحذیر میں جیسے کاٹا کاٹا۔ یعنی سانپ نے کاٹا بچو۔ یا یہ کہ بعد حذف مسند الیہ کو اس طرح ذکر کریں کہ اسکا مسند الیہ ہونا ثابت ہو جائے۔ شعر (قایم)

کسی بلا میں پھنسے قید ہو کے جان سے جائے   پر آدمی کو خدا تجھ پہ مبتلا نہ کرے

مصرعۂ اوّل میں مسند الیہ آدمی ہے جو مصرعہ دوم میں مذکور ہے یا اُسکا ذکر مکروہ ہو۔ شعر (نسیم)

حوض اُسکی ہوئی یہ دیکھتے ہی   فوّارہ تو گم خزانہ باقی

یعنی مسند [illegible] ہو تو کبھی مسند الیہ کو حذف کر کے صرف مفعول کو لکھتے ہیں
اور فعل مجہول لاتے ہیں جیسے زید تنگ ہوگیا۔ مارنے والے کا ذکر کچھ
ضرور نہ تھا مقصود سامع و متکلم کا زید کی حالت سے تھا فعل مجہول لانے کا
فائدہ کبھی یہ ہوتا ہے کہ فاعل عالیشان اور مفعول کم حیثیت ہو تو فاعل کے
ذکر میں اُسکی خفت ہے جیسے فلاں سپاہی کو انعام ملا حالانکہ معلوم ہے کہ
بادشاہ نے دیا کبھی فاعل کم قدر ہوتا ہے اور مفعول عالی شان اور ذکر میں
اُس کے خفت جیسے بادشاہ قتل کیا گیا حالانکہ معلوم ہے کہ ایک سپاہی نے قتل کیا۔

ذکرِ مسند الیہ | ذکر مسند الیہ کا سبب یہ ہوتا ہے کہ وہ اصل ہے یا قرینے پر
اعتماد کلّی نہیں احتیاطاً ذکر کرتے ہیں۔ یا سامع غبی ہو قرینہ فہم نہو یا واسطے
توضیح مطلب کے۔ شعر (میر)

محبت ہی اس کارخانے میں ہے — محبت سے سب کچھ زمانے میں ہے
محبت سے کس کو ہوا ہے فراغ — محبت نے کیا کیا دکھلائے ہیں باغ

یا واسطے اظہار تعظیم کے جہاں اسم مسند الیہ لفظ تعظیم ہے جیسے جہاں پناہ تشریف
لائے۔ یا واسطے تبرک کے پیر و مرشد برحق رونق افروز ہوئے یا واسطے ترحم
کے۔ شعر (ذوق)

قاصد جو واں سے آیا تو شرمندہ میں ہوا — بیچارہ سینہ چاک گریباں دریدہ تھا

یا واسطے اظہار اہانت کے قطعہ (جرأت)

کل محرم راز اپنے سے کہتا تھا وہ یہ بات — جرأت کے جو گھر رات کو مہمان گئے ہم
کیا جانیے کمبخت نے کیا ہم پہ کیا سحر — جو بات نہ تھی ماننے کی مان گئے ہم

باواسطے استلذاذ طبع کے۔ شعر (راغب)

رشکِ چمن جو اُٹھ گیا آج ہمارے پاس سے
اپنے برنگِ گُل یہاں اُڑ گئے کچھ حواس سے

رشک چمن بغرض استلذاذ لایا یا واسطے شرح و بسط کلام کے جہاں متکلم کو سامع سے بسبب اُس کی عظمت یا محبت کے بہت دیر گفتگو کرنا منظور ہو یا تحویل و تخویف جیسے شہنشاہ فرماتے ہیں۔ شعر (نسیم)

بولا لشکر کا اک سپاہی — جاتی ہے ارم کو فوج شاہی

یا تعجب۔ جیسے لڑکا شیر کا مقابلہ کرتا ہے۔

ضمیر | مسند الیہ کو مضمر لاتے ہیں موقع تکلم و خطاب و غیبت میں جیسے میں آیا۔ تو آیا۔ وہ آیا۔ کبھی غیر معین کو بھی مخاطب بنا لیتے ہیں۔ شعر (ناجی)

کر سلیماں کا تخت دیں مت لے — کہ سب آخر کو جائے گا برباد

عَلَم | مخاطب شخص معین نہیں بلکہ عام سامعین مسند الیہ عَلَم ہوتا ہے جہاں ذکر اُسکا بنام خاص منظور ہو۔ شعر (ظفر)

ہزاروں میں وہ مہ لقا ایک ہے — قسم ہے خدا کی خدا ایک ہے

یا جہاں تعظیم یا اہانت مقصود ہو اور عَلَم سے یہ مطلب نکلتا ہو۔ شعر (لااعلم)

رستم رہا زمیں پہ نہ سام رہ گیا — مردوں کا آسماں کے تلے نام رہ گیا

یعنی ایسے ایسے مرد جیسے رستم و سام۔ شعر (لطیف)

چہ خوش اب قیس بھی ہمسر مرا سودا میں بنتا ہے
نہ کہئے اس کو گر خبطی تو پھر کہئے کہ کیا کہئے

یا اشلذاذ طبع۔ شعر (میر حسن)

مرے نوجواں میں کدھر جاؤں پھیر　　نظر تو نے مجھ پر نہ کی بے نظیر

نام بے نظیر کا لذت طبع کے واسطے مذکور ہوا[1] یا رحم دلانے کے لئے۔ شعر

نہ ملا پر ترے ناقے کا پتا اولیلیٰ　　چھان ڈالے ترے مجنوں نے بیاباں کتنے

ترے مجنوں رحم دلانے کے لئے مذکور رہوا۔ کبھی تفاول کے لئے۔ جیسے جواں بخت

اس شعر میں۔ شعر (ذوق)

اے جواں بخت مبارک ترے سر پہ سہرا　　آج ہے یمن وسعادت کا ترے سر سہرا

کبھی واسطے تبرک کے۔ شعر (نسیم)

بولا وہ خدا خدا کرو واہ　　ہے جملہ جہاں کا مالک اللہ

کبھی واسطے کنایہ ایسے معنی کے جو علم سے نکلتے ہوں۔ جیسے شیر افگن خاں

آئے جبکہ کنایہ اُس کے شجاع ہونے سے ہو۔ شعر (غالب)

دیا ہے خلق کو بھی تا اُسے نظر نہ لگے　　بنا ہے عیش تجمل حسین خاں کے لئے

کبھی اظہار تعظیم نظیر کے لئے آتا ہے۔ شعر (مومن)

تری غلامی کی دولت سے خاکپائے ہلال　　سفیدۂ رخ فغفور چین وقیصر روم

فغفور وقیصر اس لئے مذکور ہوئے جس سے خاکِ پائے ہلال کی عظمت ظاہر

ہو۔ کبھی حیران وتشویش کر دینا سامع کا منظور ہوتا ہے۔ شعر (منشی)

کہ سہراب کا کام آخر ہوا　　نشاں مٹ گیا نام آخر ہوا

اگر کہتا کہ تیرے بیٹے کا کام تمام ہوا۔ تو سامع کو تشویش نہ ہوتی جو سہراب کے

---

[1] ورنہ مطلب بغیر اُس کے پورا ہو سکتا تھا۔

نام سے ہوئی۔

لقب و کنیت کبھی مسند الیہ لقب و کنیت کے ساتھ آتا ہے یہ بھی کبھی تحقیر کے لئے ہوتا ہے۔ **شعر**

کرتا ہے بوالفضول جبث لاف عاشقی ۔۔۔ یہ عاشقی ہے بازیٔ طفلاں نہیں کوئی

شعر (بقا)

دست ناصح جو مری جیب کو اکبار لگا ۔۔۔ پھاڑوں ایسا کہ پھر اسمیں نہ رہے تار لگا

بوالفضول کنیت ناصح لقب ہے۔

اسم اشارہ مسند الیہ کو معروف باسم اشارہ لاتے ہیں جہاں اسکی تمیز کامل منظور ہو۔ **شعر** (رنگین)

یہ مزاجی ای جانے سبب ترے لکنت کے عالم کو
خدا شاہد ہے کچھ تقریر مجھ سے ہو نہیں سکتی

شعر (لا اعلم)

میں وہ نہیں کہ کروں سیر بوستاں تنہا ۔۔۔ بہشت ہو تو نہ منہ کیجے باغباں تنہا

یا واسطے بیان قرب و بعد مسند الیہ کے۔ **شعر** (لا اعلم)

یار سے ہے لطف مے کا آہ یہ ہو وہ نہو ۔۔۔ یہ کوئی محفل ہے ساقی واہ یہ ہو وہ نہو

یہ۔ قریب کے لئے وہ۔ بعید کے لئے لفظ اشارہ ہے۔ اشارہ قریب کبھی واسطے تعظیم مسند الیہ کے آتا ہے۔ **شعر** (ناسخ)

یہ آدمی ہے کہ برسوں جمال رہتا ہے ۔۔۔ وگرنہ ماہ کو اک شب کمال رہتا ہے

شعر (امانت)

کیا کیا انداز لگاوٹ کے ہیں اس عشق کو یاد ۔۔۔ کردیا کتنوں کو الفت کی ہوائیں برباد

کبھی واسطے تحقیر مسند الیہ کے۔ شعر (مومن)

اِن نصیبوں پر کیا اختر شناس — آسماں بھی ہے ستم ایجاد کیا

اشارہ بعید بھی بغرض تعظیم آتا ہے۔ شعر (جرأت)

در تک اب چھوڑ دیا گھر سے نکل کر آنا — یا وہ راتوں کو سدا بھیس بدل کر آنا

شعر (غالب)

مر گیا پھوڑ کے سر غالبِ وحشی ہے ہے — بیٹھنا اُس کا وہ آکر تری دیوار کے پاس

جو امر معزز و معظم تھا اُسکی طرف لفظ وہ سے اشارہ کیا اور بغرض تحقیر۔ شعر (شیفتہ)

وہ شیفتہ کہ دھوم تھی حضرت کے زہد کی — میں کیا کہوں کہ رات مجھے کس کے گھر ملے

شعر (سودا)

نہ پڑھیو یہ غزل سودا تو ہرگز میر کے آگے

وہ ان طرز دل سے کیا واقف وہ یہ انداز کیا جانے

کبھی اسم اشارے کو حذف کر دیتے ہیں واسطے ترحم کے۔ شعر (ذوق)

قاصد جو واں سے آیا تو شرمندہ میں ہوا — بیچارہ[1] سینہ چاک گریباں دریدہ تھا

واسطے مذمت کے۔ شعر (ناسخ)

تنگ آکر جب کہا میں نے کہ مر جاؤں کہیں

بدگماں سمجھا کہ اس کو اشتیاق حور ہے

موصول | کبھی اسم اشارہ کے بعد لفظ جو یا کہ لاتے ہیں اور اسم موصول ہو جاتا ہے اُس سے کبھی یہ غرض ہوتی ہے کہ جو احوال مسند الیہ سے مختص

---

[1] گویا کوئی اور ایسا بیچارہ ہی نہیں ہے۔

ہے اور مخاطب کو اسکا علم صرف بذریعہ صلہ ہو سکتا ہو اُس کے معلوم کرانے کو لاتے ہیں۔ شعر (ناسخ)

اُس نے جس سنگ پہ کھودی تھی شبیہ شیریں قبر فرہاد کو لازم ہے اُسی کا تعویذ

یا جہاں مسندالیہ کا نام مکروہ ہو۔ شعر (جرأت)

آج بھی اُسکے جو ملنے کی نہ ٹھہرے گی تو بس ہم وہ کر بیٹھیں گے جو دل میں ہیں ٹھہرائے ہوئے

یعنی مر جائینگے۔ یا جس جگہ غرض کلام کی تاکید منظور ہو۔ شعر (مصحفی)

چوکھٹ پہ جس کی میں نے رو رو کے رات کاٹی
سنتا ہوں صبح کیا وہ مہمان کسی کے گھر ہیں

موصول جو مصرعۂ اول ہے موکد مقصود کلام بیوفائی معشوق ہے۔ شعر (ولہ)

ہائے وہ دل کہ جسے میں نے بغل میں پالا اب اُسے یوں بہدف ناوکِ مژگاں دیکھوں

یا جہاں تعظیم و تخویف منظور ہو شعر (لا اعلم)

بس اب آپ تشریف لے جایئے گذرنی ہے جو کچھ گذر جائے گی

یعنی جو صدمۂ عظیم و خطرناک گذرنا ہے یا واسطے اظہار خطا و تنبیہ مخاطب کے شعر (جرأت)

اب[1] گذارا نہیں اُس شوخ کے در پر اپنا جس کے ہم گھر کو سمجھتے تھے کہ ہے گھر اپنا

شعر (غالب)

عرض نیاز عشق کے قابل نہیں رہا جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

کبھی واسطے تعظیم غیر خبر کے۔ شعر (سودا)

---

[1] اگر موصول نہوتا تو تخطیہ لازم نہ آتا۔

ہے شکر میں قاصر شکستہ بالی کی   کہ جس نے دل سے مٹایا خلش جدائی کا
ل کی جو غیر خبر ہے خبر میں مدح کی ہے کبھی واسطے اہانت غیر خبر کے

شعر (رضی)

عشق آدمی کی ذرا شان ہی نہیں   جس کو نہوے عشق وہ انسان ہی نہیں
یعنی (موصول) کی خبر میں مذمت ہے۔

ف باالاضافت کبھی مسندالیہ معرف باالاضافت آتا ہے بغرض اختصار

شعر (مومن)

گو آپ نے جواب بُرا ہی دیا ولے   مجھ سے بیاں نہ کیجے عدو کے پیام کو
عدو کا پیام اختصار ہے اسکا کہ وہ پیام جو عدو نے بھیجا۔ شعر (ذوق)
وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے   کبھی ہم اُنکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں
اپنا گھر اختصار ہے اُسکا کہ وہ گھر جس میں ہم رہتے ہیں یا بغرض تعظیم شان مضاف

شعر (غالب)

جان پیا ہا دل وجان فیض رسانا شاہا   وصیِ ختم رسل تو ہے بفتوائے یقیں
ختم رسل کا وصی ہونا باعثِ اعزاز ممدوح ہے۔ شعر (بقا)
دیکھ آئینہ جو کہتا ہے کہ اللہ رے ہیں   اُسکا میں چاہنے والا ہوں بقا واہ رے ہیں
یا واسطے تعظیم شان مضاف الیہ کے۔ جیسے ہمارا گھوڑا لاؤ یعنی ہم ایسے ہیں
کہ ہمارا گھوڑا ہے۔ شعر (میرحسن)
رے ہے کوئی ہاں ذرا جائیو   مری عیش بائی کو لے آئیو

ف: ذ۔ ندہ ہر ایک قسم کی اضافت میں ملحوظ ہوتا ہے۔

یا تحقیر مضاف۔ شعر (مومن)

گو آپ نے جواب برا ہی دیا ولے ۔۔۔ مجھ سے بیاں نہ کیجے عدو کے پیام کو

مضاف کرنے سے عدو کے کلام کی تحقیر ثابت کی یا تحقیر مضاف الیہ شعر (میر)

فاتحہ کو نہ بعد مرگ آیا ۔۔۔ تیر کے یار کی طرح دیکھو

یا جیسے یہ سرکار کے سپاہی ہیں جبکہ کوئی جبن کی بات اس سے صادر ہو

یا جہاں تفصیل محال یا دشوار ہو یا ضرورت تفصیل نہ ہو یا درصورت تفصیل

تقدیم و تاخیر میں ترجیح بلا مرجح لازم آتی ہو جیسے اہل حکمت یاران وطن شعر (میر)

مستی میں لغزش ہو گئی معذور رکھا چاہئے ۔۔۔ اے اہل مسجد اسطرف آیا ہوں میں بہکا ہوا

شعر (لا اعلم)

ہوئے ہم بت کے بندے برہمن سے راہ کرتے ہیں

حرم کے رہنے والو تم سے عشق اللہ کرتے ہیں

اضافت کبھی باعتبار مجاز بادنے ملابست ہوتی ہے۔ شعر (سحر لکھنوی)

اس اپنے لکھنؤ کی بھی کیا سرزمین ہے ۔۔۔ زیب النسا سے نور جہاں سے ذہین ہے

تمام لکھنؤ متکلم کا نہیں مگر تھوڑی سی ملابست کے لحاظ سے اپنے لکھنؤ کہا۔

تنکیر مسند الیہ کو نکرہ[1] لاتے ہیں جہاں کوئی فرد غیر معین افراد جنس سے مطلوب ہو۔ شعر (غالب)

نہ شعلہ میں یہ کرشمہ نہ برق میں یہ ادا ۔۔۔ کوئی بتاؤ کہ وہ شوخ تند خو کیا ہے

غیر معین کوئی شخص کبھی کوئی نوع افراد جنس سے مراد ہوتی ہے۔ شعر (غالب)

---

[1] الفاظ تنکیر کوئی ایک، جو ہر وغیرہ ہیں۔

مانع دشت نوردی کوئی تدبیر نہیں ایک چکر ہے مرے پاؤں میں زنجیر نہیں
یعنی ایک قسم کا چکر واسطے تعظیم ہے۔ شعر (حکیم تصدق حسین خاں لکھنوی)
ایک مرشد ہو تم قصور معاف سن چکی ہوں میں آپ کے اوصاف
یعنی بڑے مرشد ہو۔ واسطے تحقیر کے۔ شعر (غالب)

اک کھیل ہے اورنگ سلیماں مرے نزدیک
اک بات ہے اعجاز مسیحا مرے آگے

یعنی حقیر کھیل واسطے تقلیل کے۔ شعر (میر)
جس دم زباں پہ یار ترا نام آ گیا کچھ دل کو چین جان کو آرام آ گیا
واسطے تجدید نشاط کے۔ شعر

کوئی تڑپے ہے مارا چشم کا اور کوئی قامت کا
ترے کوچے میں ہے گرم آج ہنگامہ قیامت کا

واسطے تعجب کے۔ شعر (مصحفی)
نہ کہیں صبح ہی ہوتی ہے نہ خواب آتا ہے رات کیا آتی ہے اک سر پہ عذاب آتا ہے
یعنی بلائے عظیم و عجیب تنکیر کبھی محض تاکید کے واسطے آتی ہے۔ مثلاً زید کسی نہ کسی جگہ ملے گا۔ یعنی ضرور ملے گا۔ یا کوئی نہ کوئی آدمی آوے گا۔ یعنی بالضرور آدمی آوے گا۔ کبھی عَلَم کو نکرہ کر لیتے ہیں اور اُس سے وہ معنی مقصود ہوتے ہیں جس میں وہ مشہور ہو جیسے میں کوئی خدا تو نہیں۔ خدا عَلَم کو نکرہ لیا۔ معنی یہ کہ صاحب قدرت نہیں کیونکہ خدا کی قدرت مشہور ہے۔[۱]
اُس کے ہاتھوں اک جہاں ویران ہے (خادم) چشم بھی میری کوئی طوفان ہے

کوئی طوفان یعنی کوئی ویران کنندۂ عالم -

موصوف کبھی مسند الیہ موصوف ہوتا ہے اور یہ صفت کبھی قید اتفاقی ہوتی ہے۔ یعنی اُس سے کوئی غرض متعلق نہیں۔ شعر (لا اعلم)

ہمارے بعد ساقی قلقلِ مینا نہوے گا ۔۔۔ ہے گلگوں کا شیشہ ہچکیاں لیلے کے رویگا

صفت کبھی تخصیص کے لئے ہوتی ہے۔ شعر (صفا۔ ہی)

آنکھ اپنی یہ کسکے دُرِ دنداں سے لڑی ہے ۔۔۔ جو اشک مسلسل ہے سو موتی کی لڑی ہے

شعر (ذوق)

فلک کیا فتنہ سازی میں ہو ہمسر چشم فتاں سے ۔۔۔ گرا تھا یہی اشکِ سرمہ آلود اسکی مژگاں سے

صفت اشک کی مسلسل خاص مطلوب تھی تاکہ تشبیہ موتی کی لڑی کی ثابت ہو اور شعر دوم میں خاص سرمہ آلود تاکہ فلک کے ہم رنگ ہو۔ کبھی واسطے مقابلہ کے۔ شعر (ضمیر)

میں بتاتا ہوں ضمیر اب کچھ تجھے بھی ہے خیال

چشمِ خواب آلود اُسکی فتنۂ بیدار ہے

خواب آلود صفتِ چشم بغرض مقابلۂ فتنۂ بیدار کے لایا یا بالعکس یا استہزا کے لئے۔ شعر (ذوق)

جو پاس مہر و محبت یہاں کہیں بکتا ۔۔۔ تو ہم بھی لیتے کسی اپنے مہرباں کے لئے

مہربان صفت معشوق بطور استہزا کے ہے۔ یا صفت جو تخصیص موصوف کی کرتی ہے۔ شعر (غالب)

فلک سے ہمکو عیشِ رفتہ کا کیا کیا تقاضا ہے ۔۔۔ متاعِ بُردہ کو سمجھے ہوئے ہیں قرض رہزن پر

یعنی خاص ودعیش جو جاتا رہا یا مسندالیہ کی مدح یا ذم کرتی ہو شعر (لا اعلم)
یہ عشق ایسی بلائے بد ہے جسکے نام کی دولت درختوں کو سکھاتا ہے لپٹنا عشق بیچاں کا
یا صفت کی تاکید کرتی ہو۔ شعر (جوشش)
ہماری آہ کے صدمے نہیں اٹھانے کا یہ چرخ پام کہن ہے کسی زمانے کا
تاکید | کہن تاکید ہے کیونکہ کسی زمانہ کا اور کہن ہم معنی ہیں۔ مسندالیہ کی تاکید
بغرض تقریر ہوتی ہے یعنی ذہن سامع میں اسکا مقرر اور معین کر دینا
کہ اس میں غیر کا گمان نہ رہے۔ شعر (ذوق)
عزیزا صلا نہیں سرمایہ ہمت کو کہ دریائے گرہ دیکھ نہ باندھا گوہر شہوار دامن سے
لفظ اصلا نے یہ گمان رفع کر دیا کہ شاید عزیز ہوا ور مبالغتا ایسا کہا ہو
یا دفع وہم عدم شمول۔ شعر (حکیم تصدق حسین)
جمع ہولیں سب اقربا جسدم رکھنا اسوقت تم وہاں یہ قدم
سب سے یہ گمان رفع ہو گیا کہ کوئی اس میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔
یا رفع تجویز جیسے میں خود وہاں گیا تھا مخاطب جائز سمجھا تھا کہ شاید کسی آدمی
کو بھیجا ہوگا خود سے وہ تجوز رفع ہو گیا۔ یا میں خود نہیں گیا تھا رفع کرتا ہے

سلہ خود یا آپ کا لفظ کبھی تاکید کا بھی فائدہ دیتا ہے جیسے میں خود نہیں جاؤنگا۔ یعنی
تم کیا منع کرتے ہو میں آپ ہی نہ جاؤنگا۔ یعنی تم نہ جانے کو کیا کہتے ہو میں آپ ہی نہ جاؤنگا۔
اور کبھی وقوع فعل میں اثبات یا نفی تحریک غیر کا مثلاً میں خود نہیں گرا یعنی
کوئی اور شخص مثلاً زید بسبر سے گرنے کا محرک ہوا اور مجھکو گرا دیا یا میں خود گرا
یعنی اور نے نہیں گرایا۔ فقط۔

مخاطب کے اس خیال کو کہ متکلم بہک گیا تھا دفع ہوا اور یہ تکرار[1] لفظ سے ہوتا ہے۔

شعر (رند)

باغ تاراج ہوا لوٹ گئی بادِ خزاں — آگئے آگئے ایام زوال بلبل

تاکہ سامع کو گمان نہو کہ آگئے۔ اوّل مرتبہ ہوا نکل گیا بلکہ قصداً ہے یا متکلم کو خیال ہو کہ شاید لفظ آگئے سامع نے نہیں سنا یا اس لفظ کو اپنے حقیقی معنی پر حمل نہیں کیا مسند الیہ کے بعد بدل[2] بغرض توضیح مدعا و تجدید نشاط سامع کے لاتے ہیں۔ جیسے تیرا بھائی زید آیا شاہزادہ سلیم نے فرمایا سامع کو شوق پیدا ہوا کہ کس بھائی کا ذکر ہے یا کس شاہزادے کا نام سے وضاحت ہوئی اور نشاط حاصل ہوا اسی طرح عطف بیان سے تشریح اور تمیز کامل حاصل ہوجاتی ہے جیسے ابوظفر بہادر شاہ کا دیوان خوب ہے۔ ابراہیم ذوق استاد سخن ہے۔ شعر (منشی)

لگا کہنے یوں بہمن نامدار — کہ آتا ہے روئین تن اسفندیار

---

[1] تکرار لفظ سے مبالغہ کا فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے۔ شعر (ذوق)

ملا جو عبیر نے عطر اُسکے واں تو رشک سے ہاں — لکیریں مٹ گئیں ہاتھوں کی ملتے ملتے ہاتھ

یعنی بہت سے یہ تکرار سے میں ہے اور نیز تکرار سے ہر ہر فرد مراد ہوتا ہے۔ شعر (ظفر)

چڑھے نہ پھر سے جوانی خضاب سے اے شیخ — اگرچہ رنگ ترے بال بال پر چڑھ جائے

یعنی ہر ایک بال پر اور کبھی رد مخاطب مثلاً زید آیا بھی زید جسکا مخاطب زید کے آنے سے انکار کرتا ہو۔

[2] بدل وہ ہے کہ اس کے اور مبدل منہ کے معنی ایک ہی ہوں جیسے تیرا بھائی کلو آیا تیرا بھائی اور کلو دونوں سے ایک ہی ذات مراد ہے عطف بیان ایک چیز کے دو ناموں میں سے جو زیادہ مشہور ہو اُس کو کہتے ہیں جیسے سراج الدین بہادر شاہ بہادر شاہ عطف بیان ہے۔

مسند الیہ کے بعد حرف عطف لانے سے مسند الیہ کی تفصیل اختصار مسند کے ساتھ مطلوب ہوتی ہے جیسے زید اور عمر اور بکر آیا یا زید مع عمرو بکر کے آیا مسند ایک ہے مسند الیہ تین کبھی مسند کی تفصیل اختصار مسند الیہ کے ساتھ ہوتی ہے جیسے زید آیا اور بیٹھا اور بولا پھر چلا گیا۔ پھر بھی حرف عطف ہے مگر اس کے معنی میں تعقیب ہے۔ یعنی چلا جانا بعد میں واقع ہوا حروف تردید۔ یا و کہ بھی حروف عاطفہ میں شمار کئے جاتے ہیں اور وہ تشکیک سامع کے لئے آتے ہیں۔ شعر (محرور)

ہے زلف یا دھواں ہے یہ شمع جمال کا ۔۔۔ اعجاز حسن و ناز سے اونچا نہ ہو سکا
یا آفتاب ابر کے پہلو میں آگیا ۔۔۔ پیدا ہے یا کہ شام غریباں یہ برملا

یا تخییر کے لئے۔ یعنی سامع کو مختار کر دینا جو صورت چاہے اختیار کرے

شعر (لا اعلم)

میں جاں بلب ہوں گلا کاٹو یا گلے سے لگو[1] ۔۔۔ جو ان میں آپکو منظور ہو وہ جھٹ پٹ ہو

یا حصر کے لئے۔ شعر (رشک)

یا ساتھ ترے سوئینگے یا قبر میں جاکر ۔۔۔ مدفن تو ملے گا جو ترا گھر نہ ملے گا

یعنی ان دو کے سوائے تیسری جگہ نہ سوئینگے۔ معطوف اور معطوف الیہ میں اگر کمال اور اتحاد یا کمال تنافر واستبعاد منظور ہوتا ہے تو صرف عطفین کو

---

[1] جب دو انشائیہ جملوں کے درمیان کلمہ تردید آتا ہے تو حذف حرف عطف کی حالت میں جملہ دوم شرطیہ منفصلہ بنجاتا ہے جیسے۔ شعر مذکور کا مطلب یہ ہے کہ گلا کاٹو اور آپ اگر گلا نہیں کاٹتے ہو تو گلے سے لگ جاؤ۔

ذکر کرتے ہیں اور مسند کو حذف۔ شعر (حافظ عبدالرحمٰن احسانؔ)

کیا کام کسی سے ہم کو احسان ہم اور یہ بیکسی ہماری

یعنی ہم کو بیکسی سے اتحاد ہے اور وہ ہمکو لازم ہے۔ شعر (مومنؔ)

مومن تم اور عشق بتاں اسے پیر و مرشد خیر ہے

یہ ذکر اور منہ آپکا صاحب خدا کا نام لو

یعنی تم میں اور عشق میں کمال منافات ہے۔ کبھی تخویف و ترہیب کے لئے آتا ہے۔ شعر

اگر ابکی نوبت شب وصل بولا چھری اور مرغ سحر کا گلو ہے

تقدیم مسند الیہ | مسند الیہ کی تقدیم بوجوہ ہوتی ہے اوّل تو یہ کہ وہ اصل ہے اور کوئی وجہ اُس کے تعقیب کی نہیں جیسے زید عالم ہے۔ یا یہ کہ سامع کے ذہن میں خبر کی تمکین پیدا ہو کیونکہ مسند الیہ کی تقدیم سامع کو ایک قسم کا شوق دلاتی ہے۔ شعر (لمولفہ)

محبت نے تری اے رشک لیلیٰ مجھے مجنوں کی صورت کر دیا ہے

ابتدا سے سامع مشتاق ہوگا کہ دیکھا چاہیئے کہ محبت کی کیا خبر نکلتی ہے اور اُس نے کیا کیا اور بعد انتظار خبر معلوم ہونے سے اُس کی تمکین زیادہ ہوئی۔ نظم میں تقدیم ضرورت شعری پر محمول ہو سکتی ہے۔ لہذا توضیح مثال کے لئے فقرہ نثر لکھتا ہوں۔ فقرہ سینہ آتش فراق میں سوزاں ہے۔ دل صدمۂ ہجر سے مثال ماہی بے آب تپاں ہے۔ رنگ رُخ بسان برگ خزاں دیدۂ زرد ہے۔ جگر دردہیں گرد برد ہے یا تعجیل

نشاط جیسے یاد آیا۔ بنظر مزید اہتمام۔ شعر (کافی)

حمد لایق داور اکبر کو ہے　　　خالق اشبار بحر و بر کو ہے

چونکہ حمد مقصود خاص تھا۔ لہذا بوجہ اہمیت لفظ حمد کو مقدم لایا۔ یا اس غرض سے کہ خبر فعلی مبتدا کے ساتھ خاص ہے جیسے مَیں نے زید کو مارا ہے۔ یعنی مارنا میرے ساتھ خاص ہے اور کسی نے نہیں مارا۔ یا مَیں نے زید کو نہیں مارا یعنی نہ مارنا میرے ساتھ خاص ہے اور کسی نے مارا ہے۔ شعر (المولف)

مَیں نے چاہا تو ہوئی شہر میں شہرت تیری　　　میری ذلت ہی ہوئی باعثِ عزت تیری

یعنی صرف میرے چاہنے سے اور کسی کے نہیں۔ یا جبکہ الفاظ مثل اور مرادف اُس کے مسند الیہ ہوں۔ شعر (مصحفی)

رشک ہے حال زلیخا پہ کہ ہم سے کمبخت
خواب میں بھی نہ کبھی وصل سے مسرور ہوئے

یہاں ہم سے کوئی اور شخص مثل متکلم مراد نہیں بلکہ خود متکلم۔

فائدہ۔ ابتک جو مذکور ہوا اُسکا بیان تھا کہ کلام مقتضائے ظاہر کے موافق ہو اب واضح ہو کہ کبھی کلام مقتضائے ظاہر کے مخالف بھی ہوتا ہے۔ وہ یہ مواقع ہیں۔ اوّل مظہر کو بجائے مضمر لانا اور یہ کبھی تخویف مخاطب اور سامع کے دل پر رعب جمانے کی غرض سے ہوتا ہے مثلاً بادشاہ کا قول کہ حضور ارشاد فرماتے ہیں۔ یا اظہار عجز و انکسار کے لئے۔ شعر (ہوس)

انکھ سے ہاتھا سکے تب جب　　　بندہ تو غلام ہو چکا اب

یعنی میں۔ شعر (قرار)

ہے ناز سے اُسکے یہی پیغام قضا کا　　　کیوں نام کیا آپ نے بدنام قضا کا

یا ترحم۔ شعر (تسنیم)

دکھلاکے کہا مَن پری کو　　　اب چین کہاں بکاؤلی کو

یعنی مجکو کہ بکاؤلی تیری عزیز ہوں چین نہیں اُس کی مدد کر یا اس
غرض سے کہ خوب ذہن نشین ہو جائے۔ شعر (مہر)

محبت نے ظلمت سے کاڑھا ہے نور　　　نہوتی محبت نہ ہوتا ظہور

بجائے وہ نہوتی کے دوسرے مضمر کو بجائے مظہر لانا اسکے کئی اقسام ہیں
ایک یہ کہ ضمیر بے ذکر مرجع لاتے ہیں۔ اس دعوے سے کہ ذہن سامع
سوائے مرجع کے غیر کی طرف نہ جائیگا بسبب شہرت مرجع کے یا متکلم
اپنے ذہن میں اُس کو حاضر سمجھتا ہے جیسا اکثر غزلیات میں۔ شعر (احسن)

بزم میں اُسکی جو ہوتی ہے کبھی سرگوشی　　　دل دھڑکتا ہے کہ میرا کہیں مذکور نہو

شعر (مومن)

وقتِ وداع بے سبب آزردہ کیوں ہوئے
یوں بھی تو ہجر میں مجھے رنج و عذاب تھا

دوسرے اضمار قبل الذکر یعنی مرجع تو مذکور ہوتا ہے مگر بعد ضمیر کے اسمیں
لطف یہ نکلتا ہے کہ جب سامع صرف ضمیر سنتا ہے تو تلاش مرجع میں متردد
ہوتا ہے اور متوجہ سنتا ہے اور بعد میں اُس کو معلوم کر کے لذت

پاتا ہے۔ شعر (لا اعلم)

تجھ پہ قابو نہیں دل پر تو ہے قابو اپنا   پھینک دینگے اسے ہم چیر کے پہلو اپنا

شعر (ناسخ)

جی میں ہے ہو جاؤں عاشق چند روز اغیار پر   بس یہی تدبیر اب انکے بھگانے کی رہی

شعر (ولہ)

آتے آتے کیوں نہ الٹے پاؤں بھاگے دور سے
صبح ڈرتی ہے بہت میری شب دیجور سے

شعر (میر)

صبر مرحوم عجب مونس تنہائی تھا   اتنی گذری جو ترے ہجر میں سو اسکے سبب

سوم جمع کا اطلاق مفرد پر کرنا۔ شعر (امانت)

فقیروں سے اچھی نہیں دل لگی   یہ باتیں نہ لانا زباں پر کبھی

بمقتضائے ظاہر فقیر واحد ہوتا لیکن جمع لانے سے مراد بڑا فقیر ہے شعر (ذوق)

گر منہ سے نہیں کہتے اشاروں سے تو کہئے
کیا مد نظر تمکو ہے یاروں سے تو کہئے

یعنی مجھ سے۔ چہارم استطراد اور ایک کلمہ کو صرف ازدواج کی جہت سے ذکر کرنا حالانکہ مطلب میں اس کو دخل نہو مثلاً ہم[1] اس کے بھلے برے کے ذمہ دار نہیں۔ مراد یہی ہے کہ صرف برے کے ذمہ دار نہیں۔ شعر (بزاز)

مجھے ناحق ہو دوڑاتے نہ آئینگے نہ جائینگے   کہوں ہوں جب سے میں انکو بلا لاؤ وہ یہ کہتا ہے

---

[1] مگر جب کہا کہ بھلے کا ذمہ دار نہیں تو کمال پرہیز پر دال ہوا حالانکہ بھلے کا ذمہ دار ہر شخص ہو جاتا ہے۔

شعر (میر)

جسمیں تھا سکوت تو سہتے تھے نرم گرم
کا ہیکو میر بولی ہے جب بگڑ گئی

پنجم التفات یعنی متکلم یا خطاب یا غیبت سے ایک دوسرے کی طرف خلاف مقتضائے ظاہر نقل کرنا جیسے کچھ کلام بطور خطاب لکھنا پھر بطور غیبت علیٰ ہذا القیاس[1]

شعر (احسان)

میں تو اس نوجوان پہ غش ہوں
ہائے عالم تری جوانی کا

شعر (انشا)

اُن انگلیوں میں قول کے چھلّے نظر پڑے
واللہ تم بھی سخت چھبیلے نظر پڑے

کبھی کبھی خاص لطیفہ ہوتا ہے مثلاً زید نے مجھ سے بیان کیا کہ میں دشمنوں سے خوب لڑا اور آخر اسکا ہاتھ ٹوٹ گیا یعنی میرا اس میں لطیفہ یہ ہے کہ ہاتھ ٹوٹنے کا بصیغہ متکلم بولنا مکروہ سمجھا۔ ششم کلام[2] کو خلاف مراد قائل حمل کرنا بشرطیکہ وہ حمل کرنا صحیح اور قرینہ صارفہ بھی ہو بلکہ مدعا کہ اس کے یہ معنی ہونا بہتر ہے۔ مثلاً کوئی حاکم کسی مجرم سے کہے کہ تیرے ہاتھ پاؤں میں کڑے پہنائے جاوینگے وہ جواب دے کہ چاندی کے نہیں سونے کے ہوں اور اس کے سوائے انگلیوں میں بھی چھلّے انگوٹھی پہنائے جاویں حاکم نے وہ کڑا مقصود رکھا تھا جو مجرموں کے ڈالا جاتا ہے اور مجرم نے

---

[1] کیونکہ خلاف مقتضائے ظاہر و امید سامع کے اگر نہو تو التفات نہیں جیسے میں عاشق ہوں تو معشوق ہے التفات نہیں کیونکہ بعد تکلم کے غائب کے لئے اسم ظاہر لایا گیا ہے۔

[2] یہ قاعدہ صنعت ایہام سے ماخوذ ہے۔

زیور پر حمل کیا اور قرینہ حمل کا لفظ چاندی سونا اور چھلا انگوٹھی ہے شعر (ذوق)
یہ ذکرتا قدِ موزوں کو ہے اُس کے زاہد دمِ تکبیر جو کہتا ہے سدا قد قامت
قد قامت کو جو قدِ قامت تصور ہیں ہے۔ قد یار کے معنی تصور کئے اسی
قبیل سے ہے۔ شعر (نامعلوم)

اُس بتِ نامہرباں کو نے بستم تنا تیبیب ورد اسا الٰہی ہیں بھی ہے تو یا رقیب

ہفتم قلب یعنی کلام کا ایک جزو دوسرے کی جگہ لانا خواہ قلب صفت و موصوف
جیسے۔ شعر (آتش)

مسی آلودہ لب پہ رنگ پان ہے تماشا ہے تہِ آتش دھواں ہے

خواہ قلب کے سبب تعقید لفظی ہو جائے۔ شعر (ظفر)

یارو اُس نوخط کی تم مشقِ ستم مثل قلم سر ہمارا اُس نے تھا جسدم تراشا دیکھئے

یعنی یارو تم اُس نوخط کی مشق ستم تو دیکھئے جسدم اُس نے ہمارا سر مثل قلم تراشا تھا۔
ہشتم تجرید یعنی ایک لفظ کو معنی سے مجرد کرنا اور وہی معنی دوسرے کلمہ میں
زیادت ایضاح کے لئے ذکر کرنا جیسے ذمایم اخلاق ذمایم کے معنی صفات
بد اور اخلاق بمعنی عادات اسی طرح تعظیم کرنا تعظیم خود مصدر ہے بمعنی بزرگ
سمجھنے کے پھر کرنا لانا داخل تجرید ہے کبھی صیغہ جمع کو مجرد کر کے جمع اُس کی
بقاعدہ فارسی لاتے ہیں جیسے اہالیانِ دفتر۔ شعر (مومن)

ہوان حرکاتوں سے ندامت تجھے کیا کیا
دل میں یہی پچھتائے کہ یہ میں نے کیا کیا

فصل سوم

مسند کے بیان میں | حذف مسند کا آٹھ فوائد کے لئے ہوتا ہے

حذف مسند الیہ میں مذکور ہوئے یعنی کثرت استعمال یا انتصار یا احتراز عبث

یا اعتماد قرینہ یا ضیق مقام یا واجب الستر ہونا مسند کا یا کراہت وغیرہ

جیسے فراح شریف۔ بلحاظ کثرت استعمال کیا ہے حذف ہوگیا۔ گویا شعر

نگہ وابرو و مژگاں نے ترے کاوش کی ۔۔۔ تیر نے برچھی نے تلوار نے سونے نہ دیا

یعنی تیر نے سونے نہ دیا اور برچھی نے سونے نہ دیا اور تلوار نے سونے

نہ دیا۔ شعر (قدرت)

حسرت اے صبح چمن ہم سے چمن چھوٹے ہے

مژدہ اے شام غریبی کہ وطن چھوٹے ہے

شعر (ممنون)

اضطراب دل ذرا فرصت کہ لوں بوسہ کوئی ۔۔۔ پھر لب معشوق سینہ میں کسی کا تیر ہے

شعر (سودا)

قاتل کے دل سے آہ نہ نکلی ہوس تمام ۔۔۔ ذرہ بھی ہم تڑپنے نہ پائے کہ بس تمام

کبھی مقام تقدیس میں بھی حذف کر دیتے ہیں۔ شعر (بقا)

دیکھ آئینہ جو کہتا ہے کہ اللہ رے میں ۔۔۔ اسکا میں چاہنے والا ہوں بقا واہ رے میں

یعنی اللہ اکبر میں بڑا حسین ہوں۔ شعر (سید)

سید سے یہ عداوت اللہ رے کفر لے بت ۔۔۔ پڑھنے جنازہ اسکا سب آئے تو نہ آیا

ی اللہ تیرا کافر بہت زیادہ ہے باعتقاد تفخیم ہیں۔ شعر (فارغ)

دور سے دیکھ مجھے جیب نہ تجسس ہوتا ہے ۔ تا کہ کچھ کر ہے کون ہے جسے دکھائی تیر

یعنی اے دکھائی تیرا اثر سخت زور پر ہے۔

ذکر مسند اذکر مسند بھی انہیں اغراض سے ہوتا ہے جو ذکر مسند الیہ میں مذکور ہیں مثلاً عدم اعتماد قرینہ و اظہار غباوت سامع یا ارادہ تشریح یا توبیخ یا ترحم یا تہدید یا استلذاذ یا تعظیم یا اہانت یا بسط کلام یا اس لئے معین کر دیں کہ مسند اسم ہے یا فعل پس اگر اسم ہوگا اس سے فائدہ ثبوت اور استمرار کا حاصل ہوتا ہے۔ شعر (بقا)

دیکھ آئینہ جو کہتا ہے کہ اللہ رے میں ۔ اسکا میں چاہنے والا ہوں بقا اور۔

یعنی چاہنے کی صفت میرے لئے ثابت ہے اور بطور استمرار و دوام موجود نہ بطور حدوث و تجدد کے اور اگر فعل ہے خواہ ماضی یا حال یا مستقبل تو فائدہ تجدد کا دیگا۔ مثال ماضی۔ شعر (ظفر)

عجب روش سے انھیں ہم گلے لگا کے ہنسے ۔ کہ گل تمام گلستاں میں کھلکھلا کے ہنسے

یعنی زمانہ گذشتہ میں ہنسنا حادث ہوا مثال حال۔ شعر (ولہ)

ہنستا ہے تیغ یار سے اسطرح میرا زخم ۔ جس طرح آشنا سے کوئی آشنا ہنسے

مثال استقبال۔ شعر (ولہ)

آپ جو تشریف یہاں سے مہرباں لیجائیں گے
حضرتِ دل دیکھیئے مجھکو کہاں لیجائیں گے

مسند مقید بشرط | مسند کو مقید بشرط اُن فوائد کے لئے لاتے ہیں جو حروف

شرط سے پائے جاتے ہیں۔ حروف شرطیہ یہ ہیں۔ اگر۔ گر۔ جو۔ جب۔ جسوقت جہاں۔ جو نہیں۔ ہرچند۔ گرچہ۔ گو۔ اگر۔ گر جو وہاں آتا ہی جہاں وقوع والا وقوع شرط کا یقین نہیں ہوتا اسی سبب سے مستقبل میں استعمال کرتے ہیں۔

شعر (مومن)

نہ جاؤنگا کبھی جنت کو میں نہ جاؤنگا ۔۔۔ اگر نہ ہوئیگا نقشہ تمھارے گھر کا سا

جنت کا مثل خانۂ معشوق ہونا امر مشکوک ہے۔ شعر (ناسخ)

جنت کو جائینگے لئے دوزخ بغل میں ہم ۔۔۔ ناسخ ہوئیں جو بعد فنا ہے وفائے داغ

بعد فنا داغ کا باقی رہنا امر مشکوک ہے اور ماضی وحال میں وہاں لاتے ہیں جہاں یقین کا دخل ہو اور وقوع والا وقوع بطور فرض کے ہو

شعر (میر)

جواب نامہ سیاہی کا اپنے ہے وہ زلف ۔۔۔ کسی نے حشر کو ہم سے اگر سوال کیا

یہ ماضی یقینی نہیں بلکہ فرضی ہے۔ شعر (احسان)

کسی مہرو کے خاطر ہمکو اک جھومر بنانا ہے ۔۔۔ اگر بیچے فلک عقد ثریا مول لیتے ہیں

جو کبھی بمعنی جب کے کبھی آتا ہے۔ شعر (ناسخ)

ہاتھ دوڑائے زمیں سے سو شہید ناز نے ۔۔۔ آگیا چلتے میں قاتل کا جو دامن زیر پا

جب جسوقت تعیین زمان کے لئے آتے ہیں اور مستقبل کے ساتھ مقام شک میں اور ماضی وحال میں مقام یقین پر۔ شعر (ظفر)

جب چھری کرتا ہے وہ بیداد گر اور ونیہ تیز
لگتی مرچیں سی مرے زخم جگر پر اور ہیں

وہ جہاں سی لگنے کا زمانہ معین ہوگیا۔ کبھی تعمیم زمان کے لئے بھی۔ شعر (غالب)
مہرباں ہو کے بلالو مجھے چاہو جسوقت   میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آبھی نہ سکوں
یعنی اوقات نامعینہ میں سے جس وقت چاہو جہاں تعیین مکان و زمان
دونوں کے لئے آتا ہے۔ شعر (زند)
گیا جہاں میں گرا لیکے دام واں صیاد   پھر اُس تلاش میں میری کہاں کہاں صیاد
شعر (میر)
کبھی دل کی نہ کہنے پائے اُس سے   جہاں بولے لگا کہنے کہ بس بس
بعد حروف شرط کے جملہ جزائیہ کے شروع میں تو آتا ہے۔ شعر (ظفر)
اگر زندہ رہے تو پھر نہ ہرگز دل لگائیں گے
ترے ہاتھوں سے ایذا دلکو اپنے اسقدر پہنچی
کبھی حذف بھی کر دیتے ہیں۔ شعر (سوز)
میں اگر قید حیا سے چھوٹوں   ناصحا تیری بلا سے چھوٹوں
خصوصاً جبکہ جزا مقدم شرط مؤخر ہو۔ شعر (غالب)
رنگ تمکین گل و لالہ پریشاں کیوں ہے   گر چراغان سر رہگذر باد نہیں
ہرچند گر چہ گو ایک ہی حکم میں ہیں اور ان کی جزا میں حرف استدراک
لیک۔ لیکن۔ پر۔ مگر لفظاً یا تقدیراً ضرور آتا ہے۔ شعر (ظفر)
گرچہ کچھ بھی نہیں ہوں میں لیکن   اس پہ بھی کچھ نہ پوچھو کیا کچھ ہوں
شعر (میرحسن)
دروازہ گو کھلا ہے اجابت کا پر حسن   ہم کس کس آرزو کو خدا سے طلب کریں

شعر (ظفرؔ)

اگرچہ ایسا ہی ہوگا کڑی کمان کا تیر — وہ بیٹھ جائیگا آہ دل حزیں سے نہیں

حرف شرط کبھی حذف کر دیتے ہیں۔ شعر (ناسخؔ)

اے اجل ایک دن آخر تجھے آنا ہی وے — آج آتی شب فرقت میں تو احساں ہوتا

کبھی جملہ جزائیہ محذوف ہوتا ہے بنظر قرینہ والہ کے، وہ موکدات جزا اسکے قائم مقام کر دیتے ہیں۔ شعر (ذوقؔ)

اُسکے لبِ خنجر کا لینا ہے اگر بوسہ — تو اے دلِ پُرحسرت کیا دیر لگائی ہے

یعنی تو بوسہ لے لے محذوف ہے حرف شرط جب صیغۂ ماضی تمنائی کے ساتھ آتا ہے تو مثبت کو منفی اور منفی کو مثبت کر دیتا ہے۔ شعر (ظفرؔ)

ہم ایک بار وہاں تک جو بار پا جاتے — تو جو معاملے ہیں سب قرار پا جاتے

یعنی ہم نے بار نہیں پایا اسی سبب سے معاملوں نے قرار نہیں پایا۔ شعر (ولہ)

مائل ابروئے خوباں گر نہ ہوتا میں ظفرؔ — مجھپہ تلواریں یہ کیوں پھر ہر وقت کھنچتے

یعنی میں مائل ہوا تب تلواریں کھنچتی ہیں۔ شعر (ولہ)

ہم جو اُنکو باعثِ جذبِ محبت کھینچتے — دور ہم سے آپکو کیوں ماہِ طلعت کھینچتے

یعنی ہم نے نہیں کھینچا اس سبب دور کھنچتے ہیں۔ شعر (غالبؔ)

لیتا نہ اگر دل تجھیں دیتا کوئی دم چین — کرتا جو نہ مرتا کوئی دم آہ و فغاں اور

چونکہ دل دیا اس لئے چین نہیں لے سکتا۔

قاعدہ۔ شرط و جزا میں اختلافِ زمان ہونا چاہیے یعنی ایک ماضی دوسرا استقبال یا بالعکس کسی نکتہ کے لحاظ سے لاتے ہیں۔ جیسے زید اگر

آبھی گیا تو کیا کرلیگا۔ یہاں پر وجود شرط جو آئندہ ہونے والا تھا بطریق فرض ماضی پر حمل کر لیا مسند کو اسم فاعل و اسم مفعول و صفت مشبہ و اسم تفضیل و مفعول مطلق و بہ و معہ و لہ و فیہ و حال و تمیز وغیرہ کے ساتھ اس لئے مقید کرتے ہیں کہ کلام سے فائدہ زیادہ حاصل ہو مثلاً بہ نسبت اس فقرے کے کہ زید نے عمرو کو مارا یہ فقرہ کہ زید ولد خالد نے عمرو کو رات کے وقت اپنے گھر میں لاٹھی سے خوب مارا زیادہ مفصل اور فائدہ بخش ہے

مسند غیر مقید | مسند کو غیر مقید اُس جگہ لاتے ہیں جس جگہ کوئی مانع ہو مثال کمی فرصت و خوف انقضاے وقت کلام یا جس جگہ یہ منظور ہو کہ حاضرین زمان یا مکان یا مفعول فعل سے واقف نہوں یا متکلم کو حال قیود معلوم نہو یا مثل اسکے مسند کو نکرہ لاتے ہیں جبکہ معرفہ لانے کی کچھ ضرورت نہو۔ جیسا زید کاتب ہے اور عمرو شاعر ہے یا بغرض تعظیم جیسے زید مرد ہے یا زید دانا ہے یعنی مرد یا دانا ہے کامل یا تحقیر جیسے زید کچھ چیز نہیں یا بیوقوف ہے۔ **شعر** (سحر لکھنوی)

زر چیز کچھ نہیں ہے محبت ہی چیز ہے ۔ اسکا جسے مزہ نہیں وہ بے تمیز ہے

نکرہ تخصیص باضافت وصفت معرفہ | مسند کی تخصیص اضافت یا وصف کے ساتھ بغرض مزید فائدہ کے ہوتی ہے کما مر۔ مسند کو معرفہ وہاں لاتے ہیں جہاں ایک شئے معلوم پر ایک امر معلوم کا حکم کرنا مقصود ہو۔ خواہ بغرض رفع ناواقفیت سامع خواہ اپنے علم سے سامع کو آگاہ کرنا جیسا وہ جاننے والا زید ہے یا جو سوار ہے وہ جاننے والا ہے یا یہ زید ہے

اور یہ تب بولینگے کہ سامع مشارٌ الیہ کو جانتا ہو مگر نہ جانتا ہو کہ اسکا زید کہتے ہیں یا عمرو۔ یا زید یہ ہے یوں تب بولینگے کہ سامع زید کو جانتا ہو مگر نہ جانتا ہو کہ زید اسی کا نام ہے یا کسی اور کا یا زید تیرا بھائی ہے۔ یا تیرا بھائی زید ہے۔ اوّل اُس مقام پر بولیں گے کہ سامع زید کو جانتا ہو مگر بھائی ہونا معلوم نہ ہو دوم اُس جگہ جہاں سامع واقف ہو کہ کوئی میرا بھائی ہو مگر شخص متعین نہیں۔ مسند کبھی منفی واقع ہوتا ہے اور حقیقت میں نفی مراد نہیں، حرفِ نفی زاید ہوتا ہے اور قلت مقدار شے یا زمانہ مقصود ہوتی ہے جیسے دیکھیئے نہ کیا شیر میں ہے یعنی تھوڑا سا چکھکر دیکھیئے۔ شعر (غالب)

کیا فرض ہے کہ سبکو ملے ایک سا جواب　　آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

یعنی تھوڑی دیر کے لئے۔

تقدیم مسند | تقدیم مسند کی نہایت اہتمام کے واسطے ہوتی ہے یعنی جہاں اُسکا بیان اہم ہوتا ہے اور چونکہ حق اُسکا مؤخر ہونے کا ہے تقدیم سے اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ شعر (ملولفہ)

جاتا ہے یار مانگیں نشانی تو کس طرح　　اپنے کہیں جو اس کبھی وقتِ سفر ہوتی ہے

یار جاتا ہے چاہیئے تھا مگر چونکہ اُس کے جانے کا اظہار خاص مقصد کلام ہے اس لئے ایسا کہا یا تشویق کے لئے ذکر مسند الیہ کی طرف۔ شعر (قائم)

دو چیز ہیں یادگار دوراں　　تیرا ستم اپنی جانفشانی

مصرعہ اوّل کے سُننے سے سامع کو شوق ہوگا کہ کن چیزوں کا بیان کریگا اور بعد میں معلوم ہوا۔ پس حصولِ شے بعد انتظار موجب لذت طبیعت

ہوگا۔ شعر (نسیم)

معمول سے بزم میں ہوئے جمع ۔۔۔ مینا و کباب مجمر و شمع

یا جہاں مسند الیہ مسند کے ساتھ خاص ہو جیسا۔ شعر

تم کو مسجد ہے ہم کو میخانہ ۔۔۔ زاہدا اپنی اپنی قسمت ہے

یعنی مسجد تم کو خاص ہے میخانہ ہم کو خاص یا واسطے تفاول کے شعر (تپش)

ہو مبارک تمہیں جنون تپش ۔۔۔ پھر نئی رُت نئی بہار آئی

فعلی و سببی مسند۔ دو قسم کا ہوتا ہے فعلی و سببی فعلی وہ جس میں اسناد بلا واسطہ ہو جیسے زید عالم ہے عمرو شاعر ہے۔ خالد آتا ہے۔ سببی وہ جو بواسطہ اسناد ہو جیسے زید اسکا باپ عالم ہے یا عمرو اُسکی رفتار اچھی ہے وصف عالمیت زید کو بواسطہ باپ کے حاصل ہوا اگر فعلی ہوتا تو یوں کہا جاتا زید کا باپ عالم ہے عمرو کی رفتار اچھی ہے۔

حذف مسند و مسند الیہ۔ کبھی مسند و مسند الیہ دونوں حذف ہو کر صرف مفعول پر اکتفا کرتے ہیں جیسے نوکر سے کہیں پانی حقہ یعنی تو پانی یا حقہ لا۔ فعل یا فاعل حذف ہو گیا۔ شعر (مومن)

اُس کو ہیں جام پینگے مدد لے ہجوم شوق ۔۔۔ آج اور زور کرتے ہیں بیطاقتی سے ہم

شعر (ظفر)

دے جام پہ گر جام پیا پے مجھے ساقی ۔۔۔ میں بس نہ کہوں مُنہ سے کہے جاؤں ہاں اور

جو حالات در فصل گذشتہ میں بیان ہوئے یعنی ذکر و حذف و تعریف و تنکیر و تقدیم و تاخیر وغیرہ اکثر اُن میں سے انھیں دونوں مسند الیہ و مسند کے

ساتھ خاص نہیں ہیں بلکہ متعلقات یعنی معمولات فعل وغیرہ میں بھی پائے جاتے ہیں طالب علم سمجھنے سے اور جگہ خود اُن قواعد کو جاری کرسکتا ہے مگر بمزید آگاہی بعض مسائل معمولات فعل بھی مذکور کئے جاتے ہیں

فصل چہارم

متعلقاتِ فعل کا بیان مفعول فعل متعدی میں بھی کبھی محذوف ہوتا ہے۔

شعر (ذوق)

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور چیز — کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا

یعنی وہ امور جو قابل پڑھانے کے ہیں۔ **شعر** (معروف)

اور تو باتیں بری چپٹ گئیں سب جیتے جی — آنکھ مُندے پر گیا ایک مگر دیکھنا

یعنی معشوقوں کا **شعر** (مصحفی)

مصحفی سود نصیحت کا نہیں عاشق کو — میں نہ سمجھوں تو بھلا کیا کوئی سمجھائے مجھے

یعنی جو باتیں سمجھانے کے لائق ہیں کبھی اس غرض سے کہ بعد ابہام و اجمال کے اُس کا ذکر کیا جائیگا اور یہ اکثر فعل کہنے اور چاہنے میں آتا ہے **شعر** (مجنون)

جس سے جی چاہے ملو تم نرگسی سے پوچھو — مجھ سے کیا پوچھتے ہو اپنے ہی جی سے پوچھو

یعنی جی ملنا چاہئے۔ اور جیسے اگر کہیے تو بیٹھ جاؤں یعنی بیٹھنے کو کہیے یا یہ غرض ہوتی ہے کہ ابتداءً معنی غیر مقصود نہ سمجھے جائیں جیسے ع

کاٹے ہے تیری تیغ شہا استخواں تلک

یہاں مفعول کاٹنے کا یعنی گوشت اس لئے حذف کر دیا کہ سامع قبل ذکر استخواں

یہ خیال نہ کرے کہ تلوار نے صرف گوشت کو کاٹا اور استخواں تلک مبالغہ ہے
اور حذف مفعول سے ظاہر ہو گیا کہ جب استخواں کاٹا تو گوشت ضرور ہی کاٹا۔

شعر (ذہیرا)

ان جلتی ہڈیوں پہ ہرگز ہما نہ بیٹھے ـــ پہنچی ہے عشق کی تپ اے میر استخواں تک

یعنی بدن کو گرم کر کے ہڈیوں تک پہنچی ہے۔ یا دھوپ ایسی سخت تھی کہ بھیجا پکنے لگا۔ کبھی یہ غرض ہوتی ہے کہ بعد حذف کے مفعول کو اس طرح ذکر کریں کہ صدور فعل کی نسبت مفعول کی طرف صریح کی جائے نہ بذریعہ ضمیر۔ **شعر** (آتش)

کس طرح تم سے نہ مانگیں تمھیں انصاف کرو ـــ بوسہ لینے کا سزاوار دہن ہے کس کا

یعنی بوسہ نہ مانگیں کیوں کہ اگر مفعول مذکور ہوتا تو بذریعہ ضمیر اس کے لینے کی سزاوار کہنا پڑتا نہ صریح بالغرض ہیم واختصار۔ **شعر** (انشا)

چھیڑنے کا تو مزا تب ہے کہو اور سنو ـــ بات میں تم تو خفا ہو گئے لو اور سنو

کہو اور سنو مفعول محذوف ہے۔ کبھی مفعول کو محذوف کر کر اسکے مضاف الیہ پر اکتفا کرتے ہیں اور مفعول محض قرینۂ عقلی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ **شعر**

گالیاں دے چکے اب نالہ وزاری تو سنو (ظفر) ـــ اپنی تم کہہ چکے تھوڑی سی ہماری تو سنو

یعنی اپنی اور ہماری بات اور کیفیت جو عقل سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ **شعر** (منعم بریلوی)

وہ نوکِ مژہ جب سے مرے دل میں گڑی ہے ـــ ایسی تو کھٹکتی ہے کہ جینے کی پڑی ہے

یعنی جینے کی فکر یا مفعول کا ذکر مکروہ ہو۔ ع (سودا)

صبا چیک کے اڑا دیوے کسی بن میں قلندر

ع (ذوق) "شیطاں کے جنا دیتا ہے سوتے سوتے"

مفعول آلۂ تناسل ہے کبھی مفعول حذف ہوتا ہے۔ اور فعل صرف تمہید کلام پر دلالت کرتا ہے۔ شعر (شیفتہ)

ایسی رغبت سے کرے قتل گماں کا ہمکو تھا شیفتہ اسکو تو لو تم سے محبت نکلی

شعر (مومن)

میں اور اسکو بلا و نگار روز ہجر میں لو اجل کبھی کرنے محبت کا امتحان لگی

لو بلا مفعول تمہید کلام کے لئے ہے۔ شعر (ذوق)

کہاں تلک کہوں ساقی کہ لا شراب تو دے نہ دے شرابِ ڈبو کر کوئی کباب تو دے

لا صرف حوصلہ دلانے اور سست کو ہوشیار کرنے کے لئے ہے یا متکلم و مخاطب کے درمیان مفعول متعین ہو۔ شعر (منشی محمد لطیف)

مانگے پہ دنیا بھی کچھ دینے میں دنیا ہی بھلا لطف اسمیں ہے مری جاں بلا مانگ جو دو

یعنی زر یا باعتبار قرینۂ سابقہ۔ شعر (شہیدی)

ایک میں نے کب لیا دینے ہیں گر دو تو دو خواہ دو سیبِ ذقن کے خواہ دو غبغب کے دو

یعنی بوسہ۔ جو شعر ماسبق میں مذکور تھا یا تحذیر میں جیسے مارو مارو یعنی سانپ کو یا سامع سے پوشیدہ رکھنا منظور ہو یا عندالحاجت اُس سے انکار ہو سکے وغیرہ مراد ہوتی ہیں۔

تقدیم مفعول | تقدیم مفعول کبھی بغرض اہتمام اسکے شان کے ہوتی ہے۔

شعر (عشق)

خانماں کرچکا ہوں میں برباد تو بھی وہ میرے گھر نہیں آتا

چونکہ بربادیٔ خانماں ایک امر عظیم تھا اور اسی کا اظہار مقصد خاص ہے لہذا بنظر مزید اہتمام مقدم کیا کبھی واسطے تعظیم شان فاعل کے۔ شعر (لا اعلم)

ادھر دیکھو تو کس نازو ادا سے یار آتا ہے — مسیحا کی موئی امت کو ٹھوکر سے جلاتا ہے

مسیحا کی موئی امت کو جلانا عظمت شان یار پر دلالت کرتا ہے کبھی واسطے حصر کے۔ شعر (لا اعلم)

ہمیں دیں گالیاں غیروں کو بوسے — ستمگر دل میں شرمایا تو ہوتا

یعنی ہمیں تو خاص گالیاں۔ خاص غیروں کو بوسے۔ اسی طرح تمھیں دیا ہے بولتے ہیں جب مخاطب کو گمان ہو کہ شاید کسی اور کو دیا ہے اگر دیا ہے تمھیں بولیں تب تخصیص مفعول کی نہو گی۔ دیا جانا یقینی ہوجائیگا تقدیم ظرف کی بغرض اہتمام اس کی شان کے ہوتی ہے۔ شعر (مجذوب)

طوبیٰ کے نیچے بیٹھ کے روونگا زار زار — جنت میں تیرے سایۂ دیوار کے لئے

چونکہ جنت میں سایۂ طوبےٰ سے ملکر رونا عظیم الشان تھا لہذا مقدم کیا۔ حال کو بھی اسی غرض سے مقدم لاتے ہیں جب اسکی شان کا اہتمام منظور ہوتا ہے۔ شعر (نسیم)

عریاں مجھے دیکھ کر گیا ہے — کھال اسکی جو کھینچیے سزا ہے

چونکہ جتانا حال کو منظور تھا اس لئے اسکو مقدم کیا۔

فصل پنجم

قصر کا بیان ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ خاص کرنے کو قصر کہتے ہیں۔

پس اگر تخصیص نفس الامر میں ہوگی اس کو حقیقی کہتے ہیں اور اگر تخصیص
بہ نسبت دوسری چیز کے ہے اُس کو اضافی کہتے ہیں ہر ایک انکیں سے
دو نوع ہے اوّل قصر صفت کا موصوف پر۔ دوّم قصر موصوف کا صفت پر
قصر حقیقی صفت کا موصوف پر جیسے زید ہی گھر میں ہے یا گھر میں نہیں
ہے مگر زید۔ گھر میں ہونے کا وصف زید کے ساتھ خاص کیا گیا قصر حقیقی
موصوف کا صفت پر جیسے زید کاتب ہی[1] ہے یا نہیں ہے زید مگر کاتب۔
یعنی سوائے کاتب ہونے کے اور کوئی وصفِ ذات زید میں نہیں ہے۔
یہ مثال فرضی ہے کیونکہ اور اوصاف بھی گو ہوں مگر اُن کو معدوم خیال
کیا گیا۔ قصر اضافی کی تین قسمیں ہیں۔ اوّل قصر افراد یعنی مخصوص کرنا ایک
امر کا دوسرے امر کی جگہ جس میں احتمال شرکت ہو۔ مثلاً کوئی شخص قیاس
کرتا ہو کہ زید اور عمرو دونوں آتے ہیں۔ اُس سے کہا جاوے کہ زید ہی
آیا ہے نہ عمرو۔ قیاس مخاطب کا بابت شرکت کے قصر سے رفع کیا گیا۔
اس قصر میں شرط ہے کہ دونوں وصف منافی نہوں ورنہ احتمال شرکت
غیر ممکن ہوگا۔ مثال زید بینا ہے نہ اندھا یہاں بینا اور اندھے ہونے

---

[1] لفظ ہی کبھی بمعنی مجرد فی الفور کے بھی آتا ہے۔ شعر (میر حسن)

میں حشر کو کیا روؤں کہ اٹھ جاتے ہی تیرے — برپا ہوگی اک مجھ پہ قیامت ہی یہیں اور

اور لفظ ہی مفید معنی حصر جب مسندالیہ کے ساتھ ہو تو فعل منفی کے حالت میں اثبات بالاشتمال اور فعل مثبت کی حالت میں مسندالیہ کی نسبت اثبات اور غیر کے نسبت نفی مقصود ہوتا ہے مثلاً زید نے ہی نہیں مارا یعنی بکر عمر وغیرہ نے بھی مارا اور جیسے زید نے ہی مارا یعنی زید کے سوا عمرو وغیرہ نے نہیں مارا اور فعل منفی کی حالت میں کبھی مسندالیہ کی نسبت نفی اور غیر کی نسبت ثبوت منظور ہوتا ہے جیسے زید نے ہی نہیں مارا یعنی زید کے سوائے اور سب نے ہی مارا۔

دونوں کا احتمال کسی کو نہ ہوگا۔ دوم قصر تعیین مخصوص کرنا ایک امر کا بجائے دوسرے
امر کی جگہ جس کے تعیین میں شک ہو۔ مثلاً کوئی سمجھتا ہے کہ زید بیٹھا ہے یا عمرو اس سے
کہا جائے کہ زید ہی بیٹھا ہے نہ عمرو یہاں شک رفع ہو کر بالتعیین معلوم ہوگیا
اس قصر میں نہ تنافی شرط ہے نہ عدم تنافی کیونکہ زید کھڑا ہے نہ بیٹھا بھی صحیح ہے جبکہ
اشتباہ ہو کہ یا کھڑا ہے یا بیٹھا۔ سوم قصر قلب مخصوص کرنا ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ
جو اس کے برخلاف ہو مثلاً کوئی شخص زید کا آنا خیال کرتا ہو اس سے کہا جائے کہ
عمرو آیا ہے نہ زید اس قصر میں یہ شرط ہے کہ دونوں وصف منافی و مقابل ہوں
جیسے زید کھڑا ہے نہ بیٹھا نہ یوں کہ زید کھڑا ہے نہ کاتب کیونکہ کھڑا ہونے اور کاتب
ہونے میں تقابل نہیں ہے۔ فقط الفاظ قصر یہ ہیں۔ ہی۔ تو۔ سوا۔ بجز۔ جز۔
بدوں۔ بن۔ بغیر۔ مگر۔ لیکن۔ یہ۔ نہ۔ بلکہ۔ خاص۔ تنہا فقط۔ اکیلا۔ صرف محض
امثلہ۔ شعر (لا اعلم)

پھنسا ہوں کس غضب میں دیکھتا ہوں جب کوئی صورت
دل ناداں مچلتا ہے کہ بس ہم تو یہی لیں گے

شعر (ذوق)

کہتے ہیں لوگ موت تو سب جائے جائے ہے — پر میرے پاس آسے بھی کوئی کھائے جائے ہے

شعر (تاباں)

ہاتھ بیقاعدہ زنداں میں نہ دوڑائے جنوں — طوق ہے میرے گلے میں یہ گریباں تو نہیں

شعر (ناسخ)

جو مجھکو یار نے مارا تو غیر کو کر قتل — عزیز واس کے سوا اور انتقام نہیں

شعر (محمود)

نہ ڈرا نار جہنم سے ہمیں اے واعظ ۔ ہے بجز ذکر عدو ہم کو ڈرانا مشکل

شعر (آشفتہ)

میرا تو کیا قصور ہے بیتاب و بے قرار ۔ بجز غیر اور کون ہیں تیرے واسطے

شعر (ذوق)

چاندنی نے شب تجھ بن روپ یہ دکھایا تھا ۔ مجھکو ماہتابی پر دھوپ میں بٹھایا تھا

شعر (لااعلم)

بغیر تیرے نہیں کوئی یار آنکھوں میں ۔ پھرے ہے تو ہی تو لیل و نہار آنکھوں میں

شعر (میر)

سب گئے صبر و ہوش و تاب و تواں ۔ لیکن اے داغ دل سے تو نہ گیا

شعر (معروف)

اور تو باتیں بری پھٹ گئیں سب جیتے جی ۔ آنکھ مندے پر گیا ایک مگر دیکھنا

شعر (لطف)

نہیں سمندر و پروانہ پر وہ آتش ہوں ۔ کہ جس کے نام سے آتش کو احتراز رہا

شعر (غالب)

کیوں گردش مدام سے گھبرا نہ جائے دل ۔ انسان ہوں پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں

شعر (خیال)

مژگاں کی یہ کاوش نہیں ناوک فگنی ہے

ابرو کی اشارت نہیں شمشیر زنی ہے

شعر (میر حسن)

روٹھا کرے وہ کیوں نہ کسی اور سے حسن — یہ سب بگاڑ چاہ کا ہے اور کچھ نہیں

شعر (غالب)

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئینگے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

شعر (میر حسن)

پر اس قید میں بھی ترا دھیان ہے — فقط تیرے ملنے کا ارمان ہے

اور جیسے نہ چاندی ہے نہ سونا ہے بلکہ رانگہ ہے۔ شعر (وصال)

آئینہ کھو رنے کو سب سے نرالا نکلا — منہ تو دیکھوں یہ بڑا چاہنے والا نکلا

فصل ششم

انشا کا بیان انشا کے بہت اقسام ہیں۔ اول تمنا یعنی آرزو کرنا اور طلب کسی شئے کی بطریق محبت کے خواہ تمنی ممکن الوجود ہو یا محال۔ الفاظ اُس کے۔ کاش کاش کے۔ اے کاش۔ اے کاشکے۔ خدا کرے۔ خدا وہ دن کرے۔ اللہ کرے شاید۔ مگر۔ کہیں۔ ہیں۔ شعر (مومن)

گر یہی شوقِ شہادت ہے تو مومن جی چکے — مار ڈالے کاش کوئی کافرِ دلجو ہمیں

شعر (میر تقی)

کاشکے دل دو تو ہوتے عشق میں — ایک رہتا ایک کھوتے عشق میں

شعر (غالب)

جانا پڑا رقیب کے در پر ہزار بار　　اے کاش جانتا نہ تری رہگذر کو میں

شعر (میر تقی)

خدا کرے مرے دل کو ٹک اک قرار آئے　　کہ زندگی تو کروں جب تلک کہ یار آئے

شعر (غالب)

مرے دل میں ہی غالب شوقِ وصل و شکوۂ ہجراں　　خدا وہ دن کرے جو اُس سے میں یہ بھی کہوں وہ بھی

شعر (ولہ)

وحشت و شیفتہ اب مرثیہ کہویں شاید　　مر گیا غالبِ آشفتہ نوا کہتے ہیں

شعر (میر حسن)

مگر غنچہ ساں کچھ کھلے میرا دل　　کہ غم نے کیا ہے بہت مضمحل

شعر (سودا)

جی تک تو دیکھ لوں کہ تو ہو کارگر کہیں　　اے آہ کیا کروں نہیں بکتا اثر کہیں

کبھی لفظ تمنا محذوف بھی ہوتا ہے۔ شعر (غالب)

میری قسمت میں غم گر اتنا تھا　　دل بھی یارب کئی دیے ہوتے

شعر (مومن)

اے اجل ایک دن آخر تجھے آنا ہے ضرور　　آج آتی شبِ فرقت میں تو احساں ہوتا

کبھی حرف استفہام سے بھی تمنا کا مطلب نکلتا ہے۔ شعر (مضطر)

مجھ[1] سے کس واسطے اب آپ کے وہ طور نہیں

میں وہی خادمِ دیرین ہوں کوئی اور نہیں

---

[1] مراد یہ ہے کہ کاش وہی طور پھر ہوں۔

دوم استفہام ... کے لیے ہیں آیا۔ کیا طلب تصدیق وطلب تصور کے لئے
کون۔ کونسا۔ طلب تعیین ذوی العقول یا غیر ذوی العقول کے لیے۔ کتنا۔ کتنے استفسار
طلب کمیت عدد و مقدار کے لئے۔ کدھر استفسار جہت کے لئے کب۔
وقت استفسار زمان کے لئے کہاں۔ استفسار مکان کے لئے۔ کیوں
کس لئے کسواسطے۔ طلب سبب کے لئے کس طرح۔ کیونکر۔ کیسے۔ طلب وضع کیلئے
کیسا۔ کیسے۔ طلب کیفیت کے لئے کس۔ طلب تعیین ذوی العقول وغیرہ
ذوی العقول کے لئے۔ مگر طلب تصدیق کے لئے اور کیا۔ واسطے طلب
ماہیت کسی شے کے بھی آتا ہے۔ **شعر** (غالب)

ہے اب اس معمورہ میں قحط غم الفت اسد   ہم نے یہ مانا کہ دہلی میں رہیں کھائینگے کیا

---

۵ طلب تصدیق صدور فعل کی جبکہ ذات فعل میں شک ہے یعنی استفسار نسبت ثبوتی یا سلبی کا درمیان دو شئی کے جیسے کیا آگیا زید اور آیا سوتا ہے زید۔ طلب تصور جسمیں نسبت نہیں ہوتی یعنی اسمیں صدور ذات فعل کا متحقق ہے۔ مگر طلب کا تصور فاعل یا مفعول مطلوب ہے جیسے کیا زید نے عمرو کو مارا اور آیا زید نے عمرو کو مارا یوں تب بولینگے جب فاعل میں شک ہوگا اور جیسے کیا عمرو کو مارا زید نے اور آیا عمرو کو مارا زید نے یوں تب بولتے ہیں جب مفعول میں شک ہو۔ اور لفظ آیا و کیا طلب تصدیق وطلب تصور کے معنی پر قضایائے شرطیہ منفصلہ پر آتا ہے۔ واضح ہو کہ اصطلاح منطق میں قضیہ اُس بات کو کہتے ہیں جس کے کہنے والے کو جھوٹا یا سچا کہہ سکیں اور اُسکی تین قسمیں ہیں حملیہ شرطیہ متصلہ شرطیہ منفصلہ۔ اگر محکوم و محکوم بہ مفرد ہوں وہ حملیہ ہے اور مفرد نہ ہونے کی صورت میں اگر حکم باتصال ہے تو شرطیہ متصلہ ہے اور اگر حکم بانفصال ہے تو شرطیہ منفصلہ انفصال یہ کہ شرط کی دونوں نسبتیں جمع ہو سکیں نہ رفع مثلاً آیا سوتا ہے زید یا جاگتا سوتا اور جاگتا ایک ذات میں نہ جمع ہو سکتے ہیں نہ رفع یعنی ممکن نہیں کہ سوتا بھی ہو اور جاگتا بھی نہ یوں ممکن کہ نہ سوتا ہو نہ جاگتا ہو کبھی جو جز ثانی محذوف ہوتا ہے مثلاً ہر دو امثلہ طلب تصدیق میں یا نہیں آتا اور یا جاگتا محذوف ہیں اور طلب تصور کو اول مثال میں عمر یا بکر اور دوم میں یا بکر کو محذوف ہے۔ ۱۲۔۔۔۔

مدعی مجھکو کھڑے صاف برا کہتے ہیں، (دبیر) چپکے تم سنتے ہو بیٹھے ہوئے کیا کہتے ہیں

آہ وہ کون تھا خدا مارا (معروف) جس نے اس سے مجھے لگا مارا

ہزاروں رنج و غم ہیں خانۂ دل میں نہیں کھلتا (ظفر) کہ صاحب خانہ ہیں کتنے اور مہمان کتنے ہیں

کسقدر شرح گرانباری غم لکھی تھی (ممنون) کہ مرے نامہ نے مار دیے کبوتر توڑا

دل کو لے بھاگے کدھر ہاتھ سے تیرے (انشا) کوئی کھڑکی بھی تو اس گنبد بیدر میں نہیں

مضطر ہو کب میں شب اٹھا اے ماہرو نہ آیا (طالب) گھر سے تری گلی میں، تا بام تو نہ آیا

وہ جنازے پر مرے کسوقت آئے دیکھنا (ذوق) جبکہ اذن عام میرے اقربا کہنے کو ہیں

کیا پوچھتا ہے ہمدم اس جسم ناتواں کی (زبانی) رگ رگ میں نیش غم ہے کہیئے کہاں کہاں کی

کچھ تو سمجھ کیا ہے جو اسکو دیا ہے دل (معروف) کیوں ناصحا عبث ہمیں سمجھائے جائے ہے

شانہ کا دل چاک پسند آپ کو آیا (ذوق) کسواسطے ان سینہ فگاروں سے تو کہیئے

کسطرح سے نہ مانگیں تمھیں انصاف کرو (آتش) بوسہ لینے کا سزاوار دہن ہے کس کا

مت پوچھ یہ کہ رات کٹی کیونکہ تجھ بغیر (سودا) اس گفتگو سے فائدہ پیارے گذر گئی

واں ہے یہ بدگمانی جائے حجاب کیونکر (جرأت) دو دن کے واسطے ہو کوئی خراب کیونکر

دہن پیدا ہیں انکے گماں کیسے کیسے (آتش) کلام آتے ہیں درمیاں کیسے کیسے

دمبدم ہے رنگ تغیر مرا حیران ہے (مومن) رنگ کیسا مری تصویر میں بہزاد بھرے

دوستدار اسکا جو مجھ سا اٹھ گیا دنیا سے ہے (آتش) بیکسی پھرتی ہے کیسی ماری ماری اندنوں

رشک کہتا ہے کہ اسکا غیر سے اخلاص حیف (غالب) عقل کہتی ہے کہ وہ بے مہر کس کا آشنا

کعبہ کس منہ سے جاؤگے غالب (ولہ) شرم تم کو مگر نہیں آتی

جو چمن میں گزرے تو اے صبا تو یہ کہیو اُس سے کہ ہیو فا ؎ میر
مگر ایک تیر شکستہ پا ترے باغ تازہ میں خار تھا

کبھی لفظ استفہام کو حذف بھی کر دیتے ہیں۔ شعر (فدوی)

گلہ آپس میں ایسا بھی کبھو تھا ۔۔۔ تکلّف برطرف ایسا ہی تو تھا

کلمات استفہام سے سوائے استفہام کبھی اور کچھ معنی بھی مقصود ہوتے ہیں
مثل اظہار اضطرار و شدت انتظار۔ شعر (ذوقؔ)

وہ جنازے پر مرے کسوقت آئے دیکھنا ۔۔۔ جبکہ اذنِ عام میرے اقربا کہنے کو ہیں

اظہار تعجب۔ شعر (لا ادری)

آتشیں زخمیہ ترے خال کا آنا کیسا ۔۔۔ قائم النار یہ بارود کا دانا کیسا

زجر و توبیخ۔ شعر (غالبؔ)

بے نیازی حد سے گذری بندہ پرور کب تلک
ہم کہیں گے حالِ دل اور آپ فرمائینگے کیا

تمسخر* جیسے چہ خوش۔ شعر (غالبؔ)

کیا خوب تم نے غیر کو بوسہ نہیں دیا ۔۔۔ بس چپ رہو ہمارے بھی مُنہ میں زبان ہے

اظہار تاسّف۔ شعر (احسان)

کہاں وہ گریہ و نالہ وہ جاں بلب رہنا ۔۔۔ کسی کا کام ہمیشہ بنا نہیں رہتا

تعظیم۔ شعر (غالبؔ)

آئینہ دیکھ اپنا سامنہ لیکے رہ گئے ۔۔۔ صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

یعنی بہت کچھ تحسین۔ شعر (ناسخؔ)

کس چین سے ہم اُسکے تصور میں محو تھے　　کنج لحد میں شورِ قیامت مخل ہوا

یعنی نہایت عمدہ چین سے + تحقیر و استغنا۔ شعر (ناسخ)

بار ہا بیٹھ کے کعبہ میں لُنڈھائی ہے شراب　　محتسب کیا ہے خدا کا ہمیں جب پاس نہیں

کیا کرونگا ہاتھ سے حوروں کے واعظ لیکے جام (سودا) ہوں میں ساغر کش کسی کے نرگس مخمور کا

تیس دن میں ایک دن دیکھا نہ روئے رشکِ ماہ (کراہت) یہی تمنا اُس چاند میں دیکھا تھا کس منحوس کا

اظہار گمراہی جیسے کہاں بہکتے پھرتے ہو۔ شعر (میر تقی)

واعظ نا کس کی باتوں پر کوئی جاتا ہے میر　　آؤ میخانے چلو تم کس کی باتوں پر گئے

استفہام تقریری جس سے اُس امر کا اقرار لینا مخاطب سے مقصود ہوتا ہے جس کو وہ جانتا ہے۔ اندریں صورت لفظ استفہام مُنّے اقرار طلب کے متصل لاتے ہیں۔ جیسے اقرار فعل یا فاعل یا مفعول کے مواقع پر یوں کہیں گے (کیا مارا زید نے عمرو کو) (کیا زید نے مارا عمرو کو) (کیا عمرو کو زید نے مارا) استفہام انکاری جس سے اس امر سے انکار کرانا مخاطب کا مقصود ہوتا ہے۔ جسکو وہ جانتا ہے۔ شعر

گلہ آپسمیں ایسا بھی کبھو تھا　　تکلف برطرف ایسا ہی تو تھا

یعنی نہ تھا سوم امر۔ اور وہ طلب فعل کے ہے بطور حکم و استعلا[1] کے۔ شعر (مومن)

مومن آتش محبت میں کہ ہر سب جائز　　حسرت حرمت صہبا مزا میر نہ کھینچ

کبھی امر سوائے حکم کے دیگر معانی کے واسطے آتا ہے۔ اجازت و اباحت

میں جاں بلب ہوں گلا کاٹو یا گلے سے لگو (لا اعلم) جو تمہیں آپ کو منظور ہو وہ جھٹ پٹ ہو

یعنی اختیار ہے کہ ان دونوں میں سے ایک صورت کرو۔ تخویف و تہدید۔

---

[1] استعلا یعنی امر کرنیوالا آپ کو بلند مرتبہ اور دوسرے کو پست قدر سمجھ کر حکم کرے۔

اور مدہوش بنو اور بنو متوالے (لاادری) ہم کو کیا کام ہی ہم کون نصیحت والے
مدہوش بننے کی اجازت مرو نہیں بلکہ تہدید ہے۔ شعر (لااعلم)
قتل کرتے ہیں ترے لب کے تمنائی کو — دیکھ بدنام نہ کر اپنی مسیحائی کو
دیکھ صرف بطور تخویف کے ہے ۔ زجر و توبیخ ۔ شعر (میر)
آ خانہ خرابی اپنی مت کر — قحبہ ہے یہ اس سے گھر نہ ہوگا
آ زجر کے طور پر ہے ۔ تمنا ۔ شعر (امیر حسن)
آجا کہیں شتاب تُو سے مانند نقش پا — تکتے ہیں راہ تیرے سر راہ میں پڑے
دعا ۔ شعر (صاحب)
صاحب جو بنایا ہے تو مانند زلیخا — یوسف سا غلام اک مجھے دے ڈال الٰہی
التماس ۔ شعر (نشاط)
تڑپوں ہوں دیکھنے کو ہے وقت آخری یہ — وہ آئے یا نہ آئے یارو ں بلا تو دیکھو
اور جیسے آئیے بیٹھئے ۔ مساوات ۔ شعر (رند)
بسمل تڑپ کے خون کی چھینٹیں اڑا چکے — دامن سمیٹ اپنا کر اب آستیں الٹ
یعنی دونوں مساوی ہیں اظہار و اہانت و کم قدری کسی شئے کی ۔ شعر (سودا)
ہوتی نہیں ہے صبح نہ آتی ہے مجھ کو نیند — جس کو پکارتا ہوں وہ کہتا ہے مر کہیں
کبھی امر کو محذوف بھی کر دیتے ہیں ۔ شعر (مومن)
اُس کو میں جا مرینگے مدد اے ہجوم شوق — آج اور زور کرتے ہیں بیطاقتی سے ہم
کبھی صیغہ مستقبل بھی امر کے معنی دیتا ہے جیسے کل یہاں آپ آئینگے اور میں
ہمراہ چلونگا یعنی آئیو ۔ کبھی مصدر بھی معنے امر کے دیتا ہے ۔ شعر (سودا)

کیفیت چشم اسکی مجھے یاد ہے سودا ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں

چہارم نہی اور وہ طلب ترک فعل کی ہے۔ شعر (انیس)

قدم نہ رکھ مرے چشم پر آب کے گھر میں کہ ہے یہ نوح کا طوفان حباب کے گھر میں

نہی بھی امر کی طرح سوائے اپنے معنے کے اور معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ مثلاً شعر (جرأت)

مل نہ مل پاس مرے بیٹھ نہ بیٹھ آ کہ نہ آ جس نے بہکایا ہے تجھ کو تو اسی کے گھر جا

نہ ملنا مراد نہیں بلکہ تہدید ہے یہ دعا۔ شعر (ناسخ)

دم اخیر تو کر لوں نظارہ جی بھر کر الٰہی خنجر سفاک آبدار نہ ہو

التماس۔ شعر (غالب علی خاں سید تخلص)

یارو مرے بالیں سے نہ اٹھو نہ جدا ہو حالت مری اچھی نہیں کیا جانیے کیا ہو

پنجم ندا اور وہ طلب اقبال ہے۔ یعنی پکارنا حروف ندائیہ ہیں۔ اے۔ او۔ ارے۔ ابے۔ ری۔ بی۔ یا الف ندا۔ شعر (غالب)

شوریدگی کے ہاتھ سے سر ہے وبال دوش صحرا میں اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں

ابتو ہر دم ہے یہی کوچہ جاناں میں پکار (لااعلم) بیچتا ہے تو ادھر آ ارے او دل والے

یوں کریں چارہ بیماری اغیار وہ لب (ممنون) یہ مرے درد کی ہوتی ہے دوا یا قسمت

ناصحا دل میں ذرا سوچ تو اتنا ہی کہ ہم (مومن) لاکھ ناداں سہی کیا تجھ سے بھی ناداں ہونگے

اور منادی ضرور نہیں کہ مخاطب ہی ہو بلکہ غائب یا متکلم کو بھی حاضر سمجھ کر منادی بنا لیتے ہیں۔ شعر (لااعلم)

میری لیلیٰ کو کر دیا مجنوں اے سکندر میں تجھکو کیا کوسوں

عشق کا ہو درد اے ناسخ نہ کیونکر لادوا (ناسخ) زخم ہائے تیر مژگاں کا نشاں ہوتا نہیں

اور ندا کو غیرِ ندا کے مقام پر بھی استعمال کرتے ہیں اور اُس سے اظہارِ حسرت و مصیبت و حیرت مراد ہوتی ہے جبکہ آسمان یا زمانہ یا شب و روز یا غم وغیرہ منادی ہوتے ہیں اور اظہارِ کمال بیطاقتی و جوش و شوق مقصود ہوتا ہے جبکہ بادِ صبا و منزلِ محبوب وغیرہ اشیا غیرِ قابل خطاب مخاطب ہوتے ہیں۔ شعر (میر)

ہم خاک میں ملے تو ملے لیکن اے فلک　　اُس شوخ کو بھی راہ پہ لانا ضرور تھا

چل پرے ہٹ مجھے نہ دکھلا مُنہ (مومن)　　اے شبِ ہجر تیرا کالا مُنہ

اے غمِ یار میں بندہ ہوں رفاقت کا تری (لا اعلم)　　نہ کیا تو نے گوارا مری تنہائی کو

اے مرگ آکہ میری بھی رہ جائے آبرو (شیفتہ)　　رکھا ہے اُس نے سوگ عدو کی وفات کا

اس سرے دل کی خرابی ہوئی اے عشق دریغ (میر)　　تو نے کس خانۂ مطبوع کو ویران کیا

(میر)　جو چمن میں گذرے تو اے صبا تو یہ کہیو اُس سے کہ بیوفا

مگر ایک تیر شکستہ پا ترے باغ تازہ میں خار تھا

حرفِ ندا محذوف بھی ہوتا ہے۔ شعر (مومن)

درد ہے جان کے عوض ہر رگ و پے میں ساری　　چارہ گر ہم نہیں ہونے کے جو درماں ہوگا

ششم دعا جناب باری سے کچھ مانگنا۔ شعر (گویا)

میں گویا خوش ہوں اُسکی زندگی سے　　رہے خوش یا الٰہی وہ جہاں ہے

فائدہ۔ جو حالات پانچ باب سابق میں درباب خبر مذکور ہوئے اکثر اُن میں سے انشا میں بھی جاری ہو سکتے ہیں مثلاً کلام انشائی یا موکد ہوگا یا غیر موکد اور مسند الیہ محذوف ہوگا یا مذکور علیٰ ہذا القیاس

مطالب جن کو انشا میں بھی جاری کرے۔

فصل ہفتم

وصل و فصل کا بیان ایک جملے پر دوسرے جملے کے معطوف کرنے کو وصل اور عطف کرنے کو فصل کہتے ہیں۔ جب ایک جملہ دوسرے جملہ کے بعد آوے تو دیکھنا چاہیئے کہ جملہ اوّل کا کیا حال ہے اگر وہ محل اعراب ہے یعنی مبتدا یا خبر یا صفت یا حال یا صلہ یا جزاء شرط وغیرہ ہے پس اگر جملہ دوم کو بھی جملہ اول کے حکم میں شریک کرنا منظور ہو یعنی اسکو بھی ویسا ہی مبتدا یا خبر یا صفت وغیرہ بنانا منظور ہو تو اس کو مثل مفرد کے عطف کرنا چاہیئے یعنی جیسا ایک مفرد کو دوسرے مفرد کے اعراب میں شریک کرنا ہوتا ہے یعنی دونوں مفرد فاعل یا مفعول یا خبر وغیرہ ہوتی ہیں تو عطف کرتے ہیں جیسے زید اور عمر آئے یا زید اور عمر کو مارا۔ اسی طرح جملہ کو بھی کرنا چاہیئے مگر یاد رہے کہ عطف واو یا اور کے ساتھ تب درست ہوگا جب دونوں میں وجہ جامع یعنی کچھ مناسبت پائی جائے مسند خواہ مسند الیہ میں جیسے یار کی چشم فتاں نے دل لے لیا۔ اور غمزۂ دل فریب نے ایمان اس میں توحد مسند وجہ جامع ہے یا زید ناظم و ناثر ہے اور زید لیتا اور دیتا ہے۔ مناسبت نظم اور نثر کی اور نسبت تضا دلینے دینے میں وجہ جامع ہے مگر زید ناظم اور سخی ہے یا زید کاتب اور بخیل ہے درست نہیں۔ اسی طرح جملات زید شعر لکھتا ہے اور عمرو نثر لکھتا ہے یا زید خوبصورت ہے اور عمرو کریہ منظر ہے میں عطف

درست ہے کیونکہ شعر اور نثر میں یا خوبصورت اور کریہ منظر میں مناسبت ہے اور یہ تب درست ہوگا جب زید اور عمرو میں کچھ مناسبت اور علاقہ ہو مثلاً دونوں بھائی ہوں یا دوست یا دشمن اس لئے یہ کہنا درست ہے کہ زید شاعر ہے اور عمرو خوبصورت ہے خواہ زید اور عمرو میں مناسبت ہو یا نہ ہو کیونکہ شاعر اور خوبصورت میں کچھ مناسبت نہیں ہے۔ اسی طرح یہ کاغذ سفید ہے اور بگلا بھی۔ بھی غلط ہے کیونکہ کاغذ اور بگلے میں کچھ نسبت نہیں ہے اور حکم جملۂ اوّل میں جملۂ دوم کو شریک کرنا منظور نہو تو عطف نہ کرینگے کیونکہ عطف سے جملۂ دوم جملۂ اوّل کے حکم میں شریک ہوجاویگا اور خلاف مقصود معنی کا شریک پڑے گا مثلاً زید کہتا ہے کہ آج عمرو آویگا یہ قول قابل اعتبار نہیں اِن دونوں جملوں میں اگر عطف لاتے تو جملۂ دوم بھی خلاف مقصود زید کا مقولہ سمجھا جاتا۔ شعر (سوز)

لوگ کہتے ہیں مجھے یہ شخص عاشق ہی کہیں عاشقی معلوم لیکن دل تو بے آرام ہے

ہے اب اس معمورہ میں قحطِ غمِ الفت اسد (غالب) ہم نے یہ مانا کہ دہلی میں رہیں کھائینگے کیا

شعر اوّل مصرع دوم میں اگر عطف لاتے تو مقولہ لوگونکا ہوجاتا اور دہلی میں رہیں گے بعد درصورت عطف کھائینگے کیا مفعول مانا کا ہوجاتا اور یہ مراد نہیں۔ اور اگر جملہ اوّل محل اعراب نہو اور جملہ دوم کو جملہ اوّل کے ساتھ واؤ کے سوائے کسی اور حرف کے ذریعہ سے مربوط کرنا منظور ہو تو یہ عطف بلا ضرورت شرط وجہ جامع کے درست سمجھا جائیگا جیسے زید آیا پھر عمرو گیا اسمیں تعقیب و مہلت ملحوظ ہے۔ اور اگر جملۂ دوم کو جملۂ اوّل کے ساتھ سوائے واؤ

کے اور حرف کے ساتھ عطف کرنا منظور نہو پس اگر جملہ اوّل کے واسطے
ایسا حکم ہے جس میں جملۂ دوم کو شریک کرنا مقصود نہیں ہے تو فصل واجب
ہے کیونکہ عطف سے اشتراک حکم لازم آجائیگا جیسے زید نے آکر عمرو کو سلام
کیا وہ نہایت خوش ہوا اور صورت عطف میں لازم آتا ہے کہ یہ بھی زید کے فعل
میں سے ہو۔ شعر (درد)

حیف کہتے ہیں ہوا گلزار تاراجِ خزاں آشنا اپنا بھی واں ایک سبزۂ بیگانہ تھا

مصرعہ دوم جو مقولہ شاعر ہے درصورت عطف کہتے ہیں کا مقولہ ہوجاتا ہے
اور اگر جملہ اوّل کے واسطے ایسا حکم جس میں جملۂ دوم کو شریک کرنا نہیں
چاہتے نہو پس اگر کمال انقطاع یا کمال اتصال ہو تو فصل واجب ہی ورنہ
وصل کیونکہ عطف میں ضرور ہے کہ معطوف و معطوف الیہ میں مناسبت
بھی ہو اور مغائرت بھی اور کمال اتصال میں مغائرت نہیں اور کمال
انقطاع میں مناسبت نہیں ہوتی کمال انقطاع یا بسبب اختلاف
جملتین کے ہوتا ہے یعنی ایک خبریہ ہو دوسرا انشائیہ جیسے۔ شعر (یاس)

دم تو لے تیغ تلے اے طپشِ دل تھم جا دیکھ قاتل کا مرے دھیان بٹا جاتا ہے

کافر ہوں سیر ہم رہیں محروم واعظا (ناسخ) گر میکدہ پہ حکم نہ جاری فرات کا

تو چھیڑ اے نکہتِ بادِ بہاری راہ لے اپنی (انشا) تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

تو غریق رحمتِ پروردگار (خوشنود) آج ساقی کا پیالہ ہو گیا

عقل سے اپنی کوئی تدبیر جو چاہے کرے (ظفر) پر ہو بے تقدیر کیا تقدیر جو چاہے کرے

یا یہ کہ وجہ جامع نہ ہو جیسے زید خوبصورت ہے اور عمر سوتا ہے۔ شعر (غالب)

یہ لاش بے کفن اسدؔ خستہ جاں کی ہے   حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

اور کبھی اگرچہ وجہ جامع موجود ہو۔ مگر عطف سے ایہام خلاف مقصود کا ہوتا ہے لہذا عطف نہیں کرتے۔ شعر (مؤلفہ)

میں نے یہ کہا کہ مر رہا ہوں   وہ بولا یہی تو چاہتا ہوں

کمال اتصال اس صورت میں ہوتا ہے کہ جملہ دوم جملہ اوّل کی تاکید لفظی ہو یا معنوی یا بدل۔ شعر (ذوقؔ)

مذکور ترے بزم میں کس کا نہیں آتا   پر ذکر ہمارا نہیں آتا نہیں آتا

نہیں آتا دوم تاکید لفظی نہیں آتا اوّل کی ہے۔ شعر (مومنؔ)

بیخود تھے غش تھے محو تھے دنیا کا غم نہ تھا   جینا وصال میں بھی تو مرنے سے کم نہ تھا

ہر ایک جملہ مصرعۂ اوّل کا ایک دوسرے کا تاکید معنوی ہے۔ شعر (فرخؔ)

چشم سے نور گیا تن سے تواں دل سے صبر   ہجر میں تیرے جدا مجھ سے ہوا کیا کیا کچھ

جدا ہونے کا کچھ جزو مصرعۂ اوّل میں بیان کیا بدل بعض ہے۔ شعر (برکتؔ)

دلِ بیتاب کو کس طرح سے ٹھہرائے کوئی   مجھے سمجھائے کوئی یا اُسے سمجھائے کوئی

طرح کا بیان مصرع دوم میں ہے یا جملۂ اوّل مجمل اور شرح طلب ہو جملۂ دوم اُس کا بیان کرتا ہو۔ شعر (کرمؔ)

اسیری نے کی پردہ پوشی جنوں کی   کیا طوق گردن نے کار گریباں

مصرعۂ دوم میں پردہ پوشی کی شرح ہے۔ شعر (معروفؔ)

بعد مرنے کے ملی میری سیہ بختی کی داد   نعش کے ہمراہ تھا وہ موئے سر کھولے ہوئے

مصرع ثانی میں داد ملنے کا بیان ہے یا دوسرا جملۂ اہم ہوا دل سے غرض

متعلق نہ ہو مثلاً آپ تشریف لائیے لیجیے حقہ پیجیے۔ جائیے آرام کیجیے۔ اصل مطلوب دوسرا جملہ ہے اس لئے فصل کیا گیا۔ یا یہ کہ جملہ دوم مستانفہ ہو یعنی جواب ہو اس سوال کا جو جملۂ اوّل سے پیدا ہوتا ہو تو بھی عطف نہ کریں گے۔ شعر (اکسیر)

پڑھنے لیتے ہیں صفحے سے مضموں ترے خط کا
کاغذ میں سیاہی دم تحریر نہ چھوٹی

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس سبب سے نہیں پڑھا مصرع دوم جواب ہے کبھی جواب مقدر ہوتا ہے صرف وجہ مذکور ہوتی ہے۔ شعر (میر)

جہاں کو فتنہ سے خالی کبھی نہیں پایا
ہمارے عہد میں تو آفت زمانہ ہوا

سوال یہ کہ اب خالی ہے یا نہیں۔ جواب نہیں۔ بوجہ مصرعہ دوم کمال اتصال کی حالت میں بھی کبھی ترک عطف سے ایہام خلاف مقصود ہوتا ہے مثلاً کوئی پوچھے تم زید کے گھر گئے تھے وہ جواب دے نہیں جاؤنگا یہاں اشتباہ گذرتا ہے کہ نہیں جاؤنگا ایک جملہ ہے ایسی جگہ رفع ایہام کے لئے یوں کہنا چاہیے نہیں ہیں اب جاؤنگا یا عنقریب جاؤنگا۔ یہ صورتیں فصل کی تھیں۔ اور وصل کے دو موقع ہیں اوّل یہ کہ گو کمال انقطاع ہو مگر ترکِ عطف میں ایہام خلاف مقصود کا اشتباہ ہو مثلاً کوئی شخص پوچھے کہ آپ ہم سے خفا تو نہیں ہیں وہ کہے کہ نہیں ہیں۔ اور تم سلامت رہو اگرچہ اختلاف جملتین کمال انقطاع ہے مگر ترک عطف میں اشتباہ بددعا کا خلاف مراد ہے۔ دوسرے یہ کہ دونوں جملے درمیان کمال انقطاع و کمال اتصال کے متوسط ہوں مثلاً دونوں خبریہ یا دونوں انشائیہ ہوں اور

اُن دونوں میں وجہ جامع بھی پائی جائے۔ شعر (مومن)

مجھے تو کہتے ہو مت دیکھ میری جانب تو   اور آپ دیکھتے ہو بار بار آئینہ

بیان وجہ جامع | وجہ جامع تین قسم کی ہے عقلی۔ وہمی۔ خیالی۔ عقلی وہ امر ہے جس کے سبب سے عقل دو چیزوں کو قوت متفکرہ میں جمع کرنے کا اقتضا کرتی ہے اور وہ امر تین ہیں اوّل یہ کہ مجزء یا مجزعنہ متحد ہوں یا اُن کی کسی قید مثل صفت یا حال یا ظرف وغیرہ میں اتحاد ہو۔ اتحاد مجز و مجزعنہ کی مثالیں اوپر مذکور ہوئیں اتحاد وصفت جیسے زید فاضل آیا اور عمرو فاضل گیا۔ اتحاد حال جیسے زید دوڑتا آیا اور عمرو دوڑتا گیا۔ اتحاد ظرف جیسے زید بازار میں آیا اور عمرو بازار میں آیا یا زید شام کو آیا اور عمرو شام کو آیا دوم تماثل[۱] یعنی دو چیزیں نوع میں متحد ہوں اور تعین میں مختلف مثلاً زید اور عمرو کہ دونوں نوعِ انسان میں ہیں ایسا ہی تجانس مثلاً آدمی اور گھوڑا جو جنس حیوان میں شریک ہیں اور نیز تشابہ یعنی عرضیات میں متحد ہوں جیسے زید اور عمرو سخاوت یا شجاعت میں شریک ہوں مثلاً اقسام حیوانات کے بیان میں کہا جائے کہ آدمی ایسا ہوتا ہے اور گھوڑا ایسا ہوتا ہے یا جب افراد اسخیا کا بیان ہو تو کہیں زید سخی ایسا ہے اور عمرو سخی ایسا ہے۔ سوم تضائف یعنی ایک کے سمجھنے سے دوسری چیز سمجھی جائے

---

[۱] تماثل کو عقلی اس لئے گنا ہے کہ عقل مدرک کلیات ہے نہ جزئیات پس قوت عاقلہ زید اور عمر دو شکلوں کو تشخص اور تعین خارجی سے مجرد کر لیتی ہے اور اُن سے معانی کلیہ سمجھتی ہے یعنی اُن کو ایک چیز یعنی انسان خیال کرتی ہے۔

مثلاً باپ اور بیٹا۔ یا علت و معلول۔ مثلاً آفتاب اور روز یا اکثر و اقل۔ مثلاً عمرو بڑا ہے۔ اور زید چھوٹا ہے اور جامع وہمی وہ امر ہے کہ جس کے سبب سے وہم دو چیزوں کو قوت متفکرہ میں جمع کرنے کا تقاضا کرتا ہے حالانکہ عقل اُن کو جدا جدا مانتی ہے وہ تین قسم ہے اوّل شبہ تماثل جیسے سفیدی اور زردی یا سبزی و سیاہی کہ وہم ان دونوں کو بسبب ہونے غایت خلاف کے مثل یکدیگر سمجھتا ہے یعنی سفیدی کو زیادہ صاف زردی سے اور زردی کو زیادہ مکدر سفیدی سے سمجھتا ہے حالانکہ عقل دونوں کو دو نوع متبائن ایک جنس کی افراد شمار کرتی ہے دوم تضاد[ل] یعنی دو امر وجودی کہ ایک محل پر باری باری آسکتے ہوں اور اُن میں غایت خلاف ہو۔ مثلاً سفیدی اور سیاہی سوم شبہ تضاد جیسے آسمان و زمین یا اول و دوم اگرچہ آسمان و زمین وجودی ہیں ایک نہایت بلند اور ایک نہایت پست مگر چونکہ اجسام ہیں اعراض نہیں اور اس لئے ایک محل پر پس یک دیگر نہیں آسکتے اس لئے متضاد نہیں کہی جا سکتی اور اوّل و دوم میں غایت خلاف نہیں ہے کیونکہ اول سے بہ نسبت دوم کے سوم و چہارم زیادہ مخالف ہیں لہذا اُن کو بھی متضاد نہیں کہہ سکتے تیسرا جامع خیالی وہ امر ہے جس کے سبب سے خیال دو چیزوں کو قوت متفکرہ میں

ل تضاد اور شبہ تضاد کو جامع وہمی میں اس لئے گنا ہے کہ وہم ان دونوں کو بمنزلہ تضایف کے خیال کرتا ہے کیونکہ ان میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ جب ان میں سے ایک ذہن میں گذرتا ہے تو فوراً دوسرا بھی ذہن میں آجاتا ہے اور یہ کام وہم کا ہے ورنہ عقل ایک کو بدوں دوسرے کے سمجھ سکتی ہے۔

جمع کرنے کا تقاضا کرتا ہے اور یہ اس سبب سے ہوتا ہے کہ عطف کرنے سے پہلے
اُن دونوں کے تصور خیال میں متقارب ہوں اور اسباب قرب کے مختلف ہیں
اسی سبب سے یہ صورت خیالیہ ترتیب اور وضوح کی۔ ویسے مختلف ہوتی ہیں کیونکہ
بعض صورتیں ایک شخص کے خیال میں ایک دوسرے سے کبھی علیحدہ نہیں ہوتیں
اور دوسرے کے خیال میں ہرگز مجتمع نہیں ہوتیں۔ مثلاً قلمدان۔ چاقو۔ کاغذ وغیرہ
کی صورتیں کاتب کے ذہن میں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتیں اور دھوبی
کا ایسا حال نہیں ہے۔ اور بعض صورتیں ایک شخص کے خیال سے بالکل غائب
نہیں ہوتیں اور دوسرے کے خیال میں کبھی گذر نہیں کرتیں مثلاً زید کے معشوق
کی صورت اُس کے خیال سے کبھی جدا نہیں اور عمرو کے خیال میں کبھی نہیں آتی۔
اندریں صورت طالبہ کو وجہ جامع خیالی کا جاننا نہایت ضرور ہے کیونکہ اُس کی بنا
عادت اور طبیعت پر ہے جو ایک دوسرے سے بشدت مختلف ہوتی ہے۔ مثلاً
کہیں کہ قامت یار دیکھا اور قیامت یاد آئی یہاں قد یار اور قیامت میں وجہ جامع
فتنہ انگیزی ہے اور چونکہ یہ خیال شاعرانہ ہے پس شاعر کے نزدیک یہ دونوں مناسب
ہیں عام آدمی اس کو ہرگز نہ سمجھے گا۔

فصل ہشتم

ایجاز۔ واطناب و مساوات کا بیان مطلب تین طرح پر ادا کیا جا سکتا ہے۔ اوّل مساوات اور
وہ ادا کرنا اصل مراد کا ایسی لفظ سے ہے جو ضرورت سے نہ
زیادہ ہو نہ کم۔ دوم ایجاز اور وہ ادا کرنا ایسے لفظ سے جو اصل مراد سے

کم ہو مگر ناکافی نہو۔ سوم اطناب اور وہ ایسا لفظ ہے جو اصل مراد سے زیادہ ہو مگر کچھ فائدہ دے۔ مثال مساوات۔ شعر (ذوق)

وقت پیری شباب کی باتیں … ایسی ہیں جیسے خواب کی باتیں

اس میں کوئی لفظ اصل مراد سے زیادہ یا کم نہیں ہے۔ ایجاز دو قسم ہے اول ایجاز قصر جس میں کچھ حذف نہ کیا گیا ہو جیسے مثل نادان کی دوستی جی کا جنجال۔ یہ قصر ہے اس عبارت کا جو نادان کے ساتھ دوستی کرتا ہے اسکے جی کو اس کی دوستی جنجال ہو جاتی ہے۔ دوم ایجاز حذف جس میں حذف کر دیا گیا ہو کوئی جزو جملہ کا مثل مسند اور مسند الیہ کے یا مفعول وغیرہ جس کی مثالیں اوپر بھی گذریں۔ شعر (ذوق)

اسکے لب خنجر کا لینا ہے اگر بوسہ … تو اے دل پر حسرت کیا دیر لگائی ہے

تو لے محذوف ہے۔ کیا دیر لگائی ہے جو جملہ جزائیہ کا مؤثر ہے۔ اسکا قائم مقام ہے مثال حذف مضاف ہے۔ شعر (سید)

سید سے یہ عداوت اللہ رے کفر بت … پڑھنے جنازہ اسکا سب آئے تو نہ آیا

یعنی نماز جنازہ۔ شعر (جامی)

کیا پوچھتا ہے ہمدم اس جسم ناتواں کی … رگ رگ میں نیش غم ہے کہئے کہاں کہاں کی

تاب بوسہ کی کسے دیں بھی وہ اب شیفتہ گر (شیفتہ) … کر چکی کام یہاں لذت دشنام اپنا

مثال حذف مضاف الیہ۔ شعر (آتش)

---

[1] کیونکہ اگر اظہار اصل مراد کو ناکافی ہوگا تو عیب اخلال ہے۔

[2] کیونکہ اگر بے کسی فائدہ کے لفظ زیادہ ہوگا تو عیب تطویل ہے یا حشو مفسد یا حشو غیر مفسد۔

مرتے ہیں ہم تو اُسکے لب آبدار پر ‏ گر آب زندگی ہو تو ماریں ہیں دھار پر
یعنی پیشاب کی دھار پر مثال حذف متعلق۔ شعر (کرم)
اے منعم اشک دیکھ کے بہ پا دہ کھینچ ‏ ہر پارۂ جگر ورق انتخاب ہے
یعنی جگر کو۔ شعر (قدسی)
گالیاں کیونکر نہ دیوے تو نے قدوی چھیڑ چھیڑ ‏ ایک تو وہ تھا ہی اُسکو اور بھی بدخو کیا
بدخو تھا ہی۔ شعر (اثر)
آپ میں کہنے لگوں سو ہے کہاں میری مجال ‏ پوچھیے تو احوال میرا ایسی کیا تجھکو پڑی
ایسی غرض۔ مثال حذف جملہ۔ شعر (قائم)
کسی بلا میں پھنسے قید ہوئے جان سے جائے ‏ پر آدمی کو خدا تجھ پہ مبتلا نہ کرے
بعد مصرعۂ اول کے تو بہتر ہے جملہ جزائیہ مقدر ہے۔ شعر (محمود)
ہے زخم جگر ناوک مژگاں کی نشانی ‏ اے چارہ گر اسکا مٹانا نہیں اچھا
مت مٹاؤ محذوف ہے اور وجہ اُس کی مذکور ہے کہ مٹانا اچھا نہیں شعر (رند)
تولنا تیغ کا عبث ہر بار ‏ جو لگانا ہوا لگا بیٹھے
سب آدمیوں کا یہ دستور ہے مقدر ہے۔ اور جیسے کسی کام کے آغاز میں
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا مراد یہ ہے کہ میں اللہ کے نام پر شروع کرتا ہوں اور
اقتران۔ یعنی کوئی کلمہ کسی تقریب سے متصل بولا جائے مثلاً مبارک تقریب شادی
وغیرہ میں۔ شعر (غالب)
علے الرغم دشمن شہید وفا ہوں ‏ مبارک مبارک سلامت سلامت
اطناب۔ اس طرح ہوتا ہے۔ اول بعد ایہام کے ایضاح یا بعد اجمال کے تفصیل

تاکہ ایک امر دو طرح بیان ہو یا معنی ذہن میں خوب مستحکم ہو جائیں۔ یا تکمیل لذت
کے لیے جو اس سے حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً زید کے تذکرہ میں [illegible] بہت
لائق آدمی ہے زید باوجود ضمیر مستتر کے زید مظہر بھی ذکر کیا گیا ہے شعر
کامیابی پر مری کچھ آسماں کو رشک ہے اس لئے مجھ پر ستم کرتا ہے ہر دم آسماں
اُسکے پاؤں سے لگی رہتی ہے دن رات حنا (بتار) خوب دنیا میں بسر کرتی ہے اوقات حنا
دوم توسیع۔ اوّل ایک معدود ذکر کر کے بعدہٗ اس کی تفسیر لاویں۔ شعر (قائم)
دو چیز ہیں یادگارِ دوراں تیرا ستم اپنی جاں فشانی
آٹھ پوسوں پر ہوں تو کر اک بتِ اوباش کا (شہیدی) صبح کے دو شام کے دو روز کے دو شب کے دو
سوم تکرار کلمہ کسی نکتہ کے لئے۔ مثلاً تاکید۔ شعر (مومن)
نہ جاؤں گا کبھی جنت کو میں نہ جاؤں گا اگر نہ ہوئیگا نقشہ تمہارے گھر کا سا
چہارم ایغال یعنی آخر کلام میں کسی نکتہ کے لئے ایسا لفظ لاویں جس کے بغیر اصل
معنی تمام ہو سکیں خواہ وہ نکتہ مبالغہ ہو۔ شعر (غالب)
نالہ جاتا تھا پرے عرش کے میرا اور اب لب تک آتا ہے جو ایسا ہی رسا ہوتا ہے
جو ایسا ہی رسا ہوتا ہے بقصد مبالغہ ہے خواہ وہ نکتہ تحقق تشبیہ ہو۔ شعر (ذوق)
کیا تجھے دلا سیراب اس بحر جہاں کی ہستی ہے ہوا مثل حباب ایک نفس میں
(ایک نفس میں) اس لئے لکھا کہ تشبیہ کامل ہو جائے۔ پنجم تذئیل یعنی ایک جملہ
کے بعد دوسرا جملہ مشتمل اسی معنی پر بقصد تاکید لانا خواہ جملہ دوم ضرب المثل
ہو یا نہ ہو۔ شعر (حسرت)
مجھکو تجھسے خدا جدا نہ کرے میں ہوں تجھ سے جدا خدا نہ کرے

ہمارے آگے ہو ذکر اگلے دوستداروں کا ۔۔۔ پرانے قبروں کی وہ ہڈیاں اکھاڑتے ہیں

ششم تکمیل یعنی اوّل کلام میں جو شبہ ہوتا ہو اسکو دوسرے کلام سے دفع کرنا۔ شعر

ظاہر ہیں دیکھنے کا کچھ اسباب ہی نہیں (نا علم) آئے نگر وہ خواب میں سو خواب ہی نہیں

اوّل کلام سے شبہ ہوتا تھا کہ شاعر کو خواب آتا ہوگا سو (خواب ہی نہیں) سے

شبہ رفع ہوگیا۔ ہفتم تتمیم کسی کلام میں کسی غرض مثل مبالغہ کے لئے کسی قدر

لفظ زیادہ کریں۔ شعر (غالب)

جو عقدۂ دشوار کہ کوشش سے نہ ہو وا ۔۔۔ تو وا کرے اس عقدے سو بھی باشارت

(سو بھی باشارت) سے صرف مبالغہ پیدا ہوا یا میں نے اپنی آنکھوں سے

دیکھا (اپنی آنکھوں سے) تتمیم ہے۔ شعر (ظفر)

ہزاروں میں وہ میرا تھا ایک ہے ۔۔۔ قسم ہے خدا کی خدا ایک ہے

خدا ایک ہے دوبارہ قسم بطور تاکید قسم کے ہے۔ ہشتم۔ اعتراض۔ یعنی درمیان

کلام کے ایک جملہ لانا کسی نکتہ کے لئے سوائے دفع ایہام کے۔ مثلاً

تقدیس کے لئے جیسے اللہ (جل شانہٗ) فرماتا ہے۔ شعر (میر)

اعجاز منہ تکے ہے ترے لب کے کام کا ۔۔۔ کیا ذکر یاں مسیح علیہ السلام کا

یا تعجب کے لئے جیسے آپ کو (اللہ اکبر) اسقدر غرور ہے یا دعا۔ شعر (نواب مرزا لکھنوی)

جلوہ حسن رشک شعلۂ طور ۔۔۔ چشم بددور آنکھ موتی چور

سوائے اس دل کمبخت کے کہ ہو جیو خوار (ہوشیار) ۔۔۔ کہاں نصیب کسی کے کہ تجھ پہ شیدا ہو

یا توصیف۔ شعر (ہوشیار)

تری صفائی رخ پر کہے وہ نور فریب ۔۔۔ یقین لائے وہی جس نے تجھکو دیکھا ہو

باب دوم

علم بیان

علم بیان وہ ہے کہ جس کو مستحضر رکھنے سے ایک معنی کو کئی طریق سے لکھ سکیں کہ ان میں سے کوئی طریق معنی مطلوب پر دلالت[1] واضح رکھتا ہو اور

---

[1] دلالت اس طرح ہونا کسی چیز کا کہ اُسکے جاننے سے دوسری چیز جانی جائے اور پہلی چیز کو دال کہتے ہیں دوسری کو مدلول جیسے دھواں ہونے سے آگ کا سمجھا جاتا ہے پس دھواں دال ہے آگ مدلول اور دلالت تین قسم کی ہے وضعی جیسیں وضع کو دخل ہو عقلی جو بمقتضائے عقل ہو طبعی کہ بسبب اقتضائے طبع ہو اور ہر ایک دو قسم ہے لفظی اور غیر لفظی۔ وضعی لفظی جیسے دلالت لفظ زید کی شخص معلوم کی ذات پر۔ وضعی غیر لفظی چار قسم ہے خطوط۔ اشارات۔ نصب۔ عقود۔ کہ ان سے بدون تلفظ معنی مفہوم ہوتے ہیں خطوط جیسے حروف کتابی اشارات جو اعضا سے کئے جاتے ہیں اور ان سے کوئی معنی مفہوم ہوتے ہیں مثلاً سر ہلانا انکار پر وغیرہ نصب جو کسی مقدار مسافت پر دلالت کرتے ہیں جیسے تالاب۔ چاہ۔ درخت۔ گنبد۔ منارہ۔ تکیہ۔ قبرستان۔ سنگ میل وغیرہ نشان کہ سر راہ ہو پس وہاں پہونچنے سے مقدار مسافت طے شدہ کی بلا لفظ معلوم ہو جاتی ہے۔ عقود یعنی مفاصل انگشتان دست شمار اور تعداد پر دلالت کرتی ہیں بہ ترتیب مقررہ عقلی لفظی جیسے پس دیوار سے کوئی شخص کچھ لفظ معنی دار خواہ بے معنی کہے سامع کو دریافت ہو جائیگا فاعل اس کا آدمی ہے یا نہیں عقلی غیر لفظی جیسے دلالت مصنوعات کے وجود صانع پر یا دلالت آگ کے دھوئیں کے وجود پر یا دلالت دھوئیں کی حرارت پر طبعی لفظی جیسے حرارت لفظ اُح۔ اُح کی درد سینہ پر اگرچہ واضع نے لفظ اُح۔ اُح بمعنی درد سینہ کے نہیں وضع کیا ہے مگر صدور اس لفظ کا بسبب اضطرار اور اقتضائے طبیعت کے ہے اور انتقال اس لفظ سے صرف مدلول یعنی درد سینہ کے عقلی نہیں بلکہ طبعی ہے۔ بہ ممارست عادت طبیعت کے اور طبیعت اُح اُح سننے سے لافظ کی بیماری درد سینہ پر آگاہ ہوتی ہے۔ طبعی غیر لفظی جیسے دلالت سرعت نبض کے تپ پر یا سرخی رنگ چہرہ کی غصہ یا خجالت پر اور زردی اُس کے خوف پر یہ بیان دلالت کا مطابق اصطلاح منطقیین کے ہوا اور مطابق اصطلاح علماء علم بیان کے متن میں درج ہے۔

کوئی واضح تر۔ اور ۲ دلالت تین قسم پر ہے اگر لفظ تمام معنی موضوع لہٗ پر دلالت
کرے وہ وضعی ہے جیسے دلالت لفظ شیر کی جانور معروف پر اگر لفظ جزو موضوع لہٗ
پر دلالت کرے وہ تضمنی ہے جیسے دلالت لفظ انسان کی حیوان پر نہ حیوانِ
ناطق پر جو اُس کے کل معنی ہیں اور اگر لفظ اُس معنی پر دلالت کرے جو حقیقت
موضوع لہٗ سے خارج ہے لیکن لازم اُس کے ہو وہ التزامی ہے جیسے دلالت
لفظ شیر کی شجاع پر اور جیسے دلالت لفظ انسان کی ضاحک یا کاتب پر دلالت
وضعی کو دلالت مطابقہ اور تضمنی اور التزامی کو عقلیہ بھی کہتے ہیں پس ظاہر ہے
کہ علم بیان میں بحث صرف دلالت تضمنی اور التزامی سے ہے اس لئے کہ
دلالت وضعی واضح اور اوضح نہیں ہو سکتی کیونکہ لفظ شیر اور اسد اور ضیغم
معنی موضوع لہٗ پر سب یکساں دلالت کرتے ہیں نہ واضح اور اوضح پس یہ علم
لغت سے متعلق ہے نہ علم بیان سے البتہ دلالات اخیرہ میں ممکن ہے کیونکہ
دلالت التزامی میں ممکن ہے کہ ایک ملزوم کے چند لوازم ہوں کہ بعض بسبب
قلت وسائط کے ملزوم کے قریب ہوں اور بعض بسبب کثرت وسائط کے
اُس سے بعید پس یہی قرب و بعد باعث وضوح اور خفا کا ہو جائیگا جیسے
لمبے انگرکھے والا یعنی شخص دراز قد دلالت التزامی بے واسطہ ہے اور بہت
راکھ والا یعنی مہمان دوست اس میں کئی واسطے ہیں کیونکہ بہت راکھ لازم
بہت لکڑی جلنے کی ہے اور بہت لکڑی جلنا لازم بہت روٹی پکنے کی اور
وہ لازم کثرت مہمان کی اور وہ لازم مہمان دوست ہونے کی ہے پس اول
دلالت بہ نسبت دوم واضح تر ہے علیٰ ہذا القیاس ممکن ہے کہ ایک لازم کو چند

عہ جس معنی کے لئے لفظ کی وضع کی گئی ہو

ملزوم ہوں مثلاً سفیدی لازم ہے برف اور شیر اور عاج اور بط وغیرہ میں یہ جائز ہے کہ لزوم سفیدی کا بعض ملزوموں کی نسبت واضح ہو اور بعض کی نسبت اوضح اور دلالت تضمنی میں ممکن ہے کہ کسی شئے کے چند جزو ہوں اور چند جزو خرد پس جزو اُس شئے پر دلالت واضح تر کریگا بہ نسبت جزو خرد کے اُس شئے پر مثلاً حیوان کی دلالت جسم پر واضح تر ہے بہ نسبت دلالت انسان کے جسم پر۔ غرض کہ علم بیان میں لوازمات معنی کو اعتبار کرنا چاہیے اور کبھی لزوم دونوں طرف سے ہوتا ہے جیسے امام و مقتدی میں کیونکہ امام بغیر مقتدی کے نہیں ہو سکتا اور مقتدی بغیر امام کے نہیں کہلایا جا سکتا اور کبھی ایک طرف جیسے علم و حیات اور جرأت شیر میں کیونکہ جرأت کو شیر لازم نہیں اور شیر کو جرأت لازم ہے اب واضح ہو کہ جب کوئی لفظ معنی موضوع لہ کے واسطے استعمال کیا جائے اُس کو حقیقت[1] کہتے ہیں اور اگر معنی غیر حقیقی کے واسطے استعمال کریں

---

[1] حقیقت دلالت کرنا کلمہ کا ہے بذاتہٖ اپنے وضعی معنے پر موافق اُس اصطلاح کے جسمیں گفتگو منظور ہو مثلاً اصطلاح لغت یا شرع یا عرف مجاز دلالت کرنا کلمہ کا ہے معنی غیر موضوع لہ پر بلحاظ قرینہ دونوں کی چار چار قسمیں ہیں لغوی۔ شرعی۔ عرفی خاص عرفی عام حقیقت لغوی وہ جس معنی کے واسطے لغت میں وضع کیا گیا ہے حقیقت شرعی وہ جس کے واسطے شرع میں وضع کیا گیا ہو حقیقت عرفی خاص وہ جس کے واسطے کسی خاص فرقہ کی اصطلاح میں وضع کیا گیا ہو مثلاً صرف و نحو و منطق وغیرہ۔ حقیقت عرفی عام۔ وہ جس معنی کے واسطے اصطلاح عام میں وضع کیا گیا ہو اور اُسی طرح مجاز کے اقسام مجاز لغوی و مجاز شرعی مجاز عرفی خاص۔ مجاز عرفی عام مثلاً شیر بمعنی درندہ معروف حقیقت لغوی ہے اور بمعنی مرد بہادر مجاز لغوی اور لفظ صلوٰۃ کے معنی اصطلاح شرع میں نماز کے ہیں پس شرع میں اُس معنی پر استعمال کرنا حقیقت شرعی ہے اور اُس اصطلاح میں معنی لغوی دعا پر استعمال کرنا مجاز شرعی اور لفظ فعل کے معنی اصطلاح صرف میں ماضی مضارع وغیرہ کے ہیں پس اصطلاح صرف میں یہ معنی مراد رکھنا حقیقت عرفی خاص ہے اور اسی اصطلاح میں لغوی معنی کرنے کی مراد رکھنا مجاز عرفی خاص ہے اور لفظ دابہ عرف عام میں بمعنی حیوان چارپایہ کے ہے پس اس معنی پر استعمال کرنا حقیقت عرفی عام ہے۔ اور اگر مثلاً بمعنی انسان استعمال کریں تو مجاز عرفی عام ہوگا۔

اُس کو مجاز مگر اس صورت میں معنی حقیقی اور مجازی میں کچھ علاقہ ضرور ہوگا
اور مجاز میں جب کہ معنی موضوع لہٗ متروک ہوں پس اگر وہ علاقہ تشبیہ کا ہے
اُس کو استعارہ اور اگر اور کچھ علاقہ مثل لزوم و سببیت وغیرہ کا ہے اُس کو مجاز
مرسل کہتے ہیں اور اگر معنی موضوع لہٗ کا بھی ارادہ جائز ہو اُس کو کنایہ کہتے ہیں جیسے
استعمال لفظِ نرگس کا بجائے چشم استعارہ ہے اور استعمال لفظ قارورہ کا بول
مریض پر مجاز مرسل ہے چونکہ بول مریض کا اکثر قارورے یعنی شیشی میں رکھتے
ہیں پس یہاں علاقہ معنی حقیقی مجازی میں ظرفیت کا ہے اور لمبے انگرکھے
والا بمعنی دراز قد کنایہ ہے مثال استعارہ میں مراد صرف چشم سے ہے نہ
نرگس سے علیٰ ہذا القیاس مجاز مرسل میں صرف بول سے نہ شیشی سے مگر
کنایہ میں شخص دراز قد کے سوائے اگر لمبا انگرکھا ہونا مراد کریں تو بھی جائز
ہے پس چونکہ استعارہ منحصر ہے ادراک ماہیت تشبیہ پر لہٰذا مدار علم بیان
کا چار چیز پر ہے تشبیہ[1]۔ استعارہ[2]۔ مجاز مرسل[3]۔ کنایہ[4] اب ہر ایک کا بیان
ایک فصل میں ہوتا ہے۔

ف اس تقریر سے تشبیہ مقاصد اصلی بیان سے نہیں ثابت ہوتی ہے بلکہ فروع اور لوازم میں
سے ہے مگر بعض محققین کی رائے ہے کہ جب معنی موضوع لہٗ متروک ہوں اُس کے دو اقسام ہیں۔
استعارہ و مجاز مرسل حسب بیان متن ہیں اور جب معنی موضوع لہٗ کا بھی ارادہ ہے اُسمیں بھی اگر علاقہ مشابہت کا
ہے اُسکو تشبیہ کہتے ہیں اگر اور کچھ علاقہ ہو تو کنایہ اس صورت میں تشبیہ بھی داخل اصول اربع علم بیان ہوگی
اور تشبیہ میں ارادہ ہر دو معنی موضوع لہٗ اور غیر حقیقی کا وہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب کہیں کہ اسکا چہرہ
مثل چاند کے ہے پس یہاں سوائے معنی وضعی کے بھی معنی مراد ہیں یعنی نہایت حسین اور منور ہے اور یہ
معنی لازمی ہیں اور واضح ہو کہ کسی شے کو حسین منور دوسرے طریق سے یوں کہہ سکتے ہیں مثل چاند کے ہے اور یہ
بہ نسبت اُس کے کم واضح ہے اور یہ علم متعلق علم بیان کے ہے۔

فصل اوّل

تشبیہ کے بیان میں | تشبیہ عبارت دلالت مشارکت[1] دو چیز سے ہے
ایک معنی پر اُن دونوں کو اطراف تشبیہ یعنی مشبّہ اور مشبہ بہ کہتے ہیں اور
معنی مشترک وجہ شبہ ضرور ہے کہ مشبّہ اور مشبّہ بہ اگر حقیقت میں مشترک ہونگے
توصفت میں مختلف اور یا بالعکس کیونکہ اگر حقیقت اور صفت دونوں میں اختلاف
نہوگا تو تشبیہ باطل ہوجائے گی اور صفت وجہ شبہ مشبّہ میں کم اور مشبہ بہ میں
زیادہ ہونا چاہیئے ورنہ تشبیہ سے کچھ فائدہ نہوگا اور تشبیہ سے جو مطلب متکلم کا
ہوتا ہے اُس کو غرض تشبیہ کہتے ہیں اور جو لفظ دلالت تشبیہ پر کرتا ہے اُس کو
ادات تشبیہ کہتے ہیں۔ پس واضح ہو کہ ارکان تشبیہ کے پانچ چیزیں ہیں مشبّہ
مشبّہ بہ۔ وجہ شبہ۔ غرض تشبیہ۔ ادات تشبیہ[3] جیسے پھول سا چہرہ یہاں چہرہ مشبّہ
پھول مشبّہ بہ رنگینی وجہ شبہ اظہار خوبی روئی معشوق غرض تشبیہ اور لفظ سا
ادات تشبیہ ہے اب بیان اِن اصول پنجگانہ کا چار قسم میں کیا جاتا ہے۔

قسم اوّل بیان مشبّہ و مشبّہ بہ | مشبّہ و مشبّہ بہ کبھی دونوں حسّی ہوتے ہیں یعنی جو کسی حس سے
منجملۂ حواس[2] پنجگانہ ظاہری کے مدرک ہوں شعر حکیم لقمہ جی

سرو سا قد تو گل سے رخسارے — شانے باز دیکھ رہے بھرے سارے

---

[1] مگر مشارکت بطور استعارہ یا صنعت تجرید کے نہو دونوں کا سان آگے آئے گا۔

[2] باعتبار باصرہ جیسے رخسار کے گل سے سامعہ جیسے آواز مرغ کی نغمہ سے۔ ذائقہ جیسے آب شیریں
کی شہد سے لامسہ جیسے بدن کی حریر سے شامہ جیسے بوئے زلف کی بوئے مشک سے۔

[3] جو چیز مشابہ کی گئی [4] جس چیز کے ساتھ تشبیہ دی گئی۔

کبھی دونوں عقلی مثلاً۔ شعر (ظفر)

ہے حیات ابدی گر ہو شہادت حاصل = تہِ تیغ ہے جیوں قاتل

تیرے آب دم شمشیر کو تیرا بسمل = سمجھے ہے آب بقا

تشبیہ شہادت کی حیات ابدی سے ہے یہ دونوں مدرک بالعقل ہوتے ہیں اور

سلہ مثل حواس ظاہری پانچ حواس باطنی بھی ہیں حس مشترک خیال۔ وہم حافظہ متخیلہ یا متفکرہ یا متصرفہ جو شے
حواس ظاہری سے محسوس ہوتی ہے حس مشترک اسکو اقتباس اور اخذ کرتا ہے اور اپنے خزانہ یعنی خیال میں
جمع رکھتا ہے خیال حس مشترک کے معنیات کو جمع رکھتا ہے گویا اسکا خزانہ ہے وہم معلوم کرتا ہے حاس
معنی خاص صورت میں مثلاً دشمنی گرگ کی گوسفند کے ساتھ ہر چند کسی بکری نے بھیڑیا نہ دیکھا ہوگا
مگر جب دیکھے گی فوراً اسکو اپنا دشمن تصور کرے گی اور محبت ماں باپ کی بیٹے کے ساتھ یا خوف بھوت
وغیرہ کا مکان خالی میں یا وسواس کرنا مردی سے در متصور روح و فرشتہ وحش و پری وغیرہ حافظہ
خزانہ وہم کا ہے جیسے خیال حس مشترک کا قوت متخیلہ مدرکات خیال و مدرکات ومخترعات وہم کو
ترکیب یا تحلیل کرتی ہے مثلاً دس سر کا آدمی یا بغیر سر کا آدمی یا یاقوت کا نیزہ یا ایک جانور جسکے
پر زمرد کے ہوں اور یاقوت کی منقار اور موتی کی آنکھیں اگرچہ یہ اشیا مفقود ہیں مگر اجزا اُن کے
محسوسات ظاہری سے مقتبس ہوتے ہیں جسکو قوت متخیلہ نے مدرکات خیال سے اخذ کیا ہے یا بھوت
بشکل کسی جانور سیاہ کے سمجھ کر اسکے بڑے بڑے دانت تصور کرنا یہ بالکل اختراع وہم ہے اور خارج میں
وجود نہیں گو اگر یہ اشیا موجود ہوتیں تو اجزا اُنکے محسوس بحواس ظاہری ہوتے اور علمائے بلاغت خیالی کو
داخل حسیات کرتے اور وہمیات کو داخل عقلی مثال خیالی۔ شعر (امانت)

سرو سے سینہ پہ کب ہیں سر پستاں پیدا — ہوئے گلشن میں انار ول سے سپستاں پیدا

انار سے سپستاں پیدا ہوتا کسی نے نہیں دیکھا مگر اجزا محسوسہ سے مرکب ہے مثال وہمی شعر (ذوق)

نقطہ قاف قلم سے ہو جو تیرے ہمسر — قاف تا قاف سے ہو بیضۂ عنقا گوہر

بیضۂ عنقا محض اختراع وہم ہے کیونکہ وہم نے عنقا کو طائر سمجھکر اسکا بیضہ تصور کر لیا اور وجدانیات یعنی جو چیزیں
دل میں پائی جاتی ہیں مثل لذت و رغبت و الم و اشتہا و سیری وغیرہ کو بھی داخل عقلی کیا ہے مثلاً غم عشق کی
تشبیہ لذت سے۔ شعر (مؤلف) ہے غم عشق بھی عجب لذت + نہیں ہوتی کبھی طبیعت سیر۔

کبھی مشبہ عقلی مشبہ بہ حسی جیسے مصرع — آب رواں سمجھ اسے عمر رواں نہیں
و مشبہ حسی مشبہ بہ عقلی جیسے تشبیہ عطر کی خلق کریم سے اور کبھی ایک حسی اور ایک
عقلی کبھی ہوتے ہیں اور نیز کبھی دونوں مفرد ہوتے ہیں جیسے امثلہ[1] بالا میں کبھی
ایک مفرد دوسرا مرکب۔ شعر

نہ کر ساقی مجھے بے کل کہ مینا میری نظروں میں — لگے ہے مثل خاکستر کہ اُس میں آگ پنہاں ہے
بٹتے ہیں سونے روپے کے چھلّے حضور میں — ہے جن کے آگے سیم و زر مہر و ماہ ماند
یوں سمجھیے کہ بیچ سے خالی کئے ہوئے — لاکھوں ہی آفتاب ہیں اور بیشمار چاند (غالب)

چھلّے کی تشبیہ ایسے چاند و سورج سے ہے جو بیچ سے خالی کئے ہوں شعر (ذوق)

رُخِ گلرنگ پہ ساقی کے عرق کا قطرہ — کیا تماشا ہے کہ بنجائے ہے مونگا گوہر

عرق کا قطرہ رُخِ گلرنگ پر مشبہ مرکب مونگا مشبہ بہ مفرد ہے کبھی دونوں مرکب
یعنی ایک ہیات مجموعی مفرد ہو دوسری ہیات مجموعی سے تشبیہ دیجاتی ہے شعر
زلفیں بکھری ہوئیں یوں چہرہ پہ کھاتی تھیں بل (سودا) — جس طرح ایک کھلونے پہ ہٹیں دو بالک
کبھی دونوں متعدد یعنی کئی مشبہ و مشبہ بہ یہ دو قسم ہے ایک تشبیہ ملفوف یعنی
اول چند مشبہ بعدہٗ چند مشبہ بہ ذکر کریں۔ شعر (نصیر)

---

[1] مفرد میں بھی کبھی دونوں غیر مقید ہوتے ہیں جیسے تشبیہ چشم کی نرگس کے ساتھ کبھی دونوں مقید جیسے سعی بیفائدہ کی نقش رو ئےآب سے سعی میں بیفائدہ کی نقش میں روے آب کی قید ہے یا رخسار عرقناک کی گل شبنم آلودہ سے شعر (نصیر) میں بتاتا ہوں ضمیر اب تجھ کو بھی ہے خیال — چشم خواب آلود اُسکی فتنۂ بیدار ہے
کبھی ایک مقید دوسرا غیر مقید جیسے تبسم کی برق خنداں سے و یا رخسار رنگیں کی گل سے شعر (نصیر)
دل پُر داغ سے مت آنکھ ملایا کیجے — دیکھو چیتے سے نہ آہو کو لڑایا کیجے
دل پُر داغ کی چیتے سے تشبیہ ہے۔ شعر (لطف)
ہے کون سبزہ رنگ خراماں کہ رشک سے — جوں شمع سرو جلتا ہے ہر سرو باغ کا

نہ کے افشاں جیو جبیں پہ بچو نہ دو زلفوں کو بعد اسکے
دکھاؤ عاشق کو اس ہنر سے فلک سے بجلی زمیں پہ باراں

دوم تشبیہ مفروق یعنی ایک مشبہ مع مشبہ بہ کے ذکر کریں بعدہٗ دوسرا مشبہ و مشبہ بہ وعلیٰ ہذا القیاس۔ شعر (مشتی)

چشم ہے قہر بلا زلف قیامت قامت — اسلئے لوگ تمھیں آفتِ جاں کہتے ہیں

کبھی ایک واحد دوسرا متعدد یہ بھی دو قسم ہے ایک تشبیہ جمع جس میں مشبہ واحد ہو مشبہ بہ متعدد۔ شعر (مخمور)

ہے زلف یا دھواں ہے یہ شمع جمال کا — اعجاز حسن و ناز سے اونچا نہ ہو سکا
یا ابر آفتاب کے پہلو میں آگیا — پیدا ہے یا کہ شام غریباں یہ بر ملا

دوسری تشبیہ تسویہ جس میں مشبہ متعدد مشبہ بہ واحد۔ شعر (ہوشیار)

قد مرا اور تیرے ابروئے کج — دیکھ خمیدہ ہے کماں کردار

قسم دوم بیان وجہ شبہ

وجہ شبہ کبھی حسی ہوتی ہے کبھی عقلی اور نیز وجہ شبہ کبھی واحد ہوتی ہے کبھی متعدد کبھی مرکب بمنزلہ واحد۔ اور واحد حسی تب طرفین حسی ہوں جیسے سرخی تشبیہ رخسار و گل میں اور واحد عقلی میں طرفین ضرور نہیں خواہ طرفین حسی ہوں خواہ عقلی خواہ مختلف جیسے جرأت تشبیہ زید و شیر میں اور ہدایت تشبیہ علم و نور میں اور حلاوت تشبیہ شراب و کوثر میں یا بالعکس اور متعدد میں کبھی تمام اجزا وجہ شبہ حسی ہوتے ہیں کبھی تمام عقلی کبھی بعض حسی بعض عقلی جیسے سرخی رنگ اور ملائمت تشبیہ رخسار و گل میں اور درازی و سیاہی تشبیہ زلف و شب میں اور راستی اور بلندی تشبیہ قد و سرو میں

تمام اجزاء حسّی ہیں۔ **شعر** (سودا)

بسان دانۂ روئیدہ ایک بار گرہ　　کھلی جو کام سے میرے پڑی ہزار گرہ

اپنے دونوں حال یعنی ابتدا میں قدرے آسان ہو جانے اور پھر زیادہ تر دشوار ہو جانے کام کو دانہ کی دونوں حال سے تشبیہ دی جو مدرک بہ عقل ہوتے ہیں نہ مجموع کو مجموع سے کما لا یخفی علی المتامل یا تشبیہ کسی حکیم کی جالینوس سے کہ تیز فہمی و دوا شناسی وغیرہ وجہ شبہ عقلی ہیں۔ **شعر** (سودا)

یا وہ معجون مبہی کی ہیں ڈبیاں دونوں　　آئے ہے جان میں چھیڑے سے جسے روح ملک

مدور ہونا اور بھرا ہونا دو وجہ شبہ حسّی ہیں رغبت دلانا جانب جماع وجہ شبہ عقلی ہے اور وجہ شبہ مرکب بمنزلۂ واحد حسّی ہوتا ہے یا عقلی اور حسّی میں طرفین کبھی مفرد ہوتے ہیں کبھی مرکب کبھی مختلف جیسے تشبیہ دہن معشوق میں غنچہ کے ساتھ شکل و تنگی و خوشنائی ہر سہ بمنزل واحد ہو کر وجہ شبہ ہیں **شعر**

زلفیں بکھری ہوئیں یوں چہرہ پہ مائل تھیں دل　　(سودا) جس طرح ایک کھلونے پہ ہٹیں دو بالک

وجہ شبہ دو چیزوں کا ایک چیز پر گرد ہو جانا امر مرکب[1] ہے۔ **شعر** (ممتاز)

ہمارے رونے سے دل کا بخار اٹھتا ہے　　کہ جیسے پانی کے چھڑکے غبار اٹھتا ہے

پیل تیرا گل سوسن کا بڑا اک انبار (ذوق) گل مہتاب کے گلدستے ہیں دندان اسکے

---

[1] وجہ شبہ متعدد و مرکب میں فرق یہ ہے کہ مرکب میں جب تک تمام اجزاء مشبہ بہ نہ لئے جاویں تب تک تشبیہ درست نہ ہو گی جیسے ایک کھلونے پر دو لڑکوں کا جھگڑا کرنا کیونکہ فقط لڑکوں سے تشبیہ نہیں ہو سکتی اور متعدد میں یہ قید نہیں بلکہ ایک صفت بھی اگر لے لی جائے تو درست ہے مثلاً صرف سرخی رنگ تشبیہ رخسار و گل میں یا صرف ملائمت۔

وجہ شبہ سیاہ رنگ کا بکثرت جمع ہوجانا مرکب ہے مثال وجہ شبہ مرکب عقلی جیسے عالم
بے عمل کی تشبیہ گدھے سے جس پر کتابیں لدی ہوں وجہ شبہ مستفید نہ ہونا
شے مفید سے یا وصف تحمل مصائب اس کے سبب سے اور جس تشبیہ میں ایک
ہیات مجموعی کی دوسری ہیات مجموعی سے تشبیہ دی جائے اور وجہ شبہ مرکب عقلی
ہو اس کو تشبیہ مرکب یا تمثیل کہتے ہیں کبھی دو شے متضادہ کو بطور طنز و ظرافت کے
تشبیہ دیتے ہیں اس میں معنی متضادہ وجہ شبہ ہوتے ہیں جیسے بخیل کی تشبیہ حاتم
کے ساتھ اب واضح ہو کہ وجہ شبہ یعنی معنی مشترک درمیان مشبہ و مشبہ بہ کے جو تشبیہ
میں شاعر نے قصد[1] کی ہے ایک صفت ہوتی ہے خواہ حقیقی خواہ اضافی خواہ اعتباری
صفت حقیقی وہ جو داخل ذات مشبہ و مشبہ بہ ہو۔ وہ دو قسم ہے۔ ایک حسی یعنی
کیفیات جسمانی جیسے رنگ و شکل و مقدار و حرکت و آواز و مزہ و بو و سختی و صفائی و نرمی و ثقل و خفت
و گرمی و سردی و خشکی و تری وغیرہ دوم عقلی یعنی کیفیات نفسانی مثل ذکاوت و
علم و معرفت و قدرت و کرم و سخاوت و تحمل و حلم و غضب و شجاعت وغیرہ
صفت اضافی وہ جو ذات میں ثابت و متقرر نہ ہو بلکہ متعلق ہو جیسے برہان کی آفتاب
سے تشبیہ میں وجہ شبہ ازالہ حجاب ہے جو داخل ذات نہیں بلکہ دونوں سے
متعلق ہے صفت اعتباری وہ کہ نہ داخل ذات ہو نہ متعلق بلکہ صرف عقل نے
اعتبار کر لیا ہو۔ جیسے تشبیہ غول کی درندہ کے ساتھ کہ اس کی شکل اور دانت
کو صرف واہمہ نے اعتبار کر لیا ہے واقعی نہیں اور معلوم ہو کہ جس تشبیہ میں وجہ

---

[1] کیونکہ معنی مشترک بہت ہوتے ہیں جو مقصود نہیں مثلاً تشبیہ زید و شیر میں حیوانیت و جسمیت
وغیرہ بھی معنی مشترک ہیں مگر وہ مقصود نہیں۔

شبہ مذکور ہوتی ہے اُسکو مفصل کہتے ہیں ورنہ مجمل جیسے۔ شعر (نسیم)

گول آسکے ستوں تھے ساعد حور ۔۔۔ چلمن مژگان چشم مخمور

اگر کوئی وصف مشبہ یا مشبہ بہ کا ایسا مذکور کریں جس سے وجہ شبہ کی طرف اشارہ ہو تو بھی مجمل ہے جیسے مصرع اول میں ستون کی صفت گول واقع ہے اور باعتبار وجہ شبہ تشبیہ دو قسم ہے ایک قریب مبتذل دوسری بعید غریب۔ اول وہ جس کی وجہ شبہ امر مشہور ہو فوراً ہر ایک کی سمجھ میں آجائے یعنی جو تشبیہ بکثرت مستعمل ہو جیسے قد کی سرو۔ دانت کی موتی سے تعبیر دوم وہ جو بلا غوض و فکر فوراً مفہوم نہو۔ اور تشبیہ مبتذل بسبب بعض تصرفات کے غریب ہو جاتی ہے اول تشبیہ مشروط یعنی مشبہ اور مشبہ بہ یا دونوں کو کسی شرط کے ساتھ مقید کرنا۔ شعر (غمگین)

ثمر میں دیکھتا گر سرو میں ماہ منور کا ۔۔۔ تو ہمسر سرو کو قد سے ترے او دلربا کہتا

دوم تشبیہ اضمار یعنی اس طرح تشبیہ دینا کہ تشبیہ معلوم نہو۔ شعر (ہوشیار)

تیرہ کس واسطے ہے میرا بخت ۔۔۔ گر ہے وہ زلف تیرہ چوں شب تار

سوم تشبیہ تفضیل وہ ہے کہ ایک شے کو کسی شے سے تشبیہ دیں بلا ذکر وجہ شبہ کے اور پھر مشبہ کو مشبہ بہ پر ترجیح دیں بعد رجوع کے۔ شعر (ہوشیار)

تو ہے گل اور نہیں کہ ہے دائم ۔۔۔ تجھ سے خرم رُخ گل گلزار

معشوق کو گل سے عام طور پر تشبیہ دی پھر اُس کی فضیلت کی وجہ سوائے وجہ شبہ کے بیان کی۔

قسم سوم بیان غرض تشبیہ	کبھی امکان وجود مشبہ غرض ہوتی ہے۔ جہاں کہ

اَز رُوئے اس کے امتناع کا بھی ممکن ہو۔ شعر (ظفرؔ)

دل لگے اور حسین سے نہ مرا تیرے سوا لگے جز شمع نہ پروانہ کی مہتاب سے لاگ

اگرچہ ممتنع معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو دوسرا حسین پسند نہ آئے مگر تشبیہ سے یہ امر ممکن ہو گیا کبھی صرف بیان حال و وصف مشبہ مقصود ہوتا ہے مثلاً ایک کپڑے کو دوسرے کپڑے سے تشبیہ دیں سیاہی یا سفیدی میں۔ کبھی بیان حال مقدار مشبہ غرض ہوتی ہے از روئے قلت و کثرت مثلاً تشبیہ کمر کی نقطہ۔ اور زلف کی عمر خضر اور روز وصل کی مدّت قلیل اور شب ہجر کی روز قیامت کے ساتھ۔ کبھی حال و شان مشبہ کو ذہن نشین سامع کرنا غرض ہوتی ہے مثلاً پتھر کی لکیر مضبوط عہد کے لئے۔ شعر (ظفرؔ)

کتابوں میں لکھا ہے کیا بہت لکھ لکھ کے دھو ڈالیں

ہمارے دل پہ نقش کالحجر ہے تیرا فرمانا

دلکو ہر چند میں سمجھایا کہ او خانہ خراب (جرأتؔ) لجان اس ہستی موہوم کو تو نقش بر آب

بشکل مہر ہے گردش ہی ہمکو سارے دن (ولہ) جو تم پھر آؤ تو پیارے پھریں ہمارے دن

کبھی تزئین مشبہ نظر سامع میں غرض ہوتی ہے مثلاً چہرے کی شمع سے دانت کی موتی سے لب کی یاقوت سے۔ شعر (امانتؔ)

ہنس پڑا وہ گُلِ رعنا تو تماشا دیکھا گہر و نیلم و یاقوت کو یکجا دیکھا

کبھی مذمت و تقبیح مشبہ نظرِ سامع میں۔ شعر (نسیمؔ)

زنبور سیاہ و خال اُس کے برگد کی جٹائیں بال اُس کے

رنگ و دہن اُس کا ہے بد بو و قیر (سوداؔ) جیسے کہ جلاّب کا دست اخیر

کبھی اظہار ندرت اور استطراف مشبہ غرض ہوتی ہے خواہ مشبہ فی نفسہ نادر اور طرفہ ہو۔ شعر (امانت)

پھول سے سینہ پہ کب ہے سرپستاں پیدا ہوئے گلشن میں انار اطلس کے سے ستاں اچھے

خواہ مشبہ بہ فی نفسہ نادر نہ ہو مگر مشبہ کی حالت میں اس کے سبب سے ندرت ظاہر ہو۔ شعر (سودا)

زلفیں بکھری ہوئی یوں چہرے پہ کھاتی تھیں بل جس طرح ایک کھلونے پہ ہٹیں دو بالک

جنبش مژگاں نہیں انوار چشم یار پر (انوار) کھینچ رباب ہے بادکش یہ مردم بیمار پر

کبھی غرض تشبیہ متعلق بہ مشبہ بہ ہوتی ہے اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ جمیں وجہ شبہ ناقص ہو اس کو مشبہ بہ کریں۔ شعر (امانت)

نقشہ ہے روئے گل میں اگر روئے یار کا شمشاد سایہ ہے قد دلجوئے یار کا

یہاں اظہار اس امر کا مقصود ہے کہ قد یار شمشاد سے زیادہ ہے اسی میں دوم تشبیہ اظہار المطلوب یعنی شئے مرغوب ومطلوب کو جس کا اہتمام منظور ہے مشبہ بہ کریں جیسے بھوکا چاند کو روٹی سے تشبیہ دے۔ شعر (ذوق)

کوندی ہے جو بجلی تو یہ سوجھی ہی نشہ میں ساقی نے مے تیز پہ آتش پہ اڑا دی

واضح ہو کہ تشبیہ میں مشبہ کو مشبہ بہ سے وجہ شبہ میں کامل اور فائق کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اور جہاں مساوی کرنا دونوں کا مقصود ہو اسکو تشابہ کہتے ہیں شعر (عیشی)

دل گرفتہ ہوں کروں گا ہو کے میں آزاد کیا مجھکو یکساں ہے چمن کیا خانہ صیاد کیا

اور کبھی یہ بطور تشبیہ عکس کے بھی ہوتا ہے۔ شعر (ہوشیار)

میں ہوں لاغر تری کمر کی طرح ہے کمر تیری جیسا میں ہوں نزار

قسم چہارم اس تشبیہ میں ادات تشبیہ ہوتے ہیں اس کو مرسل[1] اور جسمیں ادات تشبیہ نہیں ہوتے اس کو مؤکد کہتے ہیں اور الفاظ تشبیہ مستعملہ اردو۔ سا۔ مانند۔ جیسا۔ یوں۔ چوں۔ نظیر۔ مقابل۔ مشابہ۔ برابر۔ مثل۔ گویا۔ عدیل۔ برنگ۔ بسان وغیرہ ہیں مثال مرسل شعر (ذوق)

اُنس ہے کیا دلکو تیر یار سے ہے مشابہ زخم بھی سوفار سے

(ولہ)

یوں نگہ نکلی ہے چشم یار سے مست جیسے خانۂ خمّار سے

نظر آتا ہے برنگ لب ساغر جو ہلال ٹپکا پڑتا ہے لب مست سے شوق تقبیل

مثال مؤکد شعر (ناسخ)

ہوا سے بال اُڑ کر آتے ہیں جو اُسکے چہرے پر غزال چشم شوخی کر رہے ہیں چین گیسو[2] میں

فصل دوم

استعارے[3] کے بیان میں اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ مجاز میں جب معنی حقیقی و مجازی کے درمیان علاقہ تشبیہ کا ہوتا ہے اُس کو استعارہ کہتے ہیں اور غرض استعارہ سے یہ ہے کہ مشبہ کو عین مشبہ بہ قرار دیں پس حالت استعارہ میں مشبہ کو مستعار لہ و مشبہ بہ کو مستعار منہ و وجہ شبہ کو وجہ جامع کہتے ہیں جیسے شیر یعنی مرد شجاع پس شجاع مستعار لہ شیر مستعار منہ شجاعت وجہ جامع ہے اور بطور تشبیہ مستعار لہ و مستعار منہ کبھی دونوں حسی یا عقلی ہوتے ہیں کبھی

---

[1] ارسال کے معنی چھوڑ دینا۔ [2] چشم کی غزال کے ساتھ گیسو کی چین کے ساتھ تشبیہ ہے اور جیسے یار پری چہرہ یعنی جسکا چہرہ مثل پری کے ہے۔

[3] لغوی معنی عاریت لینا۔

ایک حسّی ایک عقلی مثال پس اگر صرف مشبہ بہ کو ذکر کریں اُس کو استعارہ بالتصریح کہتے ہیں جیسے شعر (امانت)

ربط رہنے لگا اُس شمع کو پروانوں سے آشنائی کا کیا جو صدبیگانوں سے[1]

شمع سے مراد معشوق اور پروانہ سے عاشق اور اگر صرف مشبہ کو ذکر کریں اُسکو استعارہ بالکنایہ کہتے ہیں لیکن اس صورت میں قرینہ ضرور ہوگا یعنی مناسبات ولوازمات مشبہ بہ محذوف کے اور اُس قرینہ کو استعارۂ تخییلیہ کہتے ہیں شعر (ناسخ)

نہیں ممکن کہ کلکِ فکر لکھے شعر سب اچھے برستا ہی بہت نیساں گہر ہوتے ہیں کم پیدا

فکر کو منشی قرار دیا اور کلک جو واسطے منشی کے ضرور ہے اُس کے واسطے ثابت کیا پس استعارہ فکر کا منشی کے ساتھ استعارہ بالکنایہ ہے اور اثبات کلک کا اُس کے واسطے استعارۂ تخئیلیہ۔ شعر (ولی)

پاس حرم نہ جائیے اے پنجۂ جنوں بار گراں ہے جامۂ احرام دوش پر

جنوں کو آدمی سے استعارہ کیا، اور استعارہ دو قسم ہے اگر استعارہ اسم جنس ہو یا مشابہ اسم جنس[2] وہ اصلیہ ہے جیسے امثلۂ بالا سے ظاہر ہے اور اگر مستعار فعل یا شبہ فعل[3] یا حرف ہے اُسکو استعارہ تبعیہ کہتے ہیں تبعیہ اس سے نام ہے کہ فی الواقع استعارہ افعال میں نہیں بلکہ اُنکے مصادر میں ہے جیسے شعر (لا اعلم)

---

[1] اسی طرح پرِی اور گل اور صنم جس کے لغوی معنی بت کے ہیں استعارہ معشوق سے ہے۔

[2] اسم جنس جیسے پھول مشابہ ہم جنس۔ جیسے چاند۔ سورج۔

[3] شبہ فعل جیسے اسم فاعل اسم مفعول۔

مرگئے یار چاہ میں تیری ۔۔۔ کچھ نہ ٹھہرے نگاہ میں تیری

بیہوش و حواس ہو جانے کو مرجانے سے استعارہ کیا اور مرگئے فعل ہے

شب کو وہ خانہ خراب اور کے گھر رہنے لگا ۔۔۔ (امانت) یں یہاں بسترِ غم اپنے پہ مر رہنے لگا

لیٹ رہنے کو مر رہنا کہا۔ شعر (راقم)

جب میں نے کہا تم نے ملاقات اُڑا دی ۔۔۔ تب اُس نے ہنسی میں یہ مری بات اڑا دی

اُڑا دینا دور کرنے کے معنی پر ہے ع

بھاگ ان شعبدہ بازوں سے مثال سیماب

اجتناب کو بھاگنے سے استعارہ کیا اور بھاگ صیغہ امر کا ہے اسی طرح حرف صلاحیت مستعار لہٗ ہونے کی نہیں رکھتا فی الواقع اُس کے معانی متعلقہ میں استعارہ ہوتا ہے جیسے حرف (سے) بمعنی ابتدا اور (تک) بمعنی انتہا اور (میں) بمعنی ظرفیت اور (لئے) اور (تا) اور (تو) بمعنی غرض ہیں اور اس شعر میں

بات ہم سے تو نہ کرنی اور غیروں سے تپاک ۔۔۔ ہم مگر اس بزم میں آئے تھے ذلت کے لئے

یہاں حرف لئے اصلی معنی پر مستعمل نہیں ہوا کیونکہ ذلت غرض آنے کی نہ تھی بلکہ اصلی غرض یعنی حصول عزت کو بطور استہزا اُس نتیجہ سے جو حاصل ہوا یعنی ذلت سے استعارہ کیا ہے اگرچہ بظاہر حرف لئے مستعار لہٗ ہو مگر فی الواقع استعارہ اُس کے معنی متعلقہ میں ہے۔ علاوہ اس کے استعارہ تین قسم ہے مطلقہ۔ مجردہ۔ مرشحہ۔ مطلقہ وہ جس میں مناسبات مستعار لہٗ یا مستعار منہ کے ذکر نہ ہوں۔ شعر

اچھا جو خفا ہوتے ہو تم اے صنم اچھا ۔۔۔ لو ہم بھی نہ بولیں گے خدا کی قسم اچھا

چلیں ہرگز نہیں مخمل کے اُسے تکیے پر　　اُس پری کے لئے ہو حور کے پر کا تکیہ

صنم و پری سے معشوق مراد ہے۔ استعارہ مجردہ وہ کہ صرف مناسبات مستعار لہٗ کے مذکور ہوں جیسے نرگس سرمہ سا یعنی چشم۔ شعر (ناسخ)

مستان خرابات میں مطلق متواضع　　ثابت و فرہ نرگس میگوں کے ہو خم سے

استعارہ مرشحہ وہ جس میں صرف مناسبات مستعار منہ کے ذکر کئے جاویں

حاجت کے گماں سے جب ہوئی دیر (نسیم)　　گھبرا کے پلنگ سے اٹھا شیر

شیر سے مراد مرد شجاع ہے اور پلنگ بطور ایہام مناسب شیر کے ہے کبھی مناسبات دونوں کے بھی مذکور ہوتے ہیں شعر (نسیم)

سرکی جو تھی محرم اُس قمر کی　　برج ول پہ سے چاندنی تھی سرکی

برج سے مراد پستان۔ محرم مناسبات پستاں سے ہے اور چاندنی اور قمر مناسبات برج ہیں۔ اب واضح ہو کہ استعارہ باعتبار مستعار لہٗ و مستعار منہ کے دو قسم ہوتا ہے اوّل وہ وفاقیہ جس میں طرفین استعارہ ایک شے میں جمع ہو سکیں مثلاً استعارہ ہدایت کا زندگی سے۔ اور جاہل کا اندھے سے کیونکہ ممکن ہے ایک شخص میں ہدایت و زندگی یا جہالت و نابینائی جمع ہو سکیں۔ دوم عنادیہ کہ دونوں کا اجتماع ایک میں محال ہو مثلاً مردہ نیکنام کو زندہ کہنا کیونکہ موت و زندگی کا اجتماع محال ہے اور عنادیہ کے قبیل سے ہے بخیل کو حاتم یا کمزور کو رستم کہنا شعر (لالہ دیال)

نہاں تو سیم و زر آنکھ کی نظر میں خاک نہیں　　یہاں ہم ایسے تونگر کہ گھر میں خاک نہیں

مفلس کو تونگر سے استعارہ کیا۔ اور معلوم رہے کہ وجہ جامع کبھی طرفین کے مفہوم میں داخل ہوتا ہے جیسے زید کا گھوڑا اڑتا ہے وجہ جامع یعنی قطع

مسافت دوڑنے اور اڑنے دونوں میں ہے گو بہ حیثیت مختلف ہے اور کبھی دونوں کے مفہوم سے خارج ہوتا ہے مثلاً کسی شخص کو شیر کہنا وجہ جامع یعنی وصف شجاعت مرد اور شیر دونوں کے مفہوم سے خارج ہے۔

باعتبار وجہ جامع بھی استعارہ دو قسم ہے جس کا وجہ جامع بے تامل و فکر معلوم ہو جائے اور مشہور عام ہو اسکو عامیہ اور مبتذلہ کہتے ہیں جیسے سرو کا قد۔ رُخ کا گل ہے اور جس کا وجہ جامع سوا خواص اور اہل فہم کے مشہور نہو یا بغیر غور و تامل کے دریافت نہ ہو سکے اُس کو استعارہ غریبہ کہتے ہیں۔ شعر (لااعلم)

ہمارے بعد ساقی قلقلِ مینا نہو ئیگا ۔۔۔ مئے گلگوں کا شیشہ ہچکیاں لیکے رو ئیگا

آواز شیشہ کو ہچکی سے استعارہ کیا اور کبھی استعارہ بطور تمثیل بھی ہوتا ہے یعنی مستعار منہ و مستعار لہٗ اور وجہ جامع ہر ایک مرکب چند چیز سے ہو اُس کو مجاز مرکب بھی کہتے ہیں۔ شعر (نسیم)

انسان و پری کا سامنا کیا ۔۔۔ مٹھی میں ہوا کا تھامنا کیا

مٹھی میں ہوا کا تھامنا استعارہ ہے کار بیہودہ کرنے سے۔ استعارہ تمثیل جب مشہور و مروج ہو جاتا ہے اُس کو ضرب المثل کہتے ہیں جیسے شعر (ذوق)

دل جو گھر غم کا ہو گیا اُسمیں ہو سرایہ عیش ۔۔۔ وہ مثل ہے کہ کہاں گھونسلے میں چیل کے ماس

فصل سوم

مجاز مرسل کئی قسم کا ہے کبھی مسبب کو بجائے سبب کے لاتے

ہیں۔ شعر (قلق)

رطب و یابس سے زمانے کے نہ آگاہ تھے ہم — حق بجانب ہے کہ [illegible] و اللہ سمجھتے ہو تم

مراد رطب و یابس سے تغیر زمانہ ہے اور تغیر بسبب رطوبت و یبوست [illegible] کے
ہے اور جیسے کہتے ہیں کہ آج بالکل اناج برسا بجائے پانی برسنے کے[١]
سبب کو بجائے مسبب کے لاتے ہیں جیسے ہاتھ میں ہے یعنی قدرت
و قابو میں ہے اور جیسے کہتے ہیں کہ آگ جل رہی ہے حالانکہ لکڑی جلتی
ہے۔ شعر (ولہ)

بس ملاقات سے اب سیر ہوئے بھر گیا دل — کیسی چاہت تھی کہ یہ بھی تھی طبیعت مائل

مراد سیر سے بیزار ہونا ہے اور سیری سبب بیزاری کا غذا سے ہے کبھی ظرف
کو بجائے مظروف کے لاتے ہیں جیسے لفظ قارورہ کہ معنی شیشے کے ہے
بمعنی بول کے اور جیسے تمام شہر بجائے تمام باشندگان شہر کے شعر (معروف)

کی وصیت یہ کچھ ارمان بھری آہ کہ رات — سارے گھر کو ترے بیمار نے سونے نہ دیا

اور جیسے جاری ہونا نہر کا یا پرنالے کا بجائے جاری ہونے پانی کے۔ یا
کہیں کہ لوٹا اٹھا دو اور مانگنا پانی۔ شعر (ظفر)

ساقی کدھر حریف قدح نوش اڑ گئے — میخانہ خالی دیکھ مرے ہوش اڑ گئے

یعنی شراب نوش یا جیسے ہنڈیا پک رہی ہے حالانکہ اس میں کچھ چیز پکتی ہے
کبھی مظروف کو بجائے ظرف جیسے گلاب کو طاق میں رکھ دو یعنی شیشۂ
گلاب کو یا نشہ پینا بجائے شراب پینے کے۔ کبھی لفظ کو باعتبار حالت زمان

---

١ اور جیسے بادل برسا بجائے پانی برسنے کے۔

ماضی کے استعمال کرتے ہیں جیسے طبیب زادہ کو طبیب کہنا یا قطرۂ آب مراد انسان سے۔ کبھی باعتبار مآیئول یعنی حالت زمان مستقبل کے ذکر کرتے ہیں جیسے طالب علم کو مولوی کہنا یا کہنا کہ شکار جاتا ہے حالانکہ ابھی زندہ ہے۔ کبھی کل بجائے جزو جیسے ایک عضو میں درد ہو اور کہیں بدن میں درد ہے۔ شعر (شرر)

داب لی دانتوں میں بھیگی زلف اس نے وقت غسل — زہر ناحق آب حیواں میں نچوڑا سانپ کا

ظاہر ہے کہ تمام زلف نہیں داب لی۔ یا کہیں کہ مسکن ہمارا لکھنؤ ہے۔ حالانکہ مسکن صرف ایک قطعہ ہے قطعات لکھنؤ سے اور کبھی جزو بجائے کل جیسے لفظ بارود کہ بمعنی شورہ ہے بمعنی شئے مرکب شورہ۔ گندھک۔ کوئلہ کے۔ شعر (میر حسن)

جو باقی رہا کچھ مرے دم میں دم — تو پھر آکے یہ دیکھتا ہوں قدم

قدم سے مراد تمام صورت اور کبھی عام بجائے خاص جیسے کسی کا ایک کپڑا بھیگ جائے اور وہ کہے کہ میرے کپڑے بھیگ گئے اور کبھی خاص بجائے عام۔ شعر (نسیم)

جب صبح ہوئی تو منہ میں ڈالا — کالے نے من اژدھے نے کالا

کالا عام ہے اور سانپ جو مقصود ہے خاص کبھی کسی شئے کو بلفظ آلہ استعمال کرتے ہیں۔ شعر (ذوق)

زباں کھودینگے مجھ پر بدزبانی کیا بدشعاری سے — کہ میں نے خاک بھردی منہ میں انکے خاکساری سے

لہ احمد علی احمد۔ شعر۔ ترک وفا کر گئے جفا سے نہ جیتے جی + ہارے ہیں تجھ سے اے بت بیداد گر زباں
زباں بمعنی قول و قرار۔

بدزبان یعنی بدکلام ہے۔ شعر ناسخ؛

دوسرے لاشے کے ادھر اُدھر لحد تک آتے
سدا جس جا تیرے نقش قدم مبارک ہوتے

لفظ قدم سے مراد آیا ہے۔ شعر نسیم؛

تو کیا کرے حروف
آئینہ ہے تجھ پہ تیری صورت

یعنی ظاہر ہے اور آئینہ آلہ ظہور صورت کا ہے۔ شعر تجلی؛

تر دامن آگیا جو میں روز حساب میں
سننے لگے جو دھوپ سے آفتاب میں

یعنی دھوپ میں۔ شعر آتش؛

دندان یار جب سے سمائے ہیں آنکھ میں
لیتے ہیں موتی جوہری اپنی نگاہ پر

نگاہ بمعنی شناخت و تمیز کبھی یا اسم مادہ کے استعمال کرتے ہیں جیسے فلاں جگہ بالکل لوہا نظر آتا ہے یعنی تلوار ہیں۔ شعر ظفر؛

پاک شئے کچھ اور ہے میں قطرۂ ناپاک ہوں
بولتا کیا جانے کیا ہے میں تو مشت خاک ہوں

مشت خاک مراد جسم انسانی سے ہے۔

فصل چہارم

کنایہ کے بیان میں | کنایہ وہ ہے کہ معنی لازم و ملزوم دونوں مراد ہوتے ہیں بخلاف جس میں صرف لازم مراد ہوتا ہے۔ کنایہ تین قسم ہے اول وہ جس سے ذات موصوف کی مطلوب ہو جیسے سونڈ والا جانور کنایہ ہاتھی کی ذات سے دوم وہ جس سے صرف صفت مطلوب ہو نہ ذات مثلاً سر پر چڑھنا کنایہ گستاخی سے اور یہ ایک صفت ہے۔ سوم یہ کہ غرض

کنایہ ہے کوئی نسبت ہو یعنی کسی موصوف کے لئے کوئی صفت ثابت کرنا یا نفی کرنا مقصود ہو اول قسم دو نوع ہے ایک قریب یعنی ایک ہی صفت ایسی لکھی جائے جو ذات موصوف مطلوب سے مختص ہو جیسے سونڈ والا جانور یعنی ہاتھی یا کاٹے سر کا بمعنی آدمی یا جلّاد فلک کنایہ مرّیخ سے دوم بعید کہ چند صفات ایسے بیان کئے جائیں جو مجموعاً موصوف مطلوب سے مختص ہوں اگرچہ جدا جدا اور میں بھی پائے جائیں مثلاً جاندار سیدھے قد کا اور چوڑے ناخن والا کنایہ انسان سے اگرچہ یہ تین صفات فرداً فرداً اوراشیا میں بھی پائے جاتے ہیں مثلاً جاندار میں گھوڑا وغیرہ اور سیدھے قد والے جیسے سانپ وغیرہ اور چوڑے ناخن والا ہاتھی بھی ہوتا ہے مگر مجموعاً انسان پر ہی دلالت ہے۔ شعر

ساقی وہ دے ہمیں کہ ہوں جسکے سبب بہم   محفل میں آب و آتش و خورشید ایک جا

قسم دوم بھی دو نوع ہے اول قریب یعنی جس میں درمیان لازم و ملزوم کے واسطہ نہو خواہ واضح ہو جیسے سفید ریش بمعنی پیر یہاں سفیدی ریش کنایہ پیری سے ہے یا لمبے انگرکھے والا بمعنی شخص دراز قامت اور چیں بر جبیں بمعنی غضبناک۔ شعر (سرور)

بیادِ دوستاں پھروں مجھے ہچکی لگ آتی ہے   کبھی مذکور جب ہوتا ہے کچھ گزرے فسانوں کا

ہچکی لگنا کنایہ کثرت گریہ سے ہے۔ شعر (نوازش)

لگے زمین پہ اب سب اُتارنے ہم کو   یہ دن دکھلائے ترے انتظار نے ہم کو

زمین پر اُتارنے لگنا مراد قریب المرگ ہونے سے ہے۔ شعر (ناسخ)

یہ التجا ہے پیر مغاں کی جناب میں　　رکھوں میں ساق سا قی گلفام دوش پر

ساق دوش پر رکھنا کنایہ مباشرت سے ہے ایسے کنایہ کو ایما و اشارت کہتے ہیں خواہ خفی یعنی جس میں حاجت غور و تامل کی ہو جیسے طویل القامت یا عریض القفا بمعنی احمق یا کوتہ گردن بمعنی شریر کیونکہ ان خواص سے ہر ایک واقف نہیں اسم قسم کنایہ کو رمز کہتے ہیں دوم بعید جس میں واسطے ہوں جیسے بہت راکھ والا بمعنی مہمان دوست ایسے کنایہ کو تلویح کہتے ہیں

عزیز اصلا نہیں سرمایۂ ہمت کہ دریا نے (ذوق) گرہ دیکہ نہ باندھا گو ہر شہوار دامن سے

گرہ دیکر نہ باندھنا لازم ہے یا احتیاط نہ رکھنے کو اور وہ لازم ہے عزیز نہونیکو۔

مرض تپ کیسیل پڑا ہے تپ جدائی سے (نواز مثلا کہ) پیٹھ لگ گئی یاروں کی چارپائی سے

پیٹھ چارپائی سے لگ جانا لازم ہے اکثر پڑے رہنے کو اور وہ لازم ہے سقوط طاقت نشست و برخاست کو قسم سوم مثال اثبات۔ شعر (غالب)

پاؤں سے تیرے ملے فرق ارادت اورنگ　　فرق سے تیرے کرے کسب سعادت اکلیل

مراد یہ کہ تخت تیرے پاؤں تلے رہے اور تاج سر پر رہے۔ شعر (ظفر)

اے جنوں ہاتھ سے تیرے نہ رہا آخر کار　　چاک داماں میں اور چاک گریباں میں فرق

دونوں چاک میں فرق نہ رہنے سے مراد ہی کہ گریباں پھٹ گیا یا زید نے عورتوں کا لباس پہن لیا ہے یعنی اُس میں عورتوں کے عادات ہیں یا زید و عمرو ایک سانچے کے ڈھلے ہیں یعنی زید میں بھی عمرو کے خواص موجود ہیں مثال نفی جیسے مثل ہے۔ کوئیں بھانگ پڑی یعنی کسی کو فہم و عقل نہیں ہے کیونکہ جب کوئیں میں بھانگ پڑے گی تو سب پئیں گے اور نشہ سے سب کی عقل

باقی رہے گی۔ اور جب تشبیہ ہو کہ جس کی کنایہ سے موصوف غیر مذکور مقصود
ہوتا ہے اسکو تعریض کہتے ہیں جیسے خطاب میں معشوق بے وفا کو جو

ہے دوست وہ جو دوست کے خاطر جلائے دل

مراد شاعر کی یہ ہے کہ تو از قسم دوستاں نہیں ہے اور جیسے شعر (امیر حسن)

لگی کہنے ہنس ہنس کے وہ ماہ وش ہوئی تھی اسے دیکھ کر ہی جو غش
تمہیں نے تو چھڑکا تھا مجھ پر گلاب بھلا میری خاطر بلا لو شتاب

مراد یہ کہ تم غش ہوئی تھیں اور میں نے گلاب چھڑکا تھا۔

باب سوم

علم بدیع

علم بدیع علم محسنات کلام کا ہے جو الفاظ و معنی میں ہوتے ہیں لیکن وہ محسنات بر سبیل استحسان[1] ہوں نہ بر سبیل وجوب۔

فصل اوّل

صنائع معنوی[2]

تضاد جس کو طباق اور مطابقہ اور تطبیق اور تکافو اور تقابل ضدین بھی کہتے ہیں یعنی دو لفظ ضد ایک دوسرے کے

---

[1] یعنی کلام کا درست ہونا حسب قواعد علم معانی و بیان کے ضرور ہے اگر صنائع بھی ہوں تو مستحسن ہوگا ورنہ کچھ مضائقہ نہیں۔ [2] یعنی خوبیاں کلام کی باعتبار معنی کے۔

لاؤ خواہ وہ دو لفظ اسم ہوں یا فعل یا حرف۔ شعر (ذوق)

ذرے بڑھ گئے نہیں ہے کہتے فلاں سے تھم [illegible] ذوق کی [illegible]

رات [illegible] آتا ہے۔ شعر (ولی)

فلک تو [illegible] سے ناشناسا ہے [illegible] مگر سیدھی نظر سے تیری اپنا کام چلتا ہے

صبح سے [illegible] گھر کو سفید [illegible] شام سے کرتی ہے فرقت کی شب تار سیاہ

خوبرویوں کی [illegible] سب تعریف [illegible] جو کہ سخن اس میں بہت باتیں ہیں

تضاد افعال۔ شعر (اول)

نہ آیا اور کچھ اس چرخ کو آیا تو یہ آیا گھٹانا وصل کی شب کا بڑھانا روز ہجراں کا

اور اگر دو افعال ایک ہی مادہ سے مشتق ہوں ایک مثبت دوسرا منفی

اس کو طباق سلبی کہتے ہیں۔ شعر (ذوق)

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے جو اس پر بھی نہ سمجھے وہ تو اس بت سے خدا سمجھے

یا امر و نہی مثلاً شعر

نہ مل رقیب سے اور مجھ سے مل ارے ناداں بھلے برے کا سمجھنا ہی آدمیت ہے

سلہ کبھی ایسے دو الفاظ لاتے ہیں کہ انکو بذاتہ تضاد نہیں ہے مگر ایک کو دوسرے کی ضد کے ساتھ کسی طرح علاقہ ہوتا ہے

ان لبوں نے نہ کی مسیحائی (درد) ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا

مرنے اور مسیحائی میں تضاد نہیں مگر مرنے اور جینے میں تضاد ہے اور جینا مستلزم مسیحائی ہے اور کبھی دو امر متضاد نہیں ہوتے مگر انکو ایسے الفاظ سے استعمال کرتے ہیں جنکے حقیقی معنی میں تضاد ہے۔ شعر (مومن)

وہ ہنسے سن کے نالہ بلبل کا مجھ کو رونا ہے خندہ گل کا

بلبل کا بولنا اور پھول کا کھلنا متضاد نہیں مگر اُن کو رونے اور ہنسنے سے تعبیر کرنے سے تضاد ہو گیا اور اسکو ایہام تضاد کہتے ہیں یعنے تضاد کا وہم ڈالنا جسکا بیان آگے آویگا اور قبیل تضاد سے ہی ذکر کرنا عناصر اربعہ کا۔ شعر

آتش غم تک نہ بجھ سے بجھ سکی اے آب اشک خاک ہو آمید پھر مجھ خانماں برباد کو

مثال تضاد حرف۔ شعر (ناسخ)

خاک پر رکھے حنائی پاؤں تو اپنے اگر — پنجشاخہ نقش پا کی جا ہو روشن زیر پا

پر اور زیر حروف متضادہ معنی بلندی و پستی کے ہیں اسی طرح لانا ہے۔ اور تک کا بمعنی ابتدا اور انتہا جیسے۔ شعر (ظفر)

جب کریگا آہ اے ظالم ترا یہ تفتہ جاں — اٹھ کے اک شعلہ جگر سے آسماں تک جائیگا

اور داخل طباق ہے۔

صنعت تدبیج | یعنی ذکر اقسام رنگوں کا کرنا بطریق کنایہ یا ایہام۔ شعر (امانت)

گندمی رنگ کو بنکر نہ کھرا کرتے تھے — دھانی جوڑے سے کبھی دل نہ ہرا کرتے تھے

دل ہرا کرنے کے معنی مقصود دل خوش کرنا ہے مثال بطور کنایہ۔ شعر (مومن)

گمان تہمت ہے اپنا تو رنگ زرد ہے اور — سیاہ مستی مے سے ہے چشم جاناں سرخ

رنگ زرد کنایہ خوف سے ہے اور سیاہ مستی مراد بدمستی سے ہے۔

مقابلہ | یہ ہے کہ ایک کلام کے مقابل دوسرا کلام اس طرح سے ہو کہ چند الفاظ یا کل دونوں کے باہم تضاد رکھتے ہوں۔ شعر (ذوق)

خیر خواہوں کے ترے چہرے پہ ہو رنگ نشاط — اور بدخواہوں کے رخسار پہ اشک حسرت

اس صنعت کو سکاکی مصنف مفتاح نے علیحدہ لکھا ہے اور مصنف تلخیص اور مطول نے داخل تضاد کیا ہے۔

مراعاۃ النظیر | جس کو تناسب اور توفیق اور ایتلاف و تلفیق بھی کہتے ہیں۔ مراد اس سے ایسے الفاظ سے ہے جن میں اور کوئی نسبت سوائے تضاد کے ہو

لہ دشمن کو اکٹھا کرنا۔

جیسے باغ۔ گل۔ بلبل۔ سرو۔ نسرین۔ نسترن۔ وغیرہ یا شمس۔ ماہ۔ نجوم عطارد ثریا وغیرہ۔ شعر (ذوق)

تیرا ہاتھی ہے فلک کا کہکشاں ہے خرطوم ۔۔۔ کان دونوں مہ و خور دم ہی ذنب سر ہی راس

اسی صنعت میں داخل ہے۔

تشابہ الاطراف یعنی کلام کو ایسی شے کے ساتھ ختم کرنا جو ابتدا سے مناسبت رکھتی ہو۔ شعر (لا اعلم)

کچھ سفید اور سیہ کی نہ خبر ہوتی تھی ۔۔۔ شام ہوتی تھی کدھر صبح کدھر ہوتی تھی

شام مناسبت سیاہ کی صبح مناسبت سفید کی لایا۔ شعر (ظفر)

جو درد ہوتا تو غل مچاتا جو سایہ ہوتا تو سر ہلاتا

الٰہی دل کو مرض یہ کیا ہے نہ منہ سے بولے نہ سر سے کھیلے

منہ سے بولے مناسب غل مچانے کے ہے۔ سر سے کھیلے مناسب سر ہلانے کے ہے۔

ایہام یہ صنعت دو قسم ہے ایہام تضاد اور ایہام تناسب جس کو توریہ بھی کہتے ہیں یعنی ایسا لفظ لانا کہ دو معنی رکھتا ہو اور معنی دوم کہ غیر مقصود ہے کسی لفظ سے اگر نسبت تضاد کی رکھتا ہو وہ ایہام تضاد ہے اگر اور کوئی نسبت ہے تو ایہام تناسب مثال ایہام تضاد کی۔ شعر (امانت)

دل جو بھر آیا تو اک شور مچایا میں نے ۔۔۔ سارے تالاب کے سوتوں کو جگایا میں نے

لفظ سوتوں کا یہاں بمعنی منبع کے ہے لیکن بمعنی دوم خفتہ کہ غیر مقصود ہے لفظ جگانے سے ایہام تضاد رکھتا ہے۔ شعر (مؤلف)

آج ساقی بن کر آتا ہے ہمیں ابر سیاہ ۔ غم زیادہ بڑھاتی ہے گھٹا ساون کی
لفظ گھٹا بڑھانے کی مناسبت سے ہے معنی حقیقی مراد رکھے ہیں ایہام تناسب
وہ قسم ہے کہ معنی مقصود کے مناسبات مذکور ہوں اسکو ایہام ترشیح
کہتے ہیں۔ شعر (جرأت)

ہوا نہیں ہے واقف کشتگاں تو عبث تو ہوتا ہے سرگراں
کرو ہے گئے کی طرف میاں ترے آب تیغ کا ڈھال تھا

ڈھال کے معنی غیر مقصود یعنی سپر تیغ کی مناسبت ہے ورنہ مجرے۔ شعر (لاعلم)
بستے ہیں ترے سائے میں سب شیخ و برہمن ۔ آباد ہے تجھ سے ہی تو گھر دیر و حرم کا
سایہ کے معنی ضد دھوپ مراد نہیں بلکہ حمایت مراد ہے اور مناسبات مذکور
نہیں۔ شعر (نسیم)

سودا ہے مری بکاؤلی کو ۔ ہے چاہ بشر کی باؤلی کو

چاہ بمعنی محبت اور باؤلی بمعنی دیوانہ مقصود ہیں۔
مشاکلۃ | وہ ہے کہ ایک چیز کو الفاظ مناسب چیز دیگر سے ذکر کریں بسبب
قرب دونوں کے۔ شعر (سودا)

مجھ سے جو پوچھو شعر بھی کہنے کو انصرام دو ۔ گھوڑے کو دو نہ دو لگام منہ کو ذرا لگام دو

گھوڑے کی مناسبت سے خاموشی کو منہ کی لگام دینے سے تعبیر کیا اور جیسے قطعہ

کسی کے گھر گیا مہمان مفلوک ۔ تن اُسکا ضعف سے تھا غیرت دوک
کہا یہ میزباں نے دیکھ اُس کو ۔ غذا جو چاہتا ہو دل بتا دو
کہا اُس نے پکاؤ ایک کرتا ۔ اور اُس کے ساتھ ایک موٹا ڈوپٹا

اور جیسے۔ شعر

گردش ہی میں رہے تو وجود ذرات آسمان[1] شاید یہ حال غبت سے ہرسے اثر اٹھاوے

مزاوجت یہ کہ دو معنی شرط و جزا میں ذکر کریں اور ہر ایک پر ایک حکم لگایا جائے دوسرے پر بھی ثابت کیا جائے۔ شعر نسبت بدایونی

ہم جو چپ بیٹھیں تو کہلائیں سڑی آپ چپ بیٹھیں رفع عل ٹھہرے[2]

ارصاد یا تسہیم یہ کہ قبل عجز بیت[3] کے ایسے لفظ دیں کہ سامع کو معلوم ہو جاوے کہ فلاں لفظ عجز میں آویگا بشرطیکہ روی قافیہ سامع کو معلوم ہووے۔ شعر شیفتہ

کیوں نہ میخوار میں کہوں تجھ کو (ساقیا) جانتے ہیں سب جہاں تجھے میخوار

(اسیر ودا) کمالِ شئے زوالِ شئے ہے اس پر آنکھ جا سکتی ہوں

بھلا نازاں نہ ہوں کیونکر میں اپنی بے کمالی کا[4]

عکس وہ ہے کہ اوّل دو جزو ذکر کریں پھر جزو آخر کو مقدم اور جزو اوّل کو مؤخر کر دیں۔ شعر (ذوق)

نیتِ نیک ترا آئینہ حسنِ عمل عملِ خیر ترا جلوہ حسن نیت

ہم اور غیر بھلا دونوں بہم نہ ہونگے (ولہ) ہم ہونگے وہ نہ ہونگے وہ ہونگے ہم نہ ہونگے

عکس وطرد کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک مصرع کے عکس اجزا سے مصرع دوم حاصل ہو اسکو عکس و طرد کہتے ہیں۔ شعر ظفر

خفا کیوں صنم ہے نہیں بھید کھلتا نہیں بھید کھلتا خفا کیوں صنم ہے

---

[1] دونوں کی حالت پر کچھ کہلایا جانا ثابت کیا ہے۔ [2] عجز بمعنی رکن آخر بیت۔ [3] حرف اصلی قافیہ [4] چونکہ قافیہ حالی، بدحالی کا ہے سامع کو لفظ کمال سے معلوم ہوگیا کہ قافیہ کمالی ہوگا۔

آیا سحاب ساقی تو لا شراب ساقی (روٹہ) تو لا شراب ساقی آیا سحاب ساقی
تمام غزل اسی صنعت میں ہے۔

رجوع | وہ ہے کہ ایک کلام لکھکر اُس کو ناقص سمجھکر دوسرے کلام کی طرف مصروف ہوں فائدہ یا نکتہ کے لئے اور انبساط ظاہر ہو کہ گویا کلام اول سہو سے کہا گیا۔ شعر (ناسخ)

ماہ نو ہے مثل ابرو لیکن اُسکے رو نہیں ماہِ کامل صورتِ رو ہے مگر ابرو نہیں
مراد وہ خرمن نسرین پری سے ہمسر ہے نہیں نہیں یہ خطا ہے پری سے بہتر ہے

استخدام | یہ کہ ایک لفظ دو معنین ذکر کریں اور ارادہ ایک معنی کا ہو اور دوسری جگہ ضمیر اُس لفظ کی طرف راجع کر کے معنی دوم اُس کے ارادہ کریں۔ شعر

میں نے کہا کہ اے گل مرتے ہیں ہم الم سے بولا کہ اُس کو کیا ہے مرنے سے بلبلوں کے
گل مصرع اول میں بمعنی معشوق اور مصرع دوم کی ضمیر سے گل معروف مراد ہے۔

لف ونشر | وہ ہے کہ اوّل چند چیز ذکر کریں پھر چند چیز بلا تعین ایسی ذکر کریں کہ ہر ایک جزو اُسکا تعلق اجزائے جملہ اوّل سے رکھتا ہو پس اگر ترتیب لف مطابق ترتیب نشر کے ہے اُس کو لف ونشر مرتب کہتے ہیں ورنہ غیر مرتب مثال مرتب۔ شعر (بیدار)

تیرے رخسار و قد و چشم کے ہیں عاشق زار گل جدا سرو جدا نرگسِ بیمار جدا
مثل خلیل و عیسیٰ و نوح و ابوالبشر کریں (انشا) مجھکو بھی شہرۂ جہاں آتش و باد و آب و خاک

(للا اسیر)

سرو و گل شوق میں تیرے قد و عارض کے سدا نالہ کرتے ہیں بہم قمری و بلبل کی طرح

اس میں دو بار لف ہے مثال غیر مرتب۔ بیت

یاد میں اس طرہ و رخسار کے ہاتھ سر پر مارتا ہوں صبح و شام

یہ معکوس الترتیب ہے کبھی نشر در ہم و بر ہم بھی ذکر کرتے ہیں اُس کو مختلط الترتیب کہتے ہیں جیسے۔ شعر (ہوشیار)

عقل و روی سعادت اُسکے سے ہے مہ و مہر و مشتری بیکار

تفسیر | جس کو تبیین بھی کہتے ہیں یعنی چند چیز اوّل مجمل ذکر کی جائیں پھر اُنکو مفصل کر دیا جائے پس اگر تفسیر کے وقت الفاظ مبہم کو مکرر نہ لادیں اُسکو تفسیر مخفی کہتے ہیں۔ شعر (لا ادری)

ٹوٹا پھٹا مسک گیا اور پھر کھلا بندھا بالا دوپٹہ محرم و جوڑا شب وصال

ایک جلائے اک اڑائے ایک ڈبوئے اک گڑائے

لیویں لپٹ لپٹ کے جان آتش و باد و آب خاک

اگر الفاظ مبہم کو مکرر لادیں اُس کو تفسیر جلی کہتے ہیں۔ شعر (غمگین)

کیا غضب لین دین ہے ظالم لیتا ہے دل تو دیتا ہے غم ہجر

اور یہ صنعت بھی مرتب اور غیر مرتب ہوتی ہے۔ اور فرق لف و نشر اور تفسیر میں یہ ہے کہ اگر الفاظ اجمالی اور تفصیلی کے درمیان تناسب بطور تشبیہ و مراعاۃ النظیر کے ہو اُس کو لف و نشر کہتے ہیں ورنہ تفسیر اور واضح ہو کہ سکاکی کے نزدیک تفسیر کا وجود نہیں سب لف و نشر ہے۔

جمع | مراد جمع کرنے چند چیز سے ہے ایک ہی حکم میں۔ شعر (ذوق)

خط بڑھا زلفیں بڑھیں کاکل بڑھی گیسو بڑھے — عشق کی سرکار میں جتنے بڑھے ہندو بڑھے

کئی چیز کو بٹنے کے حکم میں جمع کیا۔ شعر (نسیم)

چکنی ڈلی عطر الائچی پان — نقل بڑے جام و خوان الوان

رغبت سے انھیں کھلا پلا کے — بولا شہزادہ مسکرا کے

معمول سے بزم میں ہوئے جمع (ولہ) — مینا و کباب و مجمر و شمع

تفریق | وہ کہ دو چیزوں میں فرق بیان کیا جائے۔ شعر (ناسخ)

ایک یوسف واں گرا تھا یاں گرے دلہا خلق — چاہِ کنعاں اور ہے چاہِ زنخداں اور ہے

تقسیم | یعنی پہلے چند چیز ذکر کریں اور پھر جو جو شے اُن کے ساتھ نسبت رکھتی ہو اُن کو مذکور کریں بطریق تعیین۔ شعر (لاادری)

وہی دیوے گا مجھے صبر و سکوں جس نے دیا — رُخِ زیبا تجھے اور دیدہ گریاں مجھکو

قطعہ

قسمت کیا ہر چیز کو قسام ازل نے — جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

بلبل کو دیا نالہ تو پروانے کو جلنا — غم ہمکو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

جمع مع التفریق — شعر

مسلمان اور کافر سجدہ سب کرتے ہیں پتھر کو — اسے وہ کعبہ کہتے ہیں اُسے بت نام کرتے ہیں

جمع مع التقسیم[1] — شعر

تیغ و افسر کا ہے تو مالک عنایت سے تری — تیغ رستم لے گیا افسر سکندر لے گیا

---

[1] صنعت جمع تقسیم مثل لف و نشر کے ہے مگر لف و نشر میں اضافت بے تعیین ہوتی ہے اور اس میں بہ تعیین ہوتی ہے۔

جمع مع تفریق وتقسیم   قطعہ

سب سخی ہیں ابر و دریا اور وہ عالی جناب | پائیں فیض اُنسے نباتات اور غواص و گدا
پر کرے ہے نالہ دریا ابر روئے وقت فیض | با لب خنداں وہ والا فر ہے ہر دائما

قطعہ

مری آہ اور تری کاکل ہے سنبل شکل میں لیکن | وہ خار سوختہ یہ شاخ سرو جویباری کی
سدا اس خار سے دوزخ کو ہے اُمید آتش کی | سدا اُس شاخ سے جنت کو خواہش آبیاری کی

تقسیم مسلسل وہ ہے کہ اول ایک شے ذکر کریں پھر اُس کا مناسب بعد ازاں اُس مناسب کو مکرر لاویں اور پھر اُس مناسب کا مناسب اُس کی طرف منسوب کریں علیٰ ہذا القیاس شعر (ہوشیار)

خجل دست وطبع و دل سے تیرے | بحر و گلزار و مہر پُر انوار
بحر و گلزار مہر ہیں تجھ سے | خجل و شرمسار و زار و نزار
خجل و شرمسار و زار و بہت | تجھ سے ہے طوس و سلم و تو د ہجار
بخار ارض سے تا ابر ہوا اور ابر پانی میں | رواں پانی سے تا دریا ہوا اور دریا میں طغیانی (ذوق)
زمیں میں تا ہو کان اور کان میں تا ہو جوہر کانی | ہے جوہر ہو قیمت اور قیمت کو فراوانی
[1] تری شمشیر جوہر دار میں نصرت کا جوہر ہو | ترے قبضے میں بحر پر گہر ہو کان پر زر ہو

تجرید ایک شے ذی صفت سے ایک اور شے موصوف بصفت مذکور حاصل کرنا بغرض مبالغہ شے اول کے صفت مذکور میں یعنی تا کہ معلوم ہو کہ شے اول ایسی کامل الصفت ہے جس سے اُسی صفت سے موصوف

---

[1] شعر سوم داخل مثال نہیں واسطے اتمام مطلب کے لکھی گئی۔

دوسری شے حاصل ہو سکتی ہے فارسی عربی میں اُسکے بہت اقسام ہیں اُردو میں یہ ہیں اول بذریعہ لفظ شے کے۔ شعر (نظیر)

جب میں روتا ہوں تو آنکھوں سے برس جاتی ہے ... کبھی ساون کی جھڑی اور کبھی بھادوں کی جھڑ
رونے میں آنکھ ایسی کامل ہے جس سے باراں حاصل ہوا اگرچہ بظاہر تشبیہ ہے مگر چونکہ بطور تجرید ہے لہذا اطلاق تشبیہ جائز نہیں۔ دوم بذریعہ لفظ میں کے۔ شعر (مؤلف)

کوچۂ یار میں فردوس کی کیفیت ہے ... جائیں عشاق کہاں چھوڑ کے اپنی جنت
کوچۂ یار سے جنت حاصل کی سوم بے ذریعہ کسی لفظ کے۔ شعر (میر)

قاصد جو واں سے آیا تو شرمندہ میں ہوا ... بیچارہ سینہ چاک گریباں دریدہ تھا
قاصد کو بیچارگی میں ایسا کامل قرار دیا جس سے ایک بیچارہ جدا حاصل ہوا شعر

مت یہ گھبرا کر کہو اب یاں سے بندہ جائیگا ... کوئی مرجائیگا صاحب آپکا کیا جائیگا
کوئی سے مراد اپنی ذات ہے آپ کو مرنے میں ایسا کامل سمجھا جس سے اور شخص حاصل کیا۔ شعر (امانت)

کسی کی زلف کی جانب جو کھنچ رہا ہے دل ... بلائے تازہ مرے سر پہ لائیگا پھر کیا
معشوق سے اور شخص حاصل کیا۔ شعر

دیکھنا آئینہ ہر دم کا نہیں ہے بے وجہ ... ظاہرا وہ بھی ہیں عاشق کسی مہ پارہ کے
آئینہ دیکھکر عاشق ہونا کسی پر اپنے اوپر عاشق ہوتا ہے پس معشوق سے اور مہ پارہ حاصل کیا اسی قسم سے ہے اپنی ذات سے خطاب کرنا۔ مثلاً اے فلاں تو خدا کو یاد کر۔ علیٰ ہذا القیاس اکثر مقطع میں اسی طرح لکھتے ہیں شعر

کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ شرم تم کو مگر نہیں آتی

مبالغہ مقبول یعنی کسی وصف کو شدت یا ضعف میں حد بعید یا محال تک پہنچا دینا اور وہ تین قسم ہے اگر ادعائے مذکور بحسب عقل اور عادت ممکن ہو اُس کو تبلیغ اور اگر بحسب عقل ممکن ہے لیکن خلاف عادت ہے اُس کو اغراق اور اگر بحسب عقل و عادت دونوں کے ممتنع ہے اُس کو غلو کہتے ہیں

مثال تبلیغ۔ شعر (انشا)

دل کے نالوں سے جگر دکھنے لگا یاں تلک روئے کہ سر دکھنے لگا

ہر دو امر قرین قیاس اور حسب عادت ہیں مثال اغراق در تعریف اسپ۔ شعر (سحر لکھنوی)

صبح کو ہو کوئی انگریز اگر اُس پہ سوار حاضری[1] کھائے سپاٹو میں تو لندن میں تفن[2]

اگرچہ عقل دلالت کرتی ہے کہ بکمال تیز روی سے ممکن ہے لیکن خلاف عادت ہے مثال غلو در تعریف اسپ۔ شعر (ذکی)

گردنی اوڑھ کے سو جائے اگر کوئی سئیس رات بھر خواب میں ٹاپا کرے اُتر دکھن

گردنی سے ایسا اثر ہو جانا خلاف عقل بھی ہے۔ مبالغہ غلو اُس وقت نہایت مقبول ہوتا ہے جب کوئی ایسا لفظ ذکر کریں جس سے وہ امر قرین صحت ہو جائے۔ شعر (سودا)

اس گلشن ہستی میں عجب سیر ہے لیکن جب آنکھ کھلی گل کی تو موسم تھا خزاں کا

طرفۃ العین میں فصل گل کا معدوم ہو جانا اس لفظ سے کہ جب آنکھ کھلی

---

[1] حاضری طعام چاشت انگریزاں۔ [2] تفن طعام شام۔

گُل کی ثابت ہو گیا کیونکہ گُل بعد کھلنے کے ٹوٹ کر گر پڑتا ہے۔

مذہب کلامی یعنی کلام میں دلیل مثل اہل علم کلام کے بطریق قیاس منطقیہ یقینی ہو۔ شعر (ناسخ)

کیوں نہ ہم عالمِ امکاں میں کریں ترکِ لباس
جبکہ خالق نے کیا ہو ہمیں عریاں پیدا

صورت قیاس اور برہان یہ ہے کہ اگر خدا نے عریاں پیدا نہ کیا ہوتو ہم کو ترک لباس کرنا نہ چاہیے مگر خالق نے عریاں پیدا کیا ہے پس ترک لباس کرنا چاہیئے۔

مذہب فقیہی اگر دلیل بطور قیاس فقہا کے ہو جس کو تمثیل کہتے ہیں یعنی ایک جزو کو دوسرے جزو پر قیاس کرنا جیسے مائعات پاک ہیں اور سرکہ مائعات میں سے ہے پس سرکہ پاک ہے۔ شعر (نطق)

یوں ہی ہمارا عشق بھی تدریج سے بڑھا
جیسے حضور اتنے سے اِتنے بڑے ہوئے

ایک شے کے بڑھنے کو دوسری شے کے بڑھنے پر قیاس کیا۔

حسن التعلیل کسی امر کی علت بطور پسندیدہ ثابت کرنا کہ درحقیقت وہ نہ ہو اور وہ دو امر سے خالی نہیں یا ثابت فی نفسہ یا غیر ثابت در صورت اول غرض بیان علت سے ثابت کرنا اُس علت کا ہے اُس امر کے لئے اور در حالت ثانی غرض اثبات اُس امر سے ہے قسم اول دو نوع ہے ایک وہ کہ امر مذکور سوائے علت مذکور کے کوئی اور علت عرف و عادت میں ظاہر رکھتا ہو دوم یہ کہ بجز علت مذکور اور کوئی علت ظاہر نہ ہو قسم دوم بھی دو نوع ہے ایک وہ کہ اُس امر کا وجود ممکن ہو دوم

یہ کہ ممتنع اور محال ہو۔ مثال قسم اوّل نوع اوّل۔ شعر (انشا)

ایک دم تو دیکھنے کو نکالی تھی اپنی تیغ　　　اندام خود یہ لرزہ ہے تا حال ملتزم

اندام خود پر لرزہ وصف ثابت ہے مگر وجہ اُس کی کثرت جلا دضیا ہے شاعر خوف تیغ ممدوح بیان کرتا ہے قسم اوّل نوع دوم۔ شعر

برابری کا تری گل نے جب خیال کیا　　　صبا نے مار طمانچوں منہ اسکا لال کیا

رُخ گل واقعی سُرخ ہے مگر وجہ کوئی ظاہر نہیں شاعر یہ وجہ قرار دیتا ہے۔ شعر

یہ ستارے ہیں نہیں جان جہاں کس کس تے　　　دیکھ کر منہ کو ترے ماہ کے رخ پر تھوکا

قسم دوم نوع اوّل شعر (ذوق)

نام یوں پستی میں بالا تر ہمارا ہو گیا　　　جس طرح پانی کنوئیں کی تہ میں تارا ہو گیا

پستی سے نام بلند ہونا وصف غیر ثابت ہے کیونکہ اکثر پستی باعث ذلت ہے مگر غیر ممکن بھی نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ کسی کو پستی سے علو رتبہ حاصل ہوا اور شاعر نے اُس کی علت مصرع دوم میں بیان کر کے ثابت کیا۔ قسم دوم نوع دوم۔ شعر

ہمیں دن بھی برنگِ شب ہے جب تو اُٹھ کے جاتا ہے
کہ شب ہوتی ہے جب خورشید اپنا مُنہ چھپاتا ہے

دن کا شب ہونا وصف غیر ثابت ہے اُس کو مصرع دوم کی علت سے ثابت کیا۔

تاکید المدح بما یشبہ الذم	ممدوح کی صفت کے بعد ایسا لفظ لانا کہ سامع کو بادی النظر میں اشتباہ ہو کہ قائل ارادۂ ذم کا رکھتا ہے لیکن بعد غور و فہم

معنی معلوم کرے کہ عین مدح ہے وہ دو قسم ہے اول وہ کہ کسی شے میں سے کسی ذم کو نفی کریں اور اس ذم میں سے ایک مدح اس میں داخل ٹھہرا کر استثنا کریں۔ شعر (مولفہ)

حسن ہی ہے نہ ترا بے عیب اے رشک پری ۔۔۔ پر ضرور اتنا تو نقصاں ہی کہ تو مغرور ہے

اول عیب کو نفی کیا اور مغرور ہونے کو عیب سے استثنا کیا کیونکہ مغرور ہونا گو ظاہر عیب ہے مگر چونکہ بسبب زیادت حسن کے غرور ہوتا ہے لہذا فی الواقع مدح ہے۔ قسم دوم ایک صفت کے بعد حرف استثنا لاکر دوسری صفت لکھیں۔ شعر

تو سراپا حسن ہے لیکن نہیں ہے آدمی ۔۔۔ کوئی تجھسا حور ہی تو یا پری ہی کیا ہے تو

لفظ لیکن سے اشتباہ ہوا کہ شاید اب عیب بیان ہوگا مگر بغور مضمون شعر سے عین مدح معلوم ہوئی اور یہ ایجاد شعرائے عجم ہے ایک قسم کہ صنعت دوسری اس طرح لکھیں کہ بظاہر ذم معلوم ہو فی الحقیقت مدح ہو شعر

ترا عدل سارے جہاں پر ہے لیکن ۔۔۔ رہے ہے ترا ظلم دائم ستم پر

ستم پر ظلم رہنا کمال عدل ہے۔ کبھی بغیر حرف استثنا کے بھی مستعمل ہوتا ہے۔ شعر (ذوق)

اگر ہے سہو کو کچھ دخل حافظے میں، تو یہ ۔۔۔ نہ اپنا یاد ہے احساں نہ اور کی تقصیر

تاکید الذم بمایشبہ المدح | یہ بھی اسی طرح دو قسم ہے اول یہ کہ کوئی مدح نفی کر کے اس میں سے ایک ذم اس میں داخل ٹھہرا کر استثنا کریں۔ شعر

چرخ سفلہ پرور میں خو نہیں نکوئی کی ۔۔۔ ہاں مگر ستم وہ بھی صرف ہے ہنر پرور

دوم ایک ذم کے بعد حرف استثنا کر کے دوسری ذم لائیں۔ **شعر** (مؤلفہ)

صنم دل تجھکو دینا خطا ہے　　تو ہے بے رحم لیکن بے دغا ہے

بھلا تجھ سا نہیں کوئی زمانے میں مگر یہ بات　　کہ جو صحبت میں بیٹھے تیری وہ تجھسا ہی بنجائے

اور ایجاد شعرائے عجم ہے کہ بظاہر مدح ہو اور فی الحقیقت ذم۔ **شعر** (نوازش)

کسے تیغِ جفا سے تیری ہے امید منے کی　　جو ہو وے تجھ سے تو ہاں شاید زبانِ زخمِ خنداں ہو

دوستی تجھکو کسی سے بھی نہیں　(المؤلفہ)　لیک ہے جور و ستم سے دوستی

جور و ستم سے دوستی کمال جور ہے۔

تدارک یا استدراک | کلام کا اس طرح شروع کرنا ہے کہ سامع کو جو معلوم ہوا اور جب تمام کلام سنے جانے کچھ ہے۔ **شعر** (المؤلفہ)

مدح لکھنا ہی ترا مجھکو نہیں ہے منظور　　کیونکہ اندازۂ تحریر سے وہ باہر ہے

اور اسی کی قسم ہے کہ مصرع متضمن بہ ہزل ہو اور مصرع دوم رفع اشتباہ معنی ہزل کا کرے۔ **شعر** (لاادری)

جی میں آتا ہی دھروں سوتے میں تجھ دلدار کے　　سر تلے تکیے بنا کمخواب بوٹے دار کے

مارتا ہوں تمھاری میں ہر بار　(مطلب)　آشناؤں میں سب بڑائی یار

تم کو لازم ہے پکڑو گے میرا　　ہاتھ میں ہاتھ با محبت و پیار

خوب کروایا اب تو مت کروا　　مجھ کو رسوا بہ کوچہ و بازار

استتباع | جس کو مدح موجہ بھی کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ مدح کسی کی اس طرح کریں کہ ایک مدح سے مدح دوم حاصل ہو۔ **شعر** (المؤلفہ)

لب ترا شیریں ہے مانند سخن　　اور کمر معدوم ہے مثل دہن

آتشِ قہر سے ہو جائے جہاں خاک سیاہ　　موج زن گر نہ رہے مہر کا دریا تیری
قہر کی تعریف اس طرح کی کہ مہر کی صفت بھی ہو گئی۔

ادماج[1] جس کو ذو المعنیین بھی کہتے ہیں ایسا کلام ہے کہ اُس سے دو معنی حاصل ہوں۔ شعر (جرأت)

بشکل مہر ہے گردش ہی ہمکو سارے دن　　جو تم پھرآؤ تو پیارے پھریں ہمارے دن
لفظ پھرآؤ دو معنی رکھتا ہے۔ شعر (امانت)

سُنی کسی نے نہیں غم کی داستاں میری　　وہ کم سخن ہوں کہ گویا نہیں زباں میری
لفظ گویا خواہ بمعنی گوینده اور خواہ مخفف گویا کلمہ تشبیہ۔ شعر (سرور)

گر اُس کے ہجر میں یونہی اندوہ گیں رہے　　تو ہوئیگا وصال دلا یہ یقین رہے
وصال بمعنی مرگ و بمعنی ملاقات دونوں جائز ہیں۔ شعر (نثار)

اُسکے عارض کو دیکھ جیتا ہوں　　عارضی اپنی زندگانی ہے
منسوب بعارض یا چند روزہ۔ شعر (نسیم)

وہ طفل بھی گر پڑا قدم پر　　مانند سرشک چشم مادر
لڑکے کا قدم پر گرنا اس طرح بیان کیا کہ اُس میں ماں کے رونے کا بھی حال کھل گیا۔

توجیہ[2] جس کو ذو الوجہین اور محتمل الضدین بھی کہتے ہیں وہ ہے کہ کلام دو صورت مختلف پر دلالت کرے جیسے جو اور مدح علیٰ ہذا القیاس۔ شعر (للمولفہ)

---

[1] ادماج اور ایہام میں فرق یہ ہے کہ ایہام میں ایک لفظ مشتمل ہے ایک معنی یا زیادہ کا ہوتا ہے یہاں کل کلام سے دو مطلب حاصل ہیں۔ [2] لغوی معنی کسی چیز کی طرف منھ پھیرنا اور نیک بیان کرنا

کیا ہی تاثیر ہے واللہ تری صحبت کو یک بیک لحظہ میں بنجاتا ہے احمق دانا

مجھ کو کہتے ہو کہ چل باہر ہو (خادم)[1] آپ سے کہنے سے کب باہر ہوں

الہزل الذی یراد بہ الجد کہ کلام میں صرف الفاظ ظرافت کے ہوں مگر مضمون خوب اور بہتر ہو۔ شعر

ہاں قحبۂ دنیا سے نہ کر آمیزش دوزخ کی آتشک بلائے بد ہے

الفاظ ہزل میں نصیحت مذکور ہے۔ اشعار

دنیا اک زال بیسوا ہے بے مہر و وفا و بے حیا ہے

مردوں کے لئے یہ زن ہے رہزن دنیا کی عدو ہے دین کی دشمن

تجاہل المعارف یا تجاہل عارف	جسکو سکاکی مصنف مفتاح نے سوق المعلوم مساق غیرہ لکھا ہے یعنی امر معلوم سے اظہار بے خبری اکا کرنا

واسطے کسی فائدے کے۔ شعر (مجرور)

ہے زلف یا دھواں ہی یہ شمع جمال کا اعجاز حسن و ناز سے اونچا نہ ہو سکا

یا ابر آفتاب کے پہلو میں آگیا پیدا ہے یا کہ شام غریباں یہ برملا

فائدہ مبالغۂ مدح زلف ہے۔ شعر (جرأت)

صنم کہتے ہیں تیری بھی کمر ہے کہاں ہے کس طرف ہے اور کدھر ہے

غرض مبالغہ وصف باریکی کمر ہے۔ شعر (جرأت)

مکر جانے کا قاتل نے نرالا ڈھب نکالا ہے سبھوں سے پوچھتا ہے کس نے اسکو مار ڈالا ہے

یہاں تجاہل کو معشوق کی طرف منسوب کیا۔

قول بالموجب	کسی شخص کے کلام کو خلاف مراد قائل گمان کرنا بشرطیکہ

---

[1] فارسی والا شاعر کہتا ہے ؎ با قحبۂ دنیا مکنید آمیزش — از آتشک جہنم اندیشہ کنید

دوگردن اس سے مستنبط ہوسکتا ہو۔ شعر (مولف)

مجھ سے کہتا ہے کہ تو دل سے ہند مجھ چھوڑ ۔ سچ ہے یار سے زیں تو ہنسکتا ہو ان پر بچھڑ

ناصحا کہتا ہے کیا عشق اس صنم کا چھوڑ دے
کیا حسین کوئی زیادہ اس سے رہتا ہے کہیں

اطرادیہ نام ممدوح کا مع نام آبا کے بترتیب ذکر کریں۔ شعر (گوہر)

گل باغ ادب کنہیا لال ۔ نورِ چشم و چراغ راجی مل
قرۃ العین لالہ چنی لال ۔ خلف داتا رام ابا ددل

تعجب یعنی کلام میں تعجب ظاہر کرنا کسی فائدہ کے لیے۔ شعر (ناسخ)

بگڑ جاتا ہے سیب پختہ گردش روز کیتے ہیں ۔ تعجب ہے کہ برسوں میں وہ سیب ذقن بگڑا

فائدہ وصف ذقن ست ہے۔ شعر (امانت)

پھول سے سینہ پہ کب ہیں برستاں پیدا ۔ ہوئے گلشن میں اناروں سے پستاں پیدا

فائدہ وصف خوشنمائی پستان ہے۔ شعر (مولف)

مہینے میں فقط دو روز غائب ماہ رہتا ہے ۔ تعجب ہے نظر آتا نہیں وہ ماہ رو برسوں

فائدہ تعجب مبالغہ ہے معشوق کے نہ آنے میں۔

اعتراض الکلام قبل الاتمام یا حشو اندر جملے کے ایسا لفظ یا جملہ لانا کہ معنی بغیر اس کے بھی تمام ہوسکیں وہ تین قسم ہے ملیح و متوسط و قبیح اگر اس لفظ سے

لہ یا ایک صفت جو ایک شے کے واسطے بیان کیجائے اس کو دوسرے کے واسطے گمان کرنا۔ شعر

کہا جو میں نے رقیبوں سے تو نہ مل رہنا ۔ تو ہنس کے بولا کہ وہ بھی تو یہی کہتے ہیں

مراد شاعر کی دیگر عشاق سوائے شاعر کے تھی معشوق نے رقیب شاعر کو قرار دیا ہے۔

زینت کلام ہے تو تلمیح اگر یکسر اور نہ رکھنا یکساں ہے متوسط اگر مخل
فصاحت ہے قبیح ہے اور حشو قبیح داخل ہے زینت کلام نہیں۔ مثال
ملیح۔ شعر (امانت)

یاں سے اب جاؤں تو میں کیا ہے بتاؤں اسکو — زیب و زینت کا سب اندازہ بتاؤں اسکو

زیب و زینت ہیں ایک لفظ حشو ہے۔ شعر (غالب)

خامہ میرا کہ وہ ہے بار بد بزم سخن — شاہ کی مدح میں یوں نغمہ سرا ہوتا ہے

جملہ کہ وہ ہے باربد بزم سخن مناسب نغمہ سرا کے ہے مثال متوسط شعر

جور اور ظلم سے اس کے نہ کبھی گھبرانا — نہ کبھی شکوہ بیداد زباں پر لانا

تو ہے بحر بیکراں میں تشنہ و تفسیدہ لب — اے سماں جود و ہمت پیاس کو میری بجھا

جور و ظلم و جود و ہمت میں ایک لفظ حشو ہے۔ مثال قبیح شعر

اگر تو نے ستم مجھ پر کیا تو کیا ہوا پیارے — ہے معشوق و محبوب کا ستم سہیں عاشق

محبوب فضول ہے۔ شعر

روئے آنسو اسقدر ہم ہجر میں — اشکوں کے طوفاں سے دریا ہو گیا

لفظ آنسو حشو ہے۔

تلمیح یا تلمیح وہ صنعت ہے کہ کلام مشتمل ہو کسی قصہ معروف یا کسی
مضمون مشہور پر۔ شعر (سرور)

طور کو نور کے جلوں میں جلایا اس نے — کبھی آتش کو ہے گلزار بنایا اس نے

لہ حشو ملیح کو حشو لوزینج بھی کہتے ہیں۔ معرب لوزینہ۔ سلہ ایک مشہور گوینے کا نام ہے۔
سے معنی لغوی ایک نگاہ کرنا۔ تلمیح بمعنی لانا شے ملیح کا مگر اول صحیح ہے۔ ۱۲

تلمیح مصرع اوّل قصۂ موسےٰؑ و مصرع دوم قصۂ ابراہیمؑ۔ شعر (ناسخ)

حاجت نہیں نماز کی مستی میں زاہدا — کیا مزہ دیا ہے خدا نے شراب کو

تلمیح ہے آیہ لاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ کی طرف۔ شعر (ذوق)

ہم تو سنتے تھے سدا اُکل عوض یارو — ذوق ہوتا ہے وہ کیوں ہوگئے ترش ابرو

خزاں میں اسلئے لوٹے ہو خاک پر غنچہ — کہ یہ علاج ہے اُسکا جسے ہو استسقا

اشارہ ہے مسئلہ طب کی طرف۔ شعر (ولی)

اک دل نہیں آرزو سے خالی — ہر جا ہے محال اگر خلا ہے

اشارہ مسئلہ حکما کی طرف سے جس میں خلا کو محال بیان کیا گیا ہے۔ شعر (ظفر)

نہ کیجے شکوہ مزاج بجا کہ بہتر ہیں — اُسی مکان پہ ہوں جس مکان کی باتیں

اشارہ ہے مثل مشہور کی طرف

نسیاقۃ الاعداد | اعداد کو کلام میں بہ ترتیب یا بلا ترتیب ذکر کرنا۔ شعر (ذوق)

اب اُن کو شش جہت میں ہفت دریا لوگ کہتے ہیں
گرے تھے اشک کے قطرے مرے دو چار آنکھوں سے

ایک مفتے میں نہیں نرگس بیمار آنکھیں (۱) کوئی دو تین دن اُس سے جو کرے چار آنکھیں

تنسیق الصفات | ایک موصوف کو صفات متوالیہ سے ذکر کرنا۔ شعر (النشا)

مستجمع المکارم و مستحسن الشیم — ینبوع فضل وجود و سخا معدن کرم

---

(۱) مثال بہ ترتیب۔ رباعی

وہ عقل زنہ سپہر در ہشت بہشت — ہفت اختر م از شش جہت این نامہ نوشت
کز پنج حواس و چار ارکان و سہ روح — ایزد بدو کون چو تو یک تن نسرشت

شعر (حکیم تصدق حسین خاں)

سینے پہ دونوں چھاتیاں انمول — اونچی چکنی کڑی کرارا گول

صنعت تلمیح و سیاقۃ الاعداد و تنسیق الصفات کو صاحب البلاغت نے صنائع لفظی میں لکھا ہے۔

سوال و جواب جس کو مراجعہ بھی کہتے ہیں خواہ ہر مصرع میں سوال و جواب خواہ ایک میں سوال دوسرے میں جواب خواہ ایک بیت میں سوال دوسرے میں جواب ہو۔ شعر (نسیم)

پوچھا کہ طلب کہا قناعت — پوچھا کہ سبب کہا کہ قسمت

کہا گر کسی نے کہ کچھ کھائیے — (میر حسن) کہا خیر بہتر ہے منگوائیے

کسی نے کہا سیر کیجے ذرا — کہا سیر سے جی ہے میرا بھرا

بولا وہ کہ خواب دیکھتا تھا — (نسیم) آتش پہ کباب دیکھتا تھا

بولی وہ کہ ہم بتائیں تعبیر — دلسوزی کریگا کوئی دلگیر

بولا وہ کہ رات کو اُفق[1] میں — خورشید تھا آتش شفق میں

بولی وہ بشر ہو تم دلاور — سرسبز ہو قوم آتشی پر

بولا وہ کہ دیکھی اک شبستاں — شعلہ ہوا انجمن میں رقصاں

بولی وہ کہ شعلہ میں پری ہوں — جو ناچ نچاؤ ناچتی ہوں

حسن الطلب یعنی کوئی شے بطرز پسندیدہ طلب کرنا۔ شعر (غالب)

آپ کا بندہ اور پھروں ننگا — آپ کا نوکر اور کھاؤں اُدھار

---

[1] اُفق بضمتین لہذا قافیہ غلط۔ ۱۲

دیا اللہ نے وہ قلب مصفا تجھ کو — اے شہنشاہِ صفا ذہن و سراپا صفت
فرطِ تفضیل جو [illegible] تجھ پہ رخ حاجت مند — عرضِ حاجت کی نہیں سامنے تیرے حاجت

قطعہ

کل مجھ سے طلب کرتا تھا [illegible] قرض خواہ — میں یہ کہتا ہوں کہ مفلس پاس اتنا زر کہاں
تب کہا اس نے کہ تم کو شرم آتی نہیں — جھوٹ سے کیا فائدہ فرمائیے اے مہرباں
آپ [illegible] ایسے کہتے ہیں بات [illegible] — مجھ کو کیسہ تہی ہے اور خالی جیب کان
سکہ [illegible] رکھتے نہیں [illegible] — اس قدر دولت کہاں رکھتے تھے سلاطین کیاں

حسن الابتدا [illegible] ابتدا میں [illegible] لفظ [illegible] نازک خوب و طرز لطیف شعر [illegible] تیرا [illegible] مصلحت سے غیر [illegible] پر کھا کھا

حسن المطلع وہ ہے کہ شعر اول کلام کا الفاظ بدیع اور معانی بلیغ سے لکھا جائے [illegible] اور مطلع [illegible] اور لفظ [illegible] کے ہوں۔

حسن المقطع وہ ہے کہ شعر آخر شاعر کے الفاظ فصیح اور معانی خوب سے لکھے جائیں اور یہ اکثر قصیدہ مدحیہ میں دعائیہ اشعار ہوتے ہیں۔

حسن التخلص وہ ہے کہ کسی مضمون مثل ذکر عشق وغیرہ سے مدح ممدوح کی طرف رجوع کریں اور اسی کو گریز کہتے ہیں ان تینوں صنعت کی مثال باب ششم میں مثال [illegible] سے واضح ہوگی اسی صنعت حسن التخلص کو قطع الکلام بھی کہتے ہیں اور اگر کوئی کلمہ مشعر بہ رجوع مطلب دیگر ذکر کریں اس کو اقتضاب کہتے ہیں چنانچہ دیباچہ کتاب میں لفظ اما بعد اور خطوط میں

تخلص کے معنی بھاگنا

بعد شرح شوق ملاقات و مکرر آنکہ وغیرہ لکھتے ہیں۔

تعلیق | منحصر کرنا کسی امر کا ثبوت یا نفی دوسرے امر پر حکم اوّل کو جزا اور دوم کو شرط کہتے ہیں۔ شعر (غالب)

اگر وہ سرو قد گرم خرام ناز آجاوے — کف ہر خاک گلشن شکل قمری نالہ فرسا ہو

رسالہ عبد الواسع میں اس کی کئی قسم لکھی ہیں۔

تلمیع | جس کو ذولسانین کہتے ہیں یعنی ایک مصرع یا شعر ایک زبان میں ہو اور دوسرا مصرع یا شعر زبان دیگر میں۔ شعر (انشا)

اے عشق مجھے شاہد اصلی کو دکھا لا — تم خذ بیدی وفقک اللہ تعالیٰ

ز حال مسکیں مکن تغافل درائے نیناں بنائے بتیاں

چو تاب ہجراں ندارم اے جاں نہ لیہو کاہے لگائے چھتیاں

ارسال المثل | وہ کہ کوئی ضرب المثل کلام میں لائیں۔ شعر (سودا)

کافی نہیں بے بوسہ مرے دلکو گوارا — جھوٹا کوئی کھاتا ہے تو میٹھے ہی کی لالچ

اگر دو مثل ایک شعر میں واقع ہوں تو ارسال المثلین کہتے ہیں۔ شعر (گوہر)

کس طرح شعر میں مضمون تمنا آئے — کیسے مٹھی میں ہوا کوزے میں دریا آئے

جامع اللسانین | جس کو دو روئی بھی لکھا ہے ایسا کلام کہ اسکو بے تغیر نقاط دو زبان میں پڑھ سکیں۔

مثال فارسی و ہندی یار آجائے تو بہتر

متضمن اللسانین و متضمن الالسنہ | جس کو ذو رویتین بھی کہتے ہیں۔

عہ اس کے اجزاء مصرع میں تلمیع ہے۔

کلام بہ تغیر نقاط دو یا کئی زبان میں پڑھا جائے۔ ع (انشا)

فارسی — بیا بیا حسب من جا الیا بیا کی باش

اردو — پیا پیا جب سن جا الیا پیا کے پاس

عربی — بیا نبا حسب من حالنا بیا کی تاس

فقرہ نثر فارسی ۔ بار گنا ہم کسے بر خود کے بر داشت کنیں جہت بہر دی دہ گویم ہر شب بنیاز۔ فقرہ نثر اردو۔ بار کیا ہم کسی بڑے جود کی برداشت کریں جھٹ بھڑ دے دغا کو ہم ہیں سب تیار۔

قلب اللسانین | وہ کلام کہ اگر اُس کو مقلوب پڑھیں زبان دیگر میں اس سے معنی حاصل ہوں۔ شعر

ہاں یار ماہ روز در خانہ اندر آ
یارامے داری مارا بیا (مقلوب بزبان عربی)

اَرَدْنا هُناخِرْدَزُوْرِنَعامُ رَايْنَاهُ — رَأَىٰ بِي مَارَامِي رَادُ يُمارا سے

کلام الجامع | کلام مشعر بہ پند و نصیحت و حکمت اور شکایت روزگار کی لکھنا۔

نفس گر دشمن ہے اے رنگیں ترا (رنگین) — دب نہ جا اُسکے مقابل رہ کھڑا
باندھ ہمت اور خدا کو یاد کر — اُس کو مار اور دل کو اپنے شاد کر
دے غذا اُس کو نہ اچھی زینہار — پیٹ کی اُس کو ہمیشہ مار مار
دوست یہ در پردہ دشمن ہے ترا — تو مسافر ہے یہ رہزن ہے ترا

سلہ ارادہ کیا ہم نے اُسجگہ زنان خرنگیں شہر زور کا گوسفند لاغر دیکھا ہم نے اُسی زور کو دکھلایا اُس زور نے مجھکو یا ہم تیر اندازی شخص بازگر دانندہ قصد کو کہ دیکھا اُس شخص نے ۱۲۔۔۔۔

ابداع | کلام میں نیا مضمون لکھنا۔ شعر مصحفی۔

کر سکے بال ترے دیکھنے کو چلے | عمر ہوئی تیری یاں تک تو شہرۂ آفاق

تنبوہ تان کے یاں سے اگر پتنگ | کیجیو اُسکی نجو نگو یہ تیقن ہو آسے (سودا)

یہ حقیقت میں کوئی صنعت نہیں ہے بلکہ اساتذہ کا کلام اکثر ایسا ہوتا ہے

تضمین یا اقتباس | وہ ہے کہ کسی دوسرے شاعر کا مصرع یا بیت معروف یا آیۂ قرآن یا حدیث اپنے کلام میں لاویں بطور مناسب تضمین مصرع کو ابداع اور رفو کہتے ہیں اور تضمین بیت یا زیادہ اشعار کو استعانت

مثال ابداع۔ قطعہ (غالب)

سن سن کے اُسے سخنورانِ کامل | مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل

گویم مشکل وگر نہ گویم مشکل | آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمائش

مصرع چہارم مشہور کسی شاعر کا ہے۔ شعر (ولہ)

دقنا ربنا عذاب النار | دھوپ کی تابش آگ کی گرمی

کبھی تضمین کی جانب اشارہ کر دیتے ہیں۔ شعر (غالب)

آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میر نہیں | اپنا یہ عقیدہ ہے بقولِ ناسخ

مثال۔ شعر (ہوشیار)

وصف میں تیرے اے جہاں دیار | اک قوامی کا شعر لکھتا ہوں

توسواری وہمت تو سوار | ساعد ملک ورخش دولت را

ترجمہ | وہ کہ معنی بیت کو ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کریں۔ شعر (لا اعلم)

آلودہ ز قطرات عرق دیدہ جبیں را اختر ز فلک می نگرد روے زمیں را

آلودۂ قطرات عرق دیکھ جبیں کو (سودا) اختر پڑے جھانکیں ہیں فلک پر سے زمیں کو

اور اسی کی ایک قسم ہے قریب بہ ایہام ایجاد - یعنی ایسے دو لفظ لانا کہ سوائے معنی مقصود کے دوسری لفظ کا اُسی زبان یا زبان دیگر میں ترجمہ ہو - شعر (خسرو)

دارم آرزو کہ حکایت کنم بات لالہ غلام روئے تو صد برگ زیر پات

ہر برہمن کہ دید رخ خوب بت اے صنم زنّار رگسست و لگد زد بروے لات

نجھا بلبل نے گل کی شاخ ڈالی (موقعہ) بجا ہے باغباں کو گوشمالی

جام اُس نے بھر اکہا پیا رے (نسیم) دل اُسکا بھر اتھا جام کیا رے

مجھ ترے گی جیتا مجھے چشم قاتل یقیں ہے یقیں بلکہ عین الیقیں ہے

ادعا وہ ہے کہ شاعر امر غیر ممکن و خلاف قیاس کو دعوے کرے اور سامع کو گمان ہو کہ شاید ایسا واقع ہوا ہوگا - شعر (رنگین)

ایک نے کتے سے پوچھا ہنسکے یوں سچ بتا رستے میں تو بیٹھا ہے کیوں

بولا کتا سن کے اے عالی نسب بیٹھنے کا راہ کے ہے یہ سبب

نیک جو ہے وہ بچا جائے مجھے اور جو بد ہے وہ ستا جائے مجھے

محرور محو نظارہ ترا کون مرا عضو نہیں

آنکھ تو آنکھ ہے کرتے ہیں نظارے ناخن

مناظرہ بھی ایک قسم کا ادعا ہے جیسے مناظرۂ رایت و پردۂ شیخ سعدی - اشعار (رنگین)

باز نے طعنہ دیا مرغی کو یوں | تو بھلا انسان سے بھاگے ہے کیوں
تجھکو لازم ہے کہ اُس سے رام رہ | رام رہ اور رام صبح و شام رہ
کیونکہ تو نے عمر کھوئی ہے یہیں | اُس سے یہ وحشت تجھے لازم نہیں
یاد جو دے تیری وہ کرتا ہے داشت | اور خبر لیتا ہے تیری شام و چاشت
پر تو اُڑ جائے بلانے کے ہی ساتھ | مطلقاً آتی نہیں تو اُس کے ہاتھ
میں جو صحرائی ہوں وحشی جانور | جب بلایا اُس نے مجھکو چھوڑ کر
اُس دل وحشی کو اپنے کر کڑا | مجھکو اُس کے پاس جانا ہی پڑا
تھوڑے سے احساں پہ ہی میرا یہ حال | تو بہت احساں کو مت کر پائمال
سن کے مرغی نے کہا خاموش ہو | ہوش کر اتنا بھی مت بیہوش ہو
میں نے سو مرغی پہ دیکھا ہی عذاب | باز کو تو نے نہیں دیکھا کباب
کچھ نہیں خواہاں وہ تیری جان کا | آدمی دشمن ہے میری جان کا

فصل دوم

صنائع لفظی میں[1]

اجناس بین اللفظین یا تجنیس | اور یہ کئی قسم ہے اول تام یعنی دو لفظ نوع

---

[1] جمیع صنائع لفظی میں چاہئے کہ لفظ کو تابع معنی کا کریں نہ معنی کو پیرو لفظ کا کیونکہ اگر صنعت ہوئے مگر معنی عمدہ نہ حاصل ہوئے تو وہ کلام مقبول فصحا نہیں نقل ہے کہ جب اُستاد ابوالقاسم حریری تصنیف مقامات سے فارغ ہوا اور شہرت اُس کی فصاحت کی اطراف و اکناف میں ہوئی تو حسب حکم خلیفۂ وقت کے اُسکو کچہری میں بٹھلایا کچہری میں عمدہ نہ لکھ سکا کیونکہ مقامات میں اپنے فقرے لکھے اور معنی کو موافق لفظ کے لایا تھا اور یہاں اُسکے خلاف لفظ کو موافق معنی کے لانا پڑا۔

اور عدد اور ہیئت میں موافق ہوں نہیں اگر دونوں اسم یا فعل یا حرف ہیں اُس کو تجنیس تام مماثل ورنہ مستوفی کہتے ہیں مثال مماثل۔ شعر
تم رات کو نہ آئے جو اپنے قرار پر ¦ یہ ظلم تم نے کیا کیا اس بیقرار پر
قرار اوّل بمعنی وعدہ اور دوم بمعنی آرام مثال مستوفی۔ شعر (امانت)
آبداری سے جو مملو نظر آیا وہ گلا ¦ رشک کی برف سے کیا جسم صراحی کا گلا
(ولہ) اپنی دیکھوں میں عجائب ہیں درخشاں پہونچے
اُسکے پہونچے کو نہ روئے مہ تاباں پہونچے
دوم تجنیس مرکب یعنی دو لفظ متجانس میں سے ایک مفرد ہو دوسرا مرکب پس اگر کتابت میں موافق ہوں اُس کو مرکب متشابہ کہتے ہیں ورنہ مرکب مفروق مثال مرکب متشابہ۔ شعر (مجروح)
جتنے مر مر گئے بتو تم پر ¦ اُن کے مرقد ہیں سنگ مرمر کے
(آباد) اشک برسانے میں شرطا آنکھوں نے باہم بدلی ¦ صاف رونے میں بنے دیدۂ پُرنم بدلی
مثال مرکب مفروق۔ شعر (امانت)
روئے گل ہی پہ نہیں تیز وہ رخسارے ہیں ¦ ایک رخ کیسا خجل اُس سے تو رخ سارے ہیں
(ولہ) پاؤں آخر کو مرا اور تری پیشانی ہے ¦ جو میں کہتا ہوں وہ اکدن ترے پیش آنی ہے
اور اگر تجنیس ایک اور دوسرے کلمہ کے جزو سے مرکب ہو اُس کو تجنیس مرفو کہتے ہیں۔ شعر (امانت)
سینہ وہ سینہ کہ دیکھے تو تڑپ جائے بشر
ایسے سینے نہیں دیکھے ہیں کسی نے سن بھر

لفظ کسی کا جزو سے لفظ نے کے ساتھ ملکر تجنیس[۱] ہوا اور اگر صرف نوع اور تعدد و ترتیب حروف میں مشابہ ہوں لیکن ہیئت یعنی حرکات میں مختلف اُس کو محرّف کہتے ہیں۔ شعر (احسان)

گلے سے لگتے ہی جتنے گِلے تھے بھول گئے ۔۔۔ وگرنہ یاد تھیں مجھکو شکایتیں کیا کیا

اور آسی میں داخل ہے صنعت۔

تثلیث یعنی کلام میں کوئی لفظ حرکات ثلاثہ سے لانا۔ شعر (کرم)

دم رقص پہنے لباس تو کبھی رنگ تُن کا جو زرد گوں
کسی خشک تن کو چبائے تَن بسِ تُخل تِن ترے گھونگرو

ع (ولہ) گیا سینہ چھن گیا دل بھی چھن جیو نہیں بوئے چَھن ترے گھونگرو

اور اگر عدد میں مختلف یعنی ایک لفظ میں بہ نسبت دوسرے کے ایک حرف زائد[۲] ہو اُسکو تجنیس زائد یا تجنیس ناقص یا تجنیس مطرّف کہتے ہیں اور وہ حرف زائد تین حالت سے خالی نہیں یا شروع میں یا وسط میں یا اخیر میں ہوگا مثال اُن کی۔ شعر (امانت)

نافہ اُس شوخ کی بنجائے ترا قفل دہن ۔۔۔ پیٹ کے آگے تجھے کوئی لپیٹ آئے نہ بن

اُسکی قامت پہ قیامت کا کروں گر میں خیال (ولہ) کب قیامت نے بھلا پائی ہے یہ حشر کی چال

اُٹھ کھڑے ہوتے ہے تعظیم ہی طاعت ہے (محسن) قدو قامت نہیں یہ نعرہ قد قامت ہے

۱؎ تجنیس مرکب اور مرفو میں یہ فرق ہے کہ تجنیس مرکب میں تمام دو کلموں سے صلاحیت تجنیس پیدا ہوتی ہے اور مرفو میں ایک لفظ تمام اور دوسرے کے جزو سے یا دونوں کے جزو سے۔ ۱۲

۲؎ خواہ شروع میں خواہ وسط میں خواہ آخر میں۔

چشم کا کام اشک باری ہے (سوز) چشمۂ فیض ہی کہ جاری ہے
کیا جو وعدۂ شب اُس نے دن پہاڑ ہوا (سرور) یہ دیکھیو مری شامت کہ ہوتی شام نہیں
جس میں ایک حرف آخر میں زائد ہو اُس کو تجنیس مطرف کہتے ہیں اور
کبھی دو حرف بھی زائد ہوتے ہیں اُس کو تجنیس مذیل کہتے ہیں اور اگر وہ
دو لفظ نوع حروف میں مختلف ہوں خواہ شروع خواہ وسط خواہ آخر میں
پس اگر حروف مختلفہ قریب المخرج ہیں اُس کو جناس مضارع کہتے ہیں
ورنہ جناس لاحق مثال جناس مضارع۔ شعر (انشا)

اقرب سمجھ کے اپنے سے رہ جائے دم بس — عقرب کے نیش پر بھی جو رکھے حمل قدم

مثال جناس لاحق۔ شعر (امانت)

جان ناساز ہو وہ نغمۂ خوش ناز ہے یہ — دلِ مضطر کو سدا سوز ہو وہ ساز ہے یہ
عشق کے نام سے جسم تک آگاہ نہ تھا (ولہ) — دور تھا کوہِ مصیبت غمِ جانکاہ نہ تھا
خط خاتم لکے وہ ہوائی (نسیم) — پتا ہوئی اور پتے پہ آئی

اور جو کسی قسم تجنیس کے دو لفظ متجانس بلا فصل متواتر واقع ہوں اُسکو
تجنیس مکرر و مزدوج اور مردد کہتے ہیں مثال تام مکرر۔ شعر (انشا)

میری زبان سے مدح کہاں اُسکی ہو سکے — توصیف میں ہے جسکی زبانِ قلم قلم

مثال مرکب مکرر۔ شعر (ولہ)

جو بات تجھسے چاہے ہو اپنا مزاج آج — قربان تیرے کل پہ نہ ٹال آج آج
دہکے ہے آگ دل میں پڑی اشتیاق کی — تیرے سوائے کس سے ہو اسکا علاج آج

تمام غزل اِسی صنعت میں ہے مثال زائد مکرر۔ شعر (نوا بدایونی)

یہ ابر مینا و جام مے بن پکڑ بجائے کماں کمانہ
ہماری چھاتی پہ لگ کے داغ دل کا کرے ہے تک کر نشاں نشانہ

تمام غزل اسی صنعت میں ہے۔ شعر (ناسخ)

یہ التجا ہے پیر مغاں کی جناب میں   رکھوں میں ساق ساقی گلفام دوش پر

مثال جناس لاحق مکرر۔ شعر (انشا)

جب تک کہ خوب واقف راز نہاں نہوں   میں تو سخن میں عشق کے بو بوش ہاش ہوں
خلوت میں تیری بار نہ جلوت میں مجھکو ہائے   باتیں جو دل میں بھر رہی ہیں سو کہاں کہوں

تمام غزل اسی صنعت میں ہے مثال تجنیس مکرر مقلوب۔ شعر

بات غیروں کی نہ سنوا بیت بدخو ہم کو   بات کی تاب نہیں ہوئے کی جھرو ہمکو

قلب کا بیان آگے آئیگا اور اگر صرف صورت کتابت میں موافق ہوں اسکو تجنیس خط کہتے ہیں جیسے الفاظ زخم و رحم و چشم و جسم و شمع و سمع وغیرہ۔ شعر
باغ شگفتہ تیرا بساط نشاط دل (غالب) ابر بہار خم کدہ کس کے دماغ کا

اور اگر ایسا لفظ کلام میں لادیں کہ بندش الفاظ سے کلام معانی متضاد پر دلالت کرے یعنی مدح و ثنا ذم و ہجو ہو جاوے اسکو تصحیف کہتے ہیں۔ شعر (المولف)

کہتا ہی کیا کہ چل مرے گھر سے بدر ہو تو   جاتا ہوں خیر لے مجھے اب تو پدر سمجھ

بدر زیادت دو نقطہ سے پدر ہو جاتا ہے۔

تزلزل | اور اگر تبدیل ایک حرکت سے لفظ مدح معنی ذم پیدا کرے اسکو تزلزل کہتے ہیں۔ شعر

بوسہ دیدیتا ہی مجھکو یہ بھی تیرا رحم ہے (المولف) ہر کسی کو کون دیدیتا ہے بے مانگے ہوئے

کون اگر بالضم پڑھا جائے معنی ذم پیدا کریگا اور تجنیس خط میں داخل ہے لانا انقاط دائرہ متواتر کا۔ شعر (لااعلم)

رتبہ بڑے ہو خلق سے اپنی ہی شان کا　　صاحب کہے سے کچھ نہیں گھٹتے ہو زبان کا

یا آنا مدرت حروف کا متواتر اور تجنیس ہی کی ایک قسم ہے۔

قلب یعنی اختلاف ترتیب حروف کا اور وہ دو قسم ہے۔ قلب کل اور قلب بعض۔ قلب کل وہ ہے کہ حروف کلمہ بالترتیب قلب کئے جائیں۔ شعر (انشا)

ابھی مجھ کو گرادے بارش کوئی مست پھر کے
جو زمیں پہ پھینک مارے قدح شراب الٹا

(اولہ)

توجو باتوں میں رکیگا تو یہ جانونگا کہ سمجھا　　مرے جان و دل سے مالک نے مرا کلام الٹا
مجھے مار کیوں نہ ڈالے تری زلف الجھکے ہمدم　　کہ سکھا دیا ہے تو نے اسے لفظ رام الٹا
سحر ایک ماش پھینکا جو مجھے دکھا کے اس نے　　تو اشارہ میں نے تاڑا کہ ہے لفظ شام الٹا
فقط اس لفافہ پر ہے کہ خط آشنا کو پہونچے　　تو لکھا ہے اس نے انشا یہ ترا ہی نام الٹا

مقلوب بعض وہ کہ حروف کلمہ کے نامرتب قلب کریں۔ جیسے مرحوم و محروم شعر

کمال بحث ہے علم کلام میں رہتی　　دہن میں لوگ بہت قیل و قال کرتے ہیں

اور اگر کسی کلمہ قلب سے وہی کلمہ حاصل ہو اسکو مقلوب مستوی[1] کہتے ہیں۔

---

[1] کسی نے ایک عالم سے بصنعت مقلوب مستوی سوال کیا کہ رادے وارم اس نے فوراً بصنعت مذکور قلب جواب دیا بر آید یارب۔ مبتدیوں کی آسانی کے واسطے چند کلمات مقلوب مستوی کے لکھے جاتے ہیں۔
کبک۔ باب۔ بعل۔ لال۔ گنگ۔ بےعیب۔ بےزیب۔ کاواک۔ شاباش۔ نان۔ قلق۔ درد۔ دود۔ تخت۔ کلک۔ تجانجت۔ لیل۔ کفک۔ کمک۔ قاق۔ مہم۔ یایاب۔ تارات۔ آید فرق۔ نالان۔ نازان۔ نادان۔ داماد۔ موسوم۔ ۱۲

مصرع اول شعر انشا کے الفاظ مقلوب مستوی ہیں۔ شعر

رواج اور یہ ہے وہ ہو آشنا انشا — کہ ہو رہا ہو وہ آگاہ رسم اہل کلام

اور جب ایک بیت یا مصرع کے الفاظ اول و آخر مقلوب ہوں
اس کو مقلوب مجنح کہتے ہیں جیسے شعر (گوہر)

تار رونے کا یہ بندھا تھا رات — تاب اتنی نہ تھی کہ کرتا بات

کبھی تمام مصرع مقلوب مستوی[1] ہوتا ہے شعر (انشا)

حاد و روح ور واد و روح در دارم — مال کل امور سرو مال کلام

اس میں غیر منقوط اور مقلوب مستوی دونوں صفتیں مجتمع ہیں کبھی تمام
شعر مقلوب مستوی[2] ہوتا ہے۔ شعر (ہوشیار)

رات یہ گرم زور درد و قلق — قلق و درد روز مرگ ہے تار

اور ایک قسم قلب کی ہے رباعی کہ لفظ اول مصرع دوم مقلوب لفظ
آخر مصرع اول اور لفظ اول کا مصرع سوم مقلوب لفظ آخر مصرع
دوم کا ہو علیٰ ہذا القیاس

پیدا ہمیشہ ہووے نو [illegible]

---

[1] شعر خشک یہ ترازو سے وزارت برکش (امیر خسرو) شو ہمرہ بلبل بلب ہر مہوش

[2] شعر رامش مرد گنج یاری و توت (قوامی) نو قوی را بجنگ در مشمار

اور شامل تجنیس ہے اشتقاق و شبہ اشتقاق۔

اشتقاق | ایسے الفاظ کا لانا کہ ایک مادے سے مشتق ہوں۔ شعر (ذوق)

تا صاف کرے دل نہ مے صاف صوفی — کچھ سود و صفا علم تصوف نہیں کرتا

ہنسنے ہنستے کہا ہنسنے کیوں (نسیم) ہنستا نہیں بے سبب کوئی یوں

شبہ اشتقاق | وہ کہ الفاظ مشابہ باشتقاق ہوں مگر مادہ اُنکا ایک نہو

سچ اگر پوچھو تو وہ ساعدوں کی جانیں ہیں (ذوق) اس کشور حسن ہیں شانو نکی بڑی شانیں ہیں

کلیاں پڑتی تھیں کب اے گلبدن اس طرح جیب کی (دل) پانچا بیسی کا ترے پانچوں میں فرق ہے اب

دی آنکھ جو شہ نے رونمائی (نسیم) چشمک سے نہ بھایا اُنکو بھائی

ردالعجز علی الصدر | یہ صنعت منحصر ہے بعض مصطلحات عروض کے جاننے

پر واضح ہو کہ باصطلاح عروضیان جزو اول مصرع اول کو صدر اور

اُس کے جزو آخر کو عروض اور مصرع دوم کے جزو اول کو ابتدا اور

جزو آخر کو ضرب و عجز کہتے ہیں اور اجزاے وسط ہر دو مصاریع کو

حشو پس یہ صنعت چار قسم ہے اول یہ کہ جو لفظ صدر میں آئے وہی

عجز میں دوم یہ کہ جو لفظ حشو مصرع اول میں واقع ہو وہی عجز میں آئے

سوم جو لفظ عروض میں ہے وہی عجز میں بھی ہو۔ چہارم جو لفظ ابتدا میں

واقع ہو وہی عجز میں واقع ہو مگر ہر ایک قسم تین تین نوع پر ہے کیونکہ

وقوع لفظ کا مکرر تین حالت سے خالی نہیں یا وہی لفظ بعینہ مکرر لکھا

جائے یا بطریق تجنیس یا بطریق اشتقاق یا شبہ اشتقاق۔ شعر (سرور)

عہ پھیر یا عجز کا صدر پر ۔ ۱۲

کمالِ شئے زوالِ شئے ہو اُسیر لاکھ حاسد ہوں ‌ ‌ بھلا نازاں نہوں کیونکر میں اپنی بیکمالی کا

جتنے مر مر گئے .بتو تم پر ‌ ‌ (مجروح) اُن کے مرقد ہیں تنگ قبر جیسے

سابقہ جب سے مری آہ سے رکھتی ہے گرم ‌ ‌ (انشا) تب سے ہے برق شرر بار پہ سیاق آتش

تھا وہاں نام خدا عالم خود بینی گرم ‌ ‌ (ولہ) اسلئے نخوتوں کی پھر ملک میں تھی غضب گرماہٹ

قدرت خدا کی دیکھو تو اسلام کا شرف ‌ ‌ (ولہ) دم مارنے کی جا ہی نہیں مارئیے نہ دم

تجھ سے اے دل خدا تو ہے اقرب ‌ ‌ (ناسخ) غم نہیں بت اگر قریب نہیں

اور شعراء عجم نے ہر مصرع کے اول و آخر کو صدر و عجز قرار دیکر ہر مصرع میں اس صنعت کو استعمال کیا ہے۔ شعر

نقاب چہرہ سے ظالم اُٹھا ڈال نقاب ‌ ‌ شتاب کر کہ ہے یاں جان کو سفر میں شتاب

معاد | اِسی صنعت کی ایک قسم معاد ہے کہ لفظ آخر مصرع اول مصرع دوم کے آغاز میں ہو اور لفظ آخر مصرع دوم و مصرع سوم کے آغاز میں علیٰ ہذا القیاس. شعر (رنگین)

فرہاد کو شیریں جو بہت آتی یاد ‌ ‌ یاد اُس کی میں اپنے دلکو رکھتا وہ شاد

شاد اُسکا ہمیشہ ذکر رکھتا اُسکو ‌ ‌ اُسکو کر یاد شاد رہتا فرہاد

اِسی قسم سے ہے۔ شعر (امانت)

اُسکے سلک دُرِ دنداں سے جو آنکھ اپنی لڑی ‌ ‌ جب لڑی آنکھ تو اک فکر طبیعت کو پڑی

جب پڑی فکر تو ثابت ہوئی موتی کی لڑی ‌ ‌ کیسی موتی کی لڑی اُسمیں شرارت ہی بڑی

ہے شرارت جو بڑی اُنمیں تو سیارے ہیں ‌ ‌ ہیں جو سیارے تو آنکھوں کے مرے تارے ہیں

لزوم مالا یلزم | یا اعنات وہ صنعت ہے کہ قافیہ میں التزام تکرار کسی

عہ لازم کرنا اس چیز کا جو لازم نہیں عہ بمعنی درخت افگندن

حرف کا قبل ردف کے واجب کریں۔ پس یہ حرف اس قافیہ میں جس میں حرف قید یا تاسیس ہو واقع ہو سکتا ہے۔ شعر (انشا)

آگی یہ سر نیاں پر ہر ایک تارا جھم گیا   کاسۂ چرخ ہر یں سارے کا سارا جھم گیا

تمام غزل میں التزام کیا ہے کہ قبل الف روی کے الف نہ لایا ہے ورنہ قافیہ نارا کا پیدا بھی ہو سکتا ہے اور اسی میں داخل ہے۔

لزوم الشعر یعنی لزوم کسی چیز کا ہر بیت یا ہر مصرع میں۔ شعر (لا اعلم)

ناگنی سیلی تری اور حلقۂ بینی ہے مور   جس طرح ہو مور سے اس ناگنی کو تو بچا

ناگنی جاں بر کہاں ہو مور سے تدبیر بن   مور جس جا ہو چلے واں ناگنی کہاں زور کا

ہر مصرع میں ناگنی اور مور آیا ہے۔ یا لزوم کسی حرف کا ہر لفظ بیت میں مثلاً الف کا۔ شعر (گوہر)

اللہ اللہ تمہارے ناز و ادا   ایسے ناز و ادا کا کیا کہنا

یا جیسے چار چیزوں کا لانا اس قصیدے کے ہر شعر میں۔ شعر

یار و مہتاب و گل و شمع بہم چاروں ایک   ہیں کتاں بلبل و پروانہ بہم چاروں ایک

اور اسی قسم سے ہے۔

تکرار یعنی لانا کسی لفظ کا بکرات بشرطیکہ مخل فصاحت نہ ہو جیسے غزل شہیدی بتکرار لفظ دو۔ شعر (شہیدی)

سو نہ دو تم دو ہی دو بوسے تو کچھ ڈھب کے دو   قول ہو مشہور بن مطلب کے سو مطلب کے دو

لے اور جیسے قافیہ ساحل اور کامل میں التزام الف یا تاسیس کا اور قافیہ عاقل اور ناقل میں التزام قاف دخیل کا ورنہ قافیہ ساحل کا دل اور عاقل کا جاہل ممکن ہے۔ ۱۲

اور اسی قسم میں ہے۔

قطع الحروف | یعنی حذف کسی حرف کا کلام میں۔ جیسے حذف الف
میں۔ شعر (عبدالعزیز اعجاز سہسوانی)

سینہ شق ہو سکو جو بات سر مو عشق کی دل پہ وہ مصیبت ہے

قطع الحروف منقوط | اور اسی قسم میں ہیں منقوط و غیر منقوط و رقطا و خیفا و مقطع و موصل

منقوط یا التعریس | وہ کہ کلام کے سب حروف معجمہ ہوں۔ شعر (المولف)

غضب زینت[1] جشن شب تب نبی جب بنی بخش نے زینتِ تخت بخشی

غیر منقوط یا تطیل | جس میں سب حروف مہملہ ہوں انشاء اللہ خاں کا
ایک دیوان تمام اسی صنعت میں ہے یہ شعر اول اسکا ہے۔ شعر

اور کس کا آسرا ہو سر گروہ اس راہ کا آسرا اللہ اور آلِ رسول اللہ کا

رقطا | وہ کہ ہر کلمہ میں ایک حرف منقوط ایک غیر منقوط بالترتیب ہو

خیفا | یہ کہ کلام میں ایک کلمہ کے حروف معجمہ اور ایک کے مہملہ
بترتیب ہوں اس شعر کا مصرع اول رقطا اور مصرع دوم خیفا
میں ہے۔ شعر (انشا)

شہ بلند نسب اب تجھے سبھی دیوے جبین لامع زینت حصولِ جشن مرام

---

[1] قطعہ زیب جتنی زینت ملک چینی بے چین جبیں بہ تخت جبیں بنشینی
بنشیں بنشیں بخشش بیش بخشش زیں بخشش بیش فیض بخشش بینی

سعید قرشی کی ایک غزل تمام اسی صنعت میں ہے شعر اول اسکا یہ ہے۔ شعر

بغضب جبیں بچیں جنبش بین زیب بخش جنبش جنبش بین

عـــہ وہ گھوڑا جس کی ایک آنکھ سیاہ ہو اور ایک نیلی ہو۔ لغوی معنی گوسفند میں جسمیں سپیدی اور سیاہی
ملی ہوئی ہو۔ ۱۲

مقطع | وہ کہ تمام حروف کلام کے کتابت میں علیحدہ لکھے جاویں۔ شعر (جوہر)

آئے اس دم آج وہ دلدار اور آرام روح — زاری دل زردی رخ درد دوری دور دور

مقدار | وہ کہ ایک شعر یا مصرع مقطع ہو دوم موصل دو حرفی سوم موصل سہ حرفی چہارم چہار حرفی علی ہذا القیاس۔

موصل | دو حرفی کی مثال۔ شعر (گوہر)

گوہر عاشق جو ہو تو بس ہم سا ہو — غم کا شایق جو ہو تو بس ہم سا ہو

کبھی تمام حروف مصرع کے ملا کر لکھے جاتے ہیں۔ شعر (عاجز)

کبھی کہی نہ سنی تم نے حیف جی کی خبر — ہنے کی کیسی ستم کیش بے کہے ہم پر

کبھیکہینسنیتمنےحیفجیکیخبر — ہنیکیکیسیستمکیشبیکہیہمپر

منشاری | جب موصل لکھنے سے حروف دندانہ دار بکثرت آویں اسکو منشاری کہتے ہیں یعنی بصورت ارہ۔ شعر (ہوشیار)

سست بن سست سستئے تپ سے — سست بے تپ ہے نت یہ سب سنسار

سستبنسستسستیتپسے — سستبیتپہینتیہسبسنسار

واسع الشفتین | جس کے پڑھنے میں لب سے لب نہ ملے۔ شعر (عاجز)

اقرار کر گیا تھا کہ آؤں گا رات کو — کیا ہو گیا نہ آیا ہنوز انتظار ہے

نظیر کی ایک تمام غزل اسی صنعت میں ہے شعر اول اسکا یہ ہے۔ شعر

آیا نہیں جو کر کر اقرار ہنستے ہنستے — جل دے گیا ہے شاید عیار ہنستے ہنستے

واصل الشفتین | جس کے پڑھنے میں لب سے لب ہر کلمے میں ملے۔ شعر
ملا مہ جبیں بعد مدت ہمارا — پلایا پیا نے لبا لب پیا لا

شفوی | کلام میں صرف وہ حرف لانا جس کا مخرج لب ہے یعنی
ب، پ، ف، م، و

حلقی | وہ حرف لانا جس کا مخرج حلق ہے یعنی ح۔خ۔ع۔غ۔ہ۔ر

فموی | وہ حرف لانا جن کے تلفظ میں تمام منہ کو جنبش ہو۔

تحت النقاط | وہ کہ سب حروف کے نیچے نقطے ہوں۔ شعر (اعجاز)
صدمے صد ہا ہی سہے صد مرحبا — اے دلِ دلگیر میرے واسطے

فوق النقاط | کہ سب حروف کے نقطے اوپر ہوں۔ شعر (اعجاز)
اسقدر کم ہمت اے دل تو نہ تھا — عشق آفت زا کا گر کرتا گلا

سجع | نثر میں ایسا ہے جیسے قافیہ نظم میں لیکن بقول بعض مسجع نظم
میں بھی واقع ہوتا ہے اور سجع تین قسم ہے مطرف۔ متوازی۔ موازنہ
سجع مطرف وہ ہے کہ فقرہ نثر میں دو کلمے آخر کے وزن میں مختلف
اور روی میں متفق ہوں جیسے دل مبتلائے ہجر یار ہے۔ سینہ زخم
عشق سے فگار ہے۔ اور نظم میں جیسے۔ شعر (میر تقی)
عشق ہے تازہ کار تازہ خیال — ہر جگہ اس کی اک نئی ہے چال
اور سجع متوازی وہ ہے کہ دو فقرے کے کلمات آخر وزن اور
روی دونوں میں متفق ہوں جیسے میں تجھ پر جان دیتا اور

عہ بمعنی آواز قمری وکبوتر۔ سجع بقول سکاکی مختص نثر ہے۔ ۱۲

اپنے سر لیتا ہوں اور نظم میں جیسے شعر (میر حسن)

کروں پہلے توحید یزداں رقم　　جھکا جس کے سجدے کو اول قلم

اگر سجع یا نثر الفاظ دو فقرہ یا دو مصرع میں مقابل اور متحدالوزن و التوافق ہوں اس کو ترصیع[ع] کہتے ہیں نثر جیسے ذہن کی تعریف تحریر سے بیرون ہے اور سخن کی توصیف تقریر سے افزوں ہے اور نظم۔ شعر (غالب)

تیری دانش مری اصلاح مفاسد کی رہین　　تیری بخشش مرے انجاح مقاصد کی کفیل

لفظ آخر بسبب رعایت قافیہ اصل قصیدہ مقفیٰ نہیں اور سجع موازنہ وہ ہے کہ کلمات آخر دو فقرے یا دو مصرع کے متحدالوزن ہوں مگر روی مختلف جیسے ہمارا یار بڑا جمیل ہے اور زمانہ میں بے نظیر ہے۔ امثال نظم غالب شعر

ڈرتا ہوں اس آواز سے ہر چند سر اڑ جائے　　جلاد سے لیکن وہ کہے جائیں کہ ہاں اور

اور کبھی ایسا سجع موازنہ ہوتا ہے کہ سب الفاظ نثر یا نظم میں متحدالوزن اور مختلف الروی مقابل واقع ہوتے ہیں اور یہ بمنزلہ ترصیع ہے سجع متوازی میں جیسا قامت موزوں کے روبرو سرو رواں ناچیز ہے اور کاکل پیچاں کے سامنے مشک ختن بیقدر ہے اور مثال نظم۔ شعر (غالب)

اے شہنشاہ فلک منظر و بے مثل و نظیر　　اے جہاندار کرم شیوہ و بے شبہ و عدیل

مصنف تلخیص نے اسکا مماثلہ نام رکھا ہے مگر سکاکی نے اس کو بھی داخل ترصیع لکھا ہے مگر اصل یہ ہے کہ ترصیع میں اتحاد وزن و قافیہ دونوں مشروط ہیں اور یہاں قافیہ معتبر نہیں اسی جہت سے موازنہ کو اکثر

ع کسی چیز میں جواہرات جڑنا۔ ۱۲

نے سجع میں شمار نہیں کیا بلکہ جدا صنعت اور واضح ہو کہ وزن یہاں
مراد وزن عروضیاں سے ہے کہ اس میں توافق حرکات کا ضرور نہیں
جیسے ارے دکبر بروزن مفاعیلن نہ وزن صرفیان مراد ہے کہ اس میں
توافق حرکات ضرور ہے اور شعرائے عجم۔

مسجع اُس نظم کو کہتے ہیں کہ ہر بیت قصیدہ یا غزل میں تین سجع لائیں
اور چوتھا قافیہ اصل قصیدہ یا غزل کا ہو۔ **شعر** (ناسخ)

یہ نور ہے روئے مہ جبیں کا ۔۔۔ کہ ہو خجل چاند چودھویں کا
جو حلقہ ہے زلف عنبریں کا ۔۔۔ وہ ایک نافہ ہے مشک چیں کا
زبسکہ وصف دہان شیریں ۔۔۔ رہا ہے ورد زبان شیریں
بدن میں جب تک ہے جان شیریں ۔۔۔ مزہ دہن میں ہے انگبیں کا
یہ جوش برباں ہے اشک کا یم ۔۔۔ کہ ساتوں دریا ہیں قطرہ سے کم
جیسے کہ کہتے ہیں سب جہنم شرر ہے آہ آتشیں کا

اور ایک قسم سجع کی نظم میں تشطیر[1] ہے یعنی ہر مصرع جداگانہ سجع رکھتا ہو **شعر**

سینہ ہے داغ عشق سے اپنا شگفتہ باغ
اور دل ہے رنج ہجر سے سو غم کا ایک گنج

مصرع اول میں سجع مبنی عین پر ہے دوم میں جیم پر دوسری قسم سجع
کی مختص نظم تصریع ہے یعنی بیت کے ارکان صدر و ضرب روی
میں متفق ہوں۔ **شعر**

---

[1] لغوی معنی حصّہ حصّہ کرنا۔ ۱۲

دل اُس رنجور کا عشقِ بتاں میں سدا رہتا ہے درد و غم کی منزل

دل اور منزل سجع ہے۔ ترصیع مع التجنیس - رباعی

پروا نہیں جو سیر گلستان کیجئے پروا نہیں جو سیر گلستان کیجئے

جوں مرغ اسیر پر تو رکھتے ہیں ہم پروا نہیں جو سیر گلستان کیجئے

مست والے شراب کو چھپا کر لانا (ایضاً) مت والے شراب کو چھپا کر لانا

یہ دختر رز ہے اسکی حرمت ہے ضرور مت والے شراب کو چھپا کر لانا

ذوالقافیتین | یا ذو قوافی جس میں دو قافیے یا زیادہ ہوں۔ شعر (لاعلم)

خوش کے آنے میں گھر تیرے ہی نقصان ترا میں ترے واسطے کہتا ہوں کہا مان مرا

آج سے اب عاشقِ بیجاں میں نہیں تاب اور نام کو باقی نہیں مژگاں میں کہیں آب

اور اگر دو قافیے کے درمیان ردیف ہو اسکو ذوالقافیتین مع الحاجب کہتے ہیں

کہیں آنکھوں سے خون ہو کے بہا (میرا) کہیں دل میں جنون ہو کے رہا

متلون | جو شعر تھوڑی تشدید و تخفیف جائز سے دو یا زیادہ بحروں

میں پڑھا جائے۔ شعر (انشاء)

بیٹھے جہاں ہیں غیر سب مجھکو بلاتے ہو عبث

دل کو کڑھا کر اور بھی جی کو جلاتے ہو عبث

مفتعلن مفاعلن چار بار یا مستفعلن آٹھ بار۔ شعر (ولہ)

نرگس ستان کی ہے ٹک دیکھو پھبن آئینہ میں باغ مت جاؤ کہ ہے اس چمن آئینہ میں

فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن یا فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

کچھ یہ مجھی کو یوں نہیں اُسکی پھبن نے غش کیا (ولہ) غنچے بھی چٹ سے فق ہوئے سارے چمن نے غش کیا

مثل شعر مثال اوّل یہ تینوں غزلیں تمام اِسی صنعت میں ہیں۔
علی بخش شرر بدایونی کی غزل چار بحر میں پڑھی جاتی ہے شعر اول یہ ہے شعر
ضعف سے پالوں[۱] پہ سر آیا ہے آہ ہو گئے نالوں سے ہم اپنے تباہ
اول بحر رمل مسدس مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات دوّم رمل
مسدس مخبون مقصور۔ فاعلاتن فعلاتن فعلات۔ سوّم خفیف مخبون مقصور
فاعلاتن مفاعلن فعلان۔ چہارم سریع مطوی موقوف مفتعلن مفتعلن
فاعلات۔ متلون کی ایک قسم ہے محذوف و منقوص۔
محذوف | وہ شعر کہ جس کا لفظ اوّل ہر مصرع کا دور کر دیا جائے تو کسی
دوسری بحر میں ہو جائے اور معنی قائم رہیں۔ شعر (لااعلم)
مجھکو رسوا نہ کر اے آفتِ جاں بہر خدا بندہ تیرا ہوں میں کر رحم میاں بہر خدا
اس میں کیا فائدہ مجھکو جو کیا تو نے قتل کچھ بھی انصاف کر اے سرورِ دل بہر خدا
لفظ مجھکو و بندہ و اسمیں و کچھ بھی ہر چہار مصرع سے دور کیجئے تو بحر رباعی
ہو جاتی ہے۔
منقوص | وہ کہ اگر آخر مصاریع سے ایک لفظ حذف کیا جائے دوسرا
وزن ہو جائے اور معنی قائم رہیں۔ شعر (گوہر)
نذر تیغ یار سر اپنا ہوا اچھا ہوا دردِ سر کم تر ہوا اچھا ہوا اچھا ہوا
سستے چھوٹے بکگیا سودا ابھی جھگڑا اچھا دل گیا حاصل ترا بوسا ہوا اچھا ہوا
تین مصرع سے اچھا ہوا اور مصرع سوم سے جھگڑا اچھا دور کرنے سے

---

[۱] بحر خفیف میں بجائے پہ کے پر پڑھا جائیگا قائل۔ ۱۲

دوسرا وزن ہوتا ہے۔

ترافق یا توافق | چار مصرع اس طرح کے کہنا کہ جس مصرع کو چاہیں اول قرار دیں اور علیٰ ہذا القیاس دوم سوم چہارم شعر (للاعلم)

مفتوں ہوں میں اس شرح حیا کا دل سے
عاشق ہوں میں اس ناز و ادا کا دل سے
شیدا ہوں میں اس زلف دوتا کا دل سے
کشتہ ہوں میں اس طرز وفا کا دل سے

نظم النثر | یہ صنعت ایجاد امیر خسرو دہلوی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایسے اشعار کہے جاویں کہ نثر بھی پڑھے جاویں لیکن حالت نثر میں بندش اور نشست الفاظ کا درست ہونا اور صفائے کلام ضرور ہے کیونکہ بلالحاظ اس قید کے ہر نظم کو نثر پڑھ سکتے ہیں۔ نظم

اجی صاحب سنو تو تم نے کل کیا کہا تھا اور آج کس لئے ٹل گئے اپنے کلام سے صاحب ایسی الفت بھی کچھ نہیں واجب
ہم تو سر دینے تک بھی حاضر تھے پر تمہارے تو دیکھے ڈھنگ نئے
واہ جی واہ آپ کے قربان ہو جیسے کیا ہی نیکے اور نادان
بن گئے ہو خدا سے ٹک تو ڈرو یاد تو کیجئے قراروں کو

دوسری قسم اس صنعت کی وہ نثر ہے جس میں بحالت نظم پڑھنے کے یہ ضرور نہیں کہ لفظ آخر مصرع کا کلمۂ مستقل ہو بلکہ کسی لفظ کا حصہ ایک مصرع میں اور دوسرا دوسرے مصرع میں ہو جیسے۔ شعر

مہربان میرے منشی جانکی پر | شاد صاحب کو بندگی ہے فر
یاد عشق اپنی مثنوی اور تنس | نہ انشا و دلسیز یر و تر
کبب بند جناب گو ہرو شا | کرعنایت اگر ہوں ہے بہتر

معرب | یعنی اگر التزام فتحے کا کیا جائے تو کسرہ وضمہ نہ آئے اور اگر التزام کسرے کا ہو تو فتحہ اور ضمہ نہ آئے اور در حالت التزام ضمہ کسرہ اور فتحہ نہ واقع ہو۔ مثال فتحہ۔ شعر (لمولفہ)

کل کا وعدہ کر گیا ہے کل صنم | گر نہ آیا آج بس تب ہے غضب

مثال ضمہ۔ شعر (راحت بدایونی)

خوب ہو خوب ہو حصول جو ہو | گل تو بلبل کو مجھ کو دو گارد

مثال کسرہ۔ شعر (غم بدایونی)

دل ملے جتنے کہ جنس سیمیں | تیری تیغ عشق نے بسمل کیے

جامع الحروف | وہ کلام ہے جس میں سب حروف تہجی موجود ہوں۔ شعر

ایں جفاہا الغیاث اے کافر سا لقب | لذت صد خط مریض عشق تو بر دار خطب

اور اگر حروف تہجی بلا تکرار جمیع ہوں تو نہایت مشکل ہے۔

شعر (مولانا لطف الدین نیشاپوری)

اثر وصف غم عشق خلت | مد بد خط کسے جز بضلال

اور اسی قسم سے ہے یہ قطعہ[1] کہ ایک ایک جملہ حروف

---

[1] شراب صبح زند در لباس ہر مدہوشش | قطعہ بخاص شرط کہ تا نتفاع گیرد گوشش
بحرف شوق تحرک مقال دم نزند | بیان او شدہ لاکن بسوے کوئے خموشش

متشابہ میں سے بترتیب اور مقطع واقع ہوا ہے۔

قطعہ

جواب علاج ہو کچھ درد و یاس کا اے کاش	تو ہوئے حرص نشاط اور سماع وف کا ذوق
ہلاک ہوں کہ دل خام کار ناداں کو	فغان و آہ پہ لائے ہیں ہائے غم کے شوق

توشیح وہ کلام نظم ہے کہ اگر حرف اول یا آخر جملہ مصاریع یا ابیات یکجا کریں کوئی نام یا بیت یا عبارت حاصل ہو جیسے باسم چھوٹے لال شعر

چشم بیمار کا تیری میں ہوا ہوں بیمار
ہے بُرا حال نظر کر مری جانب اے یار
وعدۂ وصل کسی روز وفا بھی کر دے
ٹالتا وعدوں کو کب تک تو رہیگا ہر بار
یا خدا کیسا یہ جادو کیا مجھ پر اُس نے
لے گیا ایک ادا میں خرد و صبر و قرار
آہیں بھرتا ہی رہا سحر تری الفت میں
لب شیریں نے نہ پوچھا کبھی حال دل زار

کبھی بجائے حروف کے الفاظ سے بھی توشیح کرتے ہیں مشفق منشی گیندن لال صاحب گوہر بدایونی نے ایک کتاب پنجۂ گوہرین نام میں ایک قصہ نثر میں لکھا ہے جس کے ہر سطر کے اول و آخر و درمیان کے

ے لغوی معنی ہار پہنانا۔

دو الفاظ سے چار مثنوی مختلف بحور کی مشتمل جداگانہ قصوں پر بطریق توشیح نکلی ہیں بطور مثال اُسکے یہ سطور نقل کرتا ہوں

اللہ کا	حقیقت یہ ہے ہونا محال ہے لیکن کام کے آغاز میں جب	بہر حال	ہی نکلیں انسانکو اسلیے عطا ہوئی ہیں کہ اسکی	قدرت	پر نظر کرے زبان و لب اسلیے ہوئے ہیں کہ	حق سبحانہ کا
نام	ازبر کرے کانوں سے حتی الامکان ہر فرد بشر کو یہ	لازم ہے	کہ کلام حق سبکو سننا چاہئے اور ہر ایک کے رد کو صفحہ	قادر	یا ناز کے جیسے رحمان و یکتا اور مرشد و ہادی سے نسبت	لیکر
پہلے	ہر ایک کام سے عبث ساکر دل کا یہ کام اور فرض ہے کہ	حمد	پاک پروردگار کی بخلوص عقیدت کرے ہاتھوں	کا ہو	نام اسلیے ہے کہ حسب توفیق اور تا بمقدور اُسکا	نام
لیکر	حضرت باری کی ربہیت اور انکا پانا اس غرض ہے کہ	خدا	شناسی کی ادھیلی پیرہ گی گرنہ غافل ہیں انسان اور	کا کس سے بیان	ہو سکتا اور ہیچمیرز کیا بلکہ سکتا ہو لہذا ابتدا کے	ایک لطیفہ لکھ کر یہ الفاظ [illegible]

مبادلۃ الراسین | وہ ہے کہ دو لفظ میں حرف اول تبدیل کر دیا جائے۔ شعر المولف

اگر حق نے بخشی ہے عقل بجیب[1] تو سن مجھ سے یہ ایک نقل عجیب

براعۃ الاستہلال | لانا ایسے الفاظ کا اول قصیدے یا مثنوی وغیرہ میں کہ جس سے معلوم ہو جائے وہ مطلب جو آگے بیان کیا جائیگا جیسے مثنوی گلزار نسیم کے شعر اول اکثر داستان کے اسی صنعت میں ہیں۔ شعر (نسیم)

پایا جو سفید چشم صفحا یوں میل قلم نے سرمہ کھینچا

شادی تھے لئے ہی کلک شنجرف (ولہ) انگشت قبول دیدہ حرف

تضمن المزدوج | مراد اس سے ہے کہ کلام میں دو لفظ مسجع لائیں۔ شعر

واں پھانس چبھی ہی اسکے غم کی (نسیم) یاں سانس نہیں ہی ایک دم کی

پھانس اور سانس تضمن المزدوج ہے۔

اظہار مضمر[2] | جیسے ع ہے لب دوست مخزن شکر۔ رباعی

(۱) عاشق سا مہر دار راز دل زار (۲) سو طرح کا زیور اور خال رخسار

(۴) سب آ کر و غور نشان دو صاحب (۸) مشتاق کا عزم جان کر آخر کار

---

[1] عقل بجیب و نقل عجیب میں پہلا حرف بدل گیا ہے۔ ۱۲

[2] طریق تصنیف اس رباعی کا۔ مصرع جامع کا حرف اول مخصوص رباعی کے مصرع اول میں ہو اور حرف دوم مصرع جامع کا مخصوص رباعی کے مصرع دوم کا اور حرف سوم مخصوص مصرع اول و دوم کا اور حرف چہارم مخصوص مصرع سوم اور حرف پنجم مخصوص مصرع اول و سوم و حرف ششم مخصوص مصرعۂ دوم و سوم و حرف ہفتم مخصوص مصرعۂ اول و دوم و سوم و حرف ہشتم مخصوص مصرعۂ چہارم کا ہو علی ہذا القیاس یعنی جس نمبر کا حرف مصرع جامع کا ہو وہ رباعی کے ان مصاریع میں آوے جنکے اعداد مقررہ کا مجموعہ برابر اس نمبر کے ہو اسکے سوا اور کسی جگہ تکرار نہ ہونے دے اور جو حروف مصرعۂ مفروضہ میں ہوں وہ چاہے جس طرح اور چاہے جن مصرعوں میں آجاویں۔ ۱۲

اگر کوئی شخص ایک حرف مصرع بالا سے دل میں لے لیے پس اُس سے پوچھے کہ رباعی کے کون کون مصرع میں وہ حرف واقع ہے جن میں بتلائے اُن کے ہندسے جمع کرکے مصرع مذکور میں سے مطابق اُسکے شمار کرکے بتادے وہی حرف ہوگا۔

معمّا | وہ کلام ہے کہ جس سے کوئی نام کسی شخص کا بموجب[1] اصول وقواعد معما کے نکلے جیسے باسم مہتاب رائے۔ شعر (مومن)

بنے کیونکر سبھی ہے کار اُلٹا ... ہم اُلٹے بات اُلٹی یار اُلٹا

بعمل قلب نام مہتاب رائے مصرع دوم سے حاصل ہوتا ہے[2] اگرچہ معما داخل علم بدیع ہے مگر چونکہ اس کے شعب اور فروع بہت ہیں لہذا اسے ایک فن گنا جاتا ہے۔

لغز[3] | وہ کلام ہے کہ جس سے باعتبار علامات اور خواص اور صفات

---

[1] یعنی بطور قلب یا تشبیہ یا حساب جمل وغیرہ۔ [2] ازمومن باسم جود۔ شعر

کیفیت وصال بس اب کچھ نہیں رہی ... کیونکر رہوں ملول میں شب کچھ نہیں رہی

وہ اسی ملول میں ہے جس میں سے لیل جو مرادف شب ہے خارج کیا مومن رہا بعض معما ایسا ہوتا ہے کہ اس سے سوائے استخراج اسم کے معنی بھی حاصل ہوتے ہیں جیسا مثلہ بالا میں اور یہ بہتر ہے اور بعض سے سوائے استخراج اسم کے اور کچھ معنی مطلب حاصل نہیں ہوتا جیسے معما باسم جمال۔ شعر

آب ہندی میں جو ہو آب عرب ... میرے دلبر کا ہو حاصل نام نب

[3] فرق معما اور لغز میں یہ ہے کہ مدلول معما کا اسم ہوتا ہے بقواعد مقررۂ فن معما اور دلالت لغز کی مقصود پر بذریعۂ ذکر علامات وصفات کے ہوتی ہے اور بقول بعض یہ فرق ہے کہ معما میں انتقال اسم کی طرف ہے اور لغز میں مسمے کی طرف مگر یہ قول ضعیف ہے کیونکہ روا ہے کہ لغز سے بھی اسم کا ارادہ کیا جائے بذریعہ ذکر علامات وصفات اور معما کو بطریق سوال بیان کریں۔

سے کوئی چیز معلوم کیجاوے اور اُس کو فارسی میں چیستان ہندی میں پہیلی کہتے ہیں۔ چیستان قلم از ہوشیار۔ شعر

کیا ہے وہ گاہ بحر گہ بر میں ‏ ‏ سینہ شق سر بریدہ خوش رفتار

چیستان انار۔ شعر

ایک نام کی دو کہلاویں ‏ ‏ ایک کو چھوڑیں ایک کو کھاویں

مدور | وہ کہ ارکان شعر کو دائرہ میں لکھیں جس جگہ سے چاہیں شروع کریں وزن اور معنی قائم رہیں۔ لمؤلفہ



مصرع

مربع | وہ صنعت کہ اشعار طول اور عرض میں یکساں پڑھے جاویں مثال (لمؤلفہ)

کروں کیا	خفا ہے	الٰہی	وہ دلبر
خفا ہے	وہ مجھسے	عبث کیوں	سمن بر
الٰہی	عبث کیوں	خفا ہے	غضب ہے
وہ دلبر	سمن بر	غضب ہے	ستمگر

مثلث | وہ ہے کہ رباعی کے تین مصرع کئے جائیں اور بعض الفاظ انہیں مصرعوں سے مصرعۂ چہارم بن جائے۔ رباعی

تجھ سا نہیں پیارا کوئی اے رشک قمر ‏ ‏ محبوب کوئی نہوگا تجھ سے بہتر

اے دلبر نازنیں تجھے کہتے ہیں سب ‏ ‏ تجھ سا نہیں محبوب کوئی اے دلبر

---

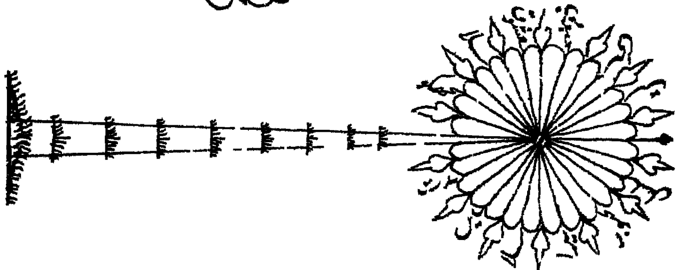
[1] بشرطیکہ وہ سب علامات باجتماع مخصوص اسی چیز سے ہوں سوائے اسکے اور میں نہ پائے جاویں۔

معقّد | وہ کہ بیت کو بشکل گرہ لکھ سکیں جیسے مثال ذیل میں میم درمیان میں ہی جس سے الفاظ شروع ہوتے ہیں۔



مشجّرہ | وہ کلام جو بصورت شجر لکھکر پڑھنے میں آوے مثال درخت سرو از درگا پرشاد نادرو درخت تاڑ از گوہر





تاریخ | وہ کلام ہے جس کے کسی مصرع[1] یا الفاظ خاص کے حروف سے باعتبار حساب جمل[2] وغیرہ سنہ کسی واقعے[3] کے حاصل ہوتے ہیں۔ تاریخ وفات ناسخ از رشک۔ **شعر**

اٹھا مرگ ناسخ کا غل چار سو سے — گیا لطف تحقیق کا گفتگو سے
کہا رشک نے مصرعہ سال رحلت — دلا شعر گوئی اٹھی لکھنو سے

کبھی تاریخ میں تعمیہ ہوتا ہے یعنی اشارہ کسی حروف یا لفظ کے کم کر دینے یا زائد کر دینے کی طرف مگر خوبی یہ ہے کہ تعمیہ خالی از لطافت نہو۔

تاریخ ولادت از زند۔ **شعر**

مبارک سلامت کا غل ہر طرف ہے — شہنشاہ عالم کا بیٹا ہوا آج
سر دل سے ہاتف نے فوراً صدا دی — نہوش اقبال مسعود پیدا ہوا آج
۱۲۷۹+۴-۳=۱۹۲۱ء

---

[1] مصرع یا الفاظ خاص مناسب اس واقعہ کے ہوں۔

[2] حساب جمل یعنی اعداد حروف اور اعداد مقرر حروف تہجی کے یہ ہیں۔ ابجد ہوز حطی کلمن سعفص قرشت ثخذ ضظغ ا سے ی تک احاد۔ ک سے ق تک عشرات بعدہ آخر تک ماۃ شمار کرنا چاہیئے حروف مخصوص فارسی یا ہندی کے اعداد انھیں حروف کے مساوی لئے جاتے ہیں جس کے مشابہ وہ لکھے جاتے ہیں مثلاً پ ' چ ' ژ ' گ کے ۲ و ۳ و ۷ و ۲۰ و ٹ۔ ڈ۔ ڑ کے ۴۰۰-۴-۲۰۰۔ یاد رہے کہ تاریخ میں حروف مکتوبی معتبر ہیں نہ ملفوظی مثلاً کاف بیانیہ کے ۲۵ عدد ہونگے۔ تاہم ملتانہ کے خزینۃ الشعراء میں بسبب رسم کتابت ہائے ہوز کے ۵ اور علی کے الف مقصورہ کے ۱۰۔ الف ممدودہ کے مد مطلق شمار نہ ہوگی کیونکہ کسی حرف کی صورت نہیں ہے حرف مشدد ایک ہی شمار ہوگا ہمزہ کا عدد لینا نہ چاہیئے مگر بعض ایک کے لیتے ہیں ہمزہ اگر کسی حرف پر ہو تو اس حرف کے عدد لے لینگے اعتبار صورت کتابی جیسے کوئی ذطائریں۔ اور الف تعریف گو ملفوظ نہو شمار ہوگا جیسے ملک الشعرا میں الف اسد و ہذا و دلک دا و د لکای یہ کی جو ملفوظ غیر مکتوب ہے شمار نہونگے۔

[3] مثل ولادت یا نکاح یا صحت از بیماری یا تخت نشینی یا فتح یا تعمیر مکان۔

تاریخ غزل و نصب منصفان از شاکر بدایونی۔ شعر

کالنکا پرشاد جب اُٹھ بیٹھے از تخت مرام ۔ بیٹھے لچھمن لال تب اُنکی جگہ قائم مقام

۱۶۸۱-۵۷۹-۱۲۷۸-۱۶۶-۵۷۹-۱۶۸۱ + کبھی تاریخ خفی اور جلی ہوتی ہے یعنی جن

الفاظ سے بظاہر تاریخ ہو اُن کے اعداد سے بھی تاریخ نکلے جیسے سنہ

نہصد و ہشتاد کے اعداد بھی اسیقدر ہوتے ہیں۔ کبھی تاریخ زبر و بینات

میں ہوتی ہے واضح ہو کہ حروف کی ملفوظی حالت میں جب حرف اول اسکا

لیں اُسکو زُبُر کہتے ہیں جیسے اعداد ابجد کے دسُ ہوئے اور جب حرف

اول کے سوائے باقی حرف کے عدد لیں اُس کو بینہ کہتے ہیں۔ جیسے

الف میں بعث کے عدد ۱۱۰ با میں ۔ا۔ کا۔ا۔ جیم میں لم کا ۵۰۔ دال میں

ا۔ل۔کا۔۳۱۔ پس ابجد کے ۱۹۲۔ ہوئے اور زبر و بینہ ۲۰۲۔ ہوئے کبھی

صرف معجمہ یا مہملہ حروف سے تاریخ نکالتے ہیں۔

تاریخ طبع دیوان شگرف از عیش۔ شعر۔

چھپا دیوان نسیم موجد طرز فصاحت کا ۔ کہ جو تھے غیرت فردوسی و سعدی خاقانی

حروف معجمہ میں عیش نے تاریخ یوں لکھی ۔ چھپا کیا ہی کلام دلکش استاد لاثانی

کبھی اور کسی طرز خوب سے صورت اعداد سال بیان کرتے ہیں تاریخ ۱۲۹۹ھ

انقلاب حکومت ع کیا چرخ نے نوابی سہراب کو اُلٹا۔

بعمل قلب بارہ سے باون۔ تاریخ غزل خواجہ علی نقی۔ شعر

اسم علی نقی کو رقم کر سیاق میں ۔ تاریخ غزل چاہے تو نکتہ نکال دے

کوئی ہوا ہے علت اپنہ میں بیقرار ۔ دو رکھکے فرق نحس پہ اک پیچھے ڈالدے

۷۰ ۳ کا صفر دور کر کے آغاز میں ۲۔ آخر میں ۔ الکھا۔ ۱۲۷۲ ہوئے

تاریخ وفات شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی از مومن۔ شعر

انتخاب نسخۂ دیں مولوی عبدالعزیز — بیعدیل و بینظیر و بے مثال و بے مثل
جانب ملک عدم تشریف فرما کیوں ہوئے — آگیا تھا کیا کہیں فردونکے ایماں میں خلل
مجلس درد آفریں تعزیت میں میں بھی تھا — جب پڑھی تاریخ مومن نے یہ آکر برمحل
دست بیداد اجل سے بے سر و پا ہو گئے — فقر و دین فضل و ہنر لطف و کرم علم و عمل ۱۲۳۹

باب چہارم

علم عروض میں مشتمل مقدمہ اور ۔ا فصل پر

مقدمہ ۔ تعریف عروض و شعر اور فضیلت شعر میں واضح ہو کہ عروض وہ علم ہے کہ جس سے کلام[1] موزوں[2] یعنی نظم اور غیر موزوں یعنی نثر میں تمیز[3] ہو جاتی ہے اور کلام موزوں کو کہ بامعنی اور مقفیٰ ہو بشرطیکہ قصد متکلم سے صادر ہوا ہو شعر[4] کہتے ہیں اور بقول بعض قصد متکلم شعر میں داخل شرط نہیں۔

---

[1] کلام وہ جسکے معنی ہوں اور سامع کو افادہ تام دے پس شعر اول قطعہ کو یا کسی شعر مہمل یعنی بے معنی کو شعر کہنا بطور مجاز کے ہے۔ [2] موزوں وہ جو اوزان مقررہ سے کسی وزن پر ہو اور وزن ایک ہیات ہے تابع حرکات و سکنات کے [3] اگر شخص موزوں الطبع بھی ہو تو بھی اسکو جاننا علم عروض کا ضرور ہے کیونکہ واقفیت جملہ اوزان بحور کی اور تمیز وزن صحیح اور غیر صحیح میں اور تقطیع حقیقی اور غیر حقیقی میں بدوں اسکے ممکن نہیں مثلاً ع کروں پہلے توحید یزداں رقم جو بروزن فعولن فعولن فعولن فعل ہے بروزن مفاعیل مستفعلن فاعلن یا فعولن مفاعیل مستفعلن بھی تقطیع ہو سکتا ہے۔ [4] شعر کے لغوی معنی جاننا ہیں مصدر بمعنی مفعول ہے اور باصطلاح منطقیان کلام اثردار مخیل موزوں۔ ۱۲

یہ قول غلط ہے کیونکہ ایسا شخص کوئی شاذ ہوگا کہ کبھی کلام موزوں بقصد اُس سے سرزد نہوا ہو پس تمام جہان شاعر ہوا اس لئے کلام الٰہی ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰۤؤُلَاۤءِ تَقْتُلُوْنَ ۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا ۔ اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اور حدیث شریف میں اَنَا ابْنُ عَبْدُ الْمُطَّلِبْ اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ ۔ اور هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِیْتِ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَا لَقِیْتِ اور اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرْ ۔ شعر نہیں اور قول بعض کا ہے کہ قافیہ بھی شعر میں ضروریات سے نہیں بل امر عارضی ہے مثل مطلع غزل وغیرہ اور واضع عروض کا خلیل بن احمد بصری ہے کہ گویہ گاذر کی آواز سے اس علم کو استخراج کیا اور وجہ تسمیہ میں اس کے اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ

۱؎ رمل مسدس مقصور بروزن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات یعنی یہ کہ پس تم نے اقرار کیا اور تم نے گواہی دی پس تم وہ شخص ہو کہ تم نے قتل کیا۔ ۲؎ بروزن رباعی ۳؎ بحر سریع مطوی موقوف بروزن مفتعلن مفتعلن فاعلان ۴؎ حصہ اول درحالت اسقاط ہمزہ وصل اصبع بروزن مستفعلن مستفعلن فعولن وحصۂ دوم بروزن مفاعل مستفعلن فعولن معنی یہ ہیں کہ تو نہیں ہے مگر انگلی کہ خون آلودہ ہوئی اور راہ خدا میں ملاقات نہ کی اور یہ حدیث حضرت نے جنگ اُحد میں وقت شہادت انگشت مبارک فرمائی۔ ۵؎ بحر متقارب اور متدارک میں ہے یعنی بعض ارکان مخبون یعنی فعلن بکسر عین ہیں اور بعض مقطوع یعنی فعلن ساکن العین۔ ۶؎ کیونکہ قائل کا قصد شعر کا نہیں تھا اور شعر کا اطلاق اُن پر ممتنع ہے بمواد وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَهٗ یعنی ہم نے آنحضرت کو شعر نہیں سکھایا اور نہ لائق تھا اُن کو شعر کہنا بعض کی رائے ہے کہ یہ اشعار بیقصد زبان وحی ترجمان سے فی البدیہہ صادر ہوئے۔ ۷؎ سکاکی نے اسی قول یعنی عدم ضرورت قافیہ کو شعر میں ترجیح دی ہے اور یونانیوں کے اشعار میں قافیہ معتبر نہیں ہے چنانچہ حیثوتی شاعر یونانی نے زبان فارسی میں ایک کتاب موسوم بہ یوبہ نامہ مشتمل بر اشعار غیر مقفی جمع کی ہے یوبہ بعظیم یاد داو مجہول آرزو و اشتیاق ۱۲۔ کذا فی البرہان۔

عروض نام مکّہ کا ہے اور خلیل کو اُس کی دعا کے موافق مکّے میں اس علم کا الہام ہوا تیمناً اُس کو مکّے کے نام سے موسوم کیا یا عروض کے معنی طرف وجانب کے ہیں اور اس علم سے بھی اطراف وجوانب شعر و سخن کے معلوم ہو جاتے ہیں۔ یا یہ کہ عروض کے معنی ظہور کے ہیں اور اس علم سے بھی وزن صحیح اور غیر صحیح ظاہر ہو جاتا ہے۔ یا یہ کہ عروض کے معنی جائے ظہور کے ہیں اور یہ علم بھی معروض علیہ شعر کا ہے۔ اور بقول بعض عروض راہِ کشادہ ورۂ کوہ کو کہتے ہیں چنانچہ راہ درہ کوہ سے موضع اور منزل کو پہونچ جاتے ہیں اِسی طرح اس علم سے کلام صحیح اور غیر صحیح و موزوں و غیر موزوں معلوم ہو جاتے ہیں اور منزل تمیز کو پہنچ جاتے ہیں اور بقول بعض عروض بمعنی ابر ہے اور جیسے ابر سے فائدہ پہنچتا ہے ایسے ہی علم عروض سے فوائد کلام حاصل ہوتے ہیں اور یا یہ کہ عروض نام ستون خیمہ کا ہے اور بیت بمعنی خانۂ پلاس کہ اکثر صحرانشینان عرب زمان قدیم میں بناتے تھے پس جیسا کہ خیمہ کو ستون اور رسّی اور میخ ضرور ہے بیت[1] کو بھی عروض[2] سبب وتد فاصلہ لازم ہے اور شعر اوّل آدمؑ نے زبان سریانی میں ہابیل کے مرثیہ میں جبکہ قابیل نے اُسکو مار ڈالا کہا ہے اُس کے مطلع کا ترجمہ زبان عربی میں ہے **شعر**

تغیرت البلاد ومن علیہا ۔۔۔ ووجہ الارض مغبرّ و قبیحا

---

[1] بیت بھی شعر کو کہتے ہیں جس میں دو مصرع ہوں اُسی مناسبت سے نصف بیت کا نام مصرع رکھا ہے جس کے معنی کواڑ کے ہیں۔ [2] چونکہ شعر میں اکثر عروض یعنی جزو آخر مصرع اول کا ذکر ہوتا ہے لہذا اُس کے علم کا بھی نام عروض رکھا۔

اور موجد شعر عربی یعرب[1] بن قحطان[2] من اولاد سام بن نوح ہے۔
شعر اول اُسکا یہ ہے۔ شعر

من الناس من اب دام   خلیف جہل وطیف علم

اور موجد شعر فارسی بہرام گور بادشاہ جدسوئمیں نوشیرواں عادل ہے
شعر اول اُسکا یہ ہے[3]۔

منم آن پیل دمان ومنم آن شیر یلہ   نام بہرام مرا و پدرم بوجبلہ

اور بعض کہتے ہیں کہ مصرع دوم ع نام بہرام ترا و پدرت بوجبلہ
دلارام جنگی نام اُس کی معشوقہ کا ہے کہ اُس کے جواب میں فی البدیہہ
کہا تھا اور بقول بعض موجد شعر فارسی ابوحفص[4] حکیم سعدی ہوا کہ ۳۰۰ھ
میں تھا شعر اُسکا یہ ہے۔ شعر

آہوے کوہی در دشت چگونہ دودا   یاندارد بے یار چگونہ رودا

---

[1] ابوعبید بن عبدالسلام بغدادی سے روایت ہے کہ یعرب بن قحطان کی عمر چار سو برس کی تھی اور وجہ تسمیہ یعرب کی یہ ہے کہ بعد طوفان نوح کے لغات عرب اُس سے مشہور ہوئے اور موجد فصاحت و بلاغت زبان عربی کا وہی ہے سوائے مسجع اور مقفٰے کے بات نہیں کہتا تھا کہتے ہیں کہ اول دو شعر مقفٰے و مسجع و موزوں کہکر محفل اہل عرب میں اُس نے پڑھے چونکہ ایسا کلام اُنھوں نے کبھی نہ سنا تھا کہا کہ اے عرب ایسا کلام مطبوع تجھ سے ہم نے کبھی نہیں سُنا تو کہاں سے لایا کہا کہ اپنے شعور سے میں نے پیدا کیا چونکہ کلام موزوں و مسجع اُس کے شعور سے پیدا ہوا لہذا اُسکا نام شعر رکھا اور بعض کہتے ہیں کہ یمن میں اشعر بن سبا نام ایک شخص تھا اکثر کلام موزوں اُس کی زبان سے صادر ہوتے تھے اِس کے معقولات کا نام شعر ہوا بعد اُس کے اوروں نے جو اُس کی وضع پر سخن کیا وہ بھی شعر کہلایا۔ [2] قحطان آدم کے ۲۷۹۶ برس بعد ہوا تھا۔ [3] کہ جنگل میں ایک شیر کا شکار کیا اُسوقت اُسکی زبان سے نکلا۔ [4] کہ واضع کرموسیقار کا بھی ہے و قبیل سمرقندی۔

اور اُس کے بعد سنہ چار صدی ہجری میں شعر فارسی نے رواج پایا
اور عنصری و عسجدی و فرخی نامے شاعر ہوئے اور پھر سنہ پانصدی میں
فلکی و خاقانی شروانی و رودکی[۱] وغیرہ نامور ہوئے من بعد نظامی اپنے
وقت کے استاد ہوئے اور کہا ہے قطعہ[عہ] در شعر سہ تن پیمبرانند ہر چند کہ
لا نبی بعدی ابیات و قصیدہ و غزل را - فردوسی و انوری و سعدی[۲]
اور اردو[۳] میں شعر گوئی زمانہ شیخ سعدی اور امیر خسرو[۴] سے پائی جاتی ہے۔
اور صاحب دیوان اول ولی[۵] شاعر ہوا اور فن شعر بہترین فنون ہے جو
لوگ مذمت شعرا میں کلام الٰہی الشعراء یتبعہم الغاون[۶] اور

---

۱ رودکی رباعی اور قصیدہ اور مثنوی کا موجد ہے۔ ۲ غزل کا موجد باعتبار فصاحت و بلاغت سعدی کو ٹھہراتے ہیں مقطع میں تخلص لانا سعدی کا ایجاد ہے۔ ۳ ہندوستان میں پیشتر زبان ہندی مروج تھی جب اہل اسلام کی سلطنت ہندوستان میں ہوئی اور اُن کے لشکر میں مختلف ملکوں کے باشندے تھے۔ پس عربی فارسی ترکی یونانی زبانیں سنسکرت اور ہندی میں مل کر ایک زبان پیدا ہو گئی اور وہ اردو یعنی لشکر کے نام سے موسوم ہوئی اور اُسکو ریختہ بھی کہتے ہیں بقول بعض اس سبب سے کہ ریختہ مصالحہ کو کہتے ہیں جو چند اجزا مخلوط کرکے واسطے استحکام دیوار کے مستعمل ہوتا ہے اسی طرح یہ زبان بھی چند زبانوں سے ملکر بنی ہے اور بقول بعض اس سبب سے کہ دیگر زبانوں کے امتزاج سے ہندی زبان اپنی اصلیت سے گر گئی۔

۴ امیر خسرو نے جن کا انتقال ۷۲۵ھ ہجری میں ہوا بطور ملمع اشعار کہتے تھے۔ شعر
ز حال مسکیں مکن تغافل درائے نیناں بنائے بتیاں — چو تاب ہجراں ندارم ای جان لیہو کاہے لگائے چھتیاں

۵ محمد ولی دکنی تخلص باشندہ احمد آباد دکن نے گیارھویں صدی ہجری میں بعہد عالمگیر بادشاہ دیوان فراہم کیا۔ اور بعہد محمد شاہ بادشاہ یعنی بارھویں صدی ہجری کے آغاز میں دہلی میں بھی رواج شعر اردو ہو گیا۔ ۶ الشعراء یتبعہم الغاون اُن شعراء الکفار کے حق میں نازل ہوا ہے کہ درباب آنحضرت اور مذمت اسلام میں شعریں کہتے تھے اور مشرک اُن سے یاد کرکر پڑھتے تھے جیسے ابن زبعری و ہبیرہ و مجاشع وامیہ ثقفی وغیرہ

عہ ایک شخص نے اس قطعہ کے کہنے والے سے کہا کہ تو نے فردوسی اور انوری و خاقانی کو پیغمبر فن شعر کہا اور نظامی کہ استاد بے بدل ہے نام نہ لیا تو اُس نے جواب دیا کہ میں نے پیمبراں سخن کا ذکر کیا ہے اور وہ تو خدائے سخن تھا۔

حدیث الشعر من مزامیر ابلیس[1] اور خذوا الشیطان[2] لانہ یمتلی جوف رجل قیحا خیر لہ من ان یمتلی شعرا۔ اور الشعراء کذابٌ۔ سند لاتے ہیں وہ استثنائے الا الذین[3] آمنوا وعملوا الصالحات کو خیال نہیں کرتے۔ اور حدیث ان من البیان لسحرا وان من الشعر لحکمۃ اور نیز ان المومن لیضرب بالسیف واللسان اور الشعراء تلامذ الرحمٰن وقلوبہم خزائن الاسرار والسنتہم کنوز من اسرار الغیب اور الشعراء امراء الکلام وعلموا صبیانکم الشعر فانہ یورث الشجاعت وکان الشعر احب الی رسول اللہ من کثیر الکلام[4] سے خبر نہیں رکھتے اگر فی الحقیقت فن شعر معیوب ہوتا تو اصحاب[5] و مشائخ اس طرف توجہ نہ کرتے

[1] الشعر من مزامیر ابلیس سے مراد وہ اشعار ہیں جو بیان فسق و فجور میں ہیں۔ [2] خذوا الشیطان اُس شاعر کے حق میں ہے جو ایسا محو شعر خوانی میں تھا کہ بے ادبی کے ساتھ جانب آنحضرت التفات نہ کی۔

[3] بعد نزول آیہ والشعراء الخ حسان ابن ثابت و ابن رواحہ و دیگر شعرو صحابہ کی نسبت یہ آیہ استثناء نازل ہوئی اور حضرت نے اُن کے حق میں فرمایا اہجوا المشرکین فان ذلک اشد علیہم من فضل النبل شاعرانے را کہ

غازی خواند در قرآن خدا ہست از الشان قرآن ظاہر استثناء را

[4] اور آنحضرت نے باب شعر میں کعب ابن مالک شاعر سے فرمایا ان المومن یجاہد بسیفہ ولسانہ اور آنحضرت حسان سے فرماتے تھے ان روح القدس لایزال یؤیدک ما نافحت عن اللہ و رسولہ اور نیز فرمایا ان اللہ تعالیٰ یؤید حسان بروح القدس فانافح او فاخر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک شعر میں فرمایا اصدق کلمۃ قالہا الشاعر کلمۃ لبید اور صحیح مسلم میں عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت نے اپنے شعراء سے فرمایا اہجوا قریشا فانہ اشد علیہم من رشق النبل [5] قصائد حضرت ابوبکر مشہور ہیں چنانچہ یہ شعر ماتم حضرت عثمان میں فرمایا۔ شعر

للناس ہم ولی فی الیوم ہمان ہم جواب وہم الشیخ عثمان

یعنی سب آدمیوں کو ایک ہم ہے مجھکو آج دو ہم ہیں ایک توشہ دان کا دوسرے شیخ عثمان کا حضرت عمر نے اُنکا ہی پیرایہ بس کیا ہے حضرت علیؑ کے قصائد و دیوان مشہور ہیں۔ حضرت فاطمہ نے مرثیہ آنحضرت صلعم میں جو اشعار کہے ہیں اُنمیں ایک یہ ہے شعر

صبت علی مصائب لو انہا صبت علی الایام صرن لیالیا

صواعق محرقہ میں اشعار حضرت امام حسینؑ و امام شافعی کے بھی موجود ہیں اور اسمیں ہے کہ تین سو سال قبل رسالت آنحضرت سے ایک ایک پتھر کی تختی پائی گئی جس پر یہ شعر مرقوم تھے۔ شعر

اترجو امۃ قتلت حسینا شفاعۃ جدہ یوم الحساب

اور یہ بھی لکھا ہے کہ اسکو حضرت ابراہیم نے لکھا تھا اور احتمال ہے کہ خود ان پیغمبر نے تصنیف کیا ہو۔

اور آنحضرت شعر نہ پڑھتے[1] اور ابن رواحہ وغیرہ سے نہ پڑھواتے کذا فی
ترمذی ومسلم اور قصیدہ بانت سعاد مصنفہ کعب ابن زبیر کو اصلاح نہ فرماتے
اور قصائد حسان[2] بن ثابت پر صلہ تحسین عنایت نہ کرتے اور اُس کے
حق میں اللھم ایدہ بروح القدس نہ فرماتے فرید الدین عطار نے کہا ہے شعر

شاعری جزویست از پیغمبری جاہلانش کفر خوانند از خری

لیکن مضامین کفریہ اور کلام ہزل البتہ داخل عیب[3] ہے سو وہ مخصوص نظم
نہیں نظم ونثر دونوں میں ممنوع ہے اور الشعراء کذاب اُن شعرا کی
شان میں ہے جو ایام جہالت میں انبیا کا ذکر اہانت وکہانت وسحر سے
کرتے تھے اور تعریف لات ومنات کی شعر وسخن میں کرتے تھے اور
اُن کو خدا سمجھتے تھے اور مبالغہ واستعارہ وتشبیہ مثلاً کہنا کہ معشوق
کا مُنہ مثل چاند کے ہے یا ممدوح کا گھوڑا افلاک الافلاک کی سیر

---

[1] مشکوٰۃ میں ہے کہ خندق کھودنے کے وقت آنحضرت اور مہاجرین وانصار رجز پڑھتے تھے
ترمذی میں عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت گاہ گاہ شعر ابن رواحہ کے پڑھتے تھے۔

[2] منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج کو گئے عرش کے تلے ایک مکان مقفل دیکھا جبرئیل سے
پوچھا جبرئیل نے عرض کیا کہ یہ خزانہ معانی ہے اور زبان شعراس کی کنجی ہے فرمایا اس میں سے کچھ
ہم کو ہدیہ کر جبرئیل نے دو شعر نذر کئے آخر الامر ایک روز آنحضرت نے کاغذ سادہ حسان ابن ثابت
کو دیکر فرمایا کہ جمعہ کے دن قصیدہ حمد ونعت کہہ لا وہ بھول گیا اور بروز جمعہ وقت طلب منبر پر چڑھکر
اُسی سادہ کاغذ کو جیب سے نکالکر فی البدیہہ یہ قصیدہ پڑھنے لگا اتفاقاً دو شعر جو جبرئیل نے نذر کئے
تھے وہ بھی اُس کی زبان سے نکلے حضرت نے فرمایا کہ یہ دو شعر سوائے میرے کسی کو معلوم نہ تھے پس
جبرئیل نے اسکی طبیعت میں القا کیا اور معلوم ہوا کہ بدیہہ ہے اور اُس کے حق میں دعا کی اللھم ایدہ بروح
القدس اور فرمایا کہ معنی طبیعت شاعر میں القاء غیبی ہے بے تائید الٰہی حاصل نہیں ہوتا ۱۲

[3] چنانچہ حضرت نے
درباب شعر فرمایا ہے کلام محسنہ حسن وقبیحہ قبیح ۱۲

کرتا ہے یا تیز روی میں دریا ہے داخل کذب اور جھوٹ نہیں جھوٹ وہ ہے کہ سننے والے کو اُس سے ادراک غلط حاصل ہو اور ایسے کلام کو سنکر ہر آدمی جانتا ہے کہ معنی حقیقی مراد نہیں ہے تعریف میں مبالغہ ہے ایسی عبارتیں حدیث میں بھی آئی ہیں آنحضرت نے ابوطلحہ کے گھوڑے کو دریا فرمایا چنانچہ صحیح بخاری میں روایت[۱] ہے۔

فصل اول

ارکان اور اسما اور تعداد اور اصول بحور میں واضح ہو کہ خلیل نے عروض کو پندرہ بحروں میں بنایا تھا لیکن پندرہ بحروں میں حصر نہیں ہو سکتا اور اُن کو چند الفاظ میں جن کو ارکان و اصول افاعیل و افعال و تفاعیل و مفاعیل و امثال و اجزا و موازین عروض کہتے ہیں منتظم کیا وہ دس ہیں دو خماسی یعنی پنج حرفی فعولن فاعلن آٹھ سباعی مفاعیلن فاعلاتن مستفعلن مفاعلتن متفاعلن مفعولات و بضم التار بلا تنوین فاع لاتن مس تفع لن متفصل۔ اور یہ تین چیز سے جن کو اصول سہ گانہ کہتے ہیں مرکب ہیں اول سبب یعنی کلمہ دو حرفی پس اگر اول متحرک دوم ساکن ہو تو اُس کو سبب خفیف کہتے ہیں جیسے دل اگر دونوں متحرک ہوں تو اسکو سبب ثقیل کہتے ہیں جیسے لفظ دل درحالت اضافت یا ہمہ کیونکہ ہائے آخر بغرض اظہار حرکت لکھی

---

[۱] اور بیان سراپا حال وخط کسی مرد یا عورت حسین معینہ کا جو زندہ اُس شہر میں موجود ہو حرام ہے اور ذکر شخص غیر معین موجود یا معین جو مر گیا مضائقہ نہیں جیسے غزلیات میں قصۂ لیلی و مجنوں وغیرہ کیونکہ اس صورت میں وجہ فساد متصور نہیں۔ ۱۲ کذا فی عینی شرح کنزالدقائق۔ ۱۲

دوم وتد یعنی کلمہ سہ حرفی پس اگر آخر ساکن ہو تو وتد مقرون یا مجموع
کہتے ہیں جیسے چمن اور اگر وسط ساکن ہو تو مفروق جیسے لفظ یار درحالتِ
اضافت یا لالہ کیونکہ ہائے آخر اظہار حرکت کے لئے ہے سوم فاصلہ اگر
تین حروف متوالی اور چہارم ساکن ہو تو صغرےٰ جیسے صنما اور اگر چار
حروف متحرک متوالی اور پنجم ساکن ہو تو کبریٰ کہتے ہیں جیسے لفظ شکنمش فارسی
میں فاصلے کی مثال اردو میں مسموع نہیں[1] بعض فاصلۂ صغریٰ کو فاصلہ بصاد
مہملہ اور فاصلۂ کبرےٰ کو فاصلہ بضاد معجمہ کہتے ہیں اور بعض دونوں کو بضاد معجمہ بولتے ہیں
مع قید صغرےٰ وکبرےٰ اور بعض فاصلے کا کچھ وجود نہیں رکھتے ہیں کیونکہ فاصلہ صغرےٰ اجتماع سبب
ثقیل اور خفیف کا ہے اور کبرےٰ اجتماع سبب ثقیل اور وتد مقرون کا
ہے اور بعض عروضیان پارسی سبب و وتد و فاصلہ تینوں کو تین تین
قسم کہتے ہیں سبب خفیف و ثقیل و متوسط و وتد مجموع و مفروق و کثرت
فاصلہ صغرےٰ و کبرےٰ و عظمےٰ مثال سبب متوسط۔ یار یعنی ایک متحرک
دو ساکن و وتد کثرت دو متحرک دو ساکن جیسے جہان۔ فاصلۂ عظمےٰ پانچ
حرف متحرک متوالی ایک ساکن جیسے بعظمتش اسکی مثال اردو میں نہیں ملی۔
شعرائے قدیم نے اصول سہ گانہ میں اشعار مفرد[2] کہے یعنی شعر میں صرف

---

[1] اِن فقرات میں جملہ اصول سہ گانہ کی مثال موجود ہے عربی لَم اَرَ عَلٰی رَاسِ جَبَلٍ سمکۃً فارسی
از گل رخت بوئے زوفا نشنوم۔ اردو ہے قدِ صنم سر سوا زمی نہ جمنی۔ [2] اگرچہ یہ رائے حق معلوم
ہوتی ہے مگر سبب اعتبار وجود فاصلہ کا یہ ہے کہ عربی فارسی میں الفاظ مستقل فاصلے کے وزن پر ہوتے
ہیں۔ [3] مثال شعر تنہا سبب شعر (طالب) ہر دم کرتا ہوں میں زاری + دیکھی بس بس تیری یاری
بروزن فعلن ساکن العین چار بار تنہا اوتاد۔ شعر (کوثر) نہیں کم زدہ ہوا مرا ابھی + صنم تجھے مری قسم نہ جا ابھی
بروزن مفاعلن چار بار تنہا فاصلہ۔ شعر (ظفر) مرا دشمن اگرچہ زمانہ رہا + تم تو کبھی میں یار یگانہ رہا
بروزن فعلن متحرک العین چار بار

سبب یا صرف وتد یا صرف فاصلہ آوے لیکن جب وہ پسند طبایع
نہ ہوئے اُس کو چھوڑ کر اصول سہ گانہ کو باہم ترکیب دیکر ارکان مذکور
اور اوزان ایجاد کیے اور واضح ہو کہ فعولن مرکب ہے وتد مجموع سے
مقدم سبب خفیف پر اور فاعلن بالعکس اس کے اور مفاعلن وتد
مجموع سے مقدم دو سبب خفیف پر۔ اور مستفعلن بالعکس اور مفعولاتُ
دو سبب خفیف سے مقدم وتد مفروق پر اور فاع لاتن منفصل بالعکس
اور مس تفع لن منفصل وتد مفروق سے درمیان دو سبب خفیف کے اور
فاعلاتن وتد مجموع سے درمیان دو سبب خفیف کے اور مفاعلتن وتد
مجموع سے مقدم فاصلہ صغرےٰ پر اور متفاعلن بالعکس اُس کے اور
۱۵ بحر ایجاد خلیل یہ ہیں۔ ہزج[1]۔ رجز[2]۔ رمل[3]۔ منسرح[4]۔ مضارع[5]۔ مقتضب[6]
مجتث[7]۔ سریع[8]۔ خفیف[9]۔ طویل[10]۔ مدید[11]۔ بسیط[12]۔ وافر[13]۔ کامل[14]۔ تقارب[15]۔ بحر
بحر متدارک ابوالحسن اخفش نے ایجاد کی بعد اخفش کے یوسف عروضی[16]

---

[16] اسی شخص نے اوّل علم عروض فارسی میں تصنیف کیا تھا اور بعد دوسو برس خلیل ابن احمد بصری
کے پیدا ہوا ۱۲ ف۔ معنی لغوی و وجہ تسمیہ بحور۔ ہزج آواز یا ترنم خوش آیندہ اور اہل عرب
اکثر اشعار اسی بحر میں گاتے ہیں۔ رجز کے لغوی معنی اضطراب و سرعت اہل عرب اشعار کو لڑائیوں میں
بطور فخر اور بیان شجاعت پڑھتے ہیں اِسی بحر میں ہیں کہ مقام اضطراب و حرکت صریح کا ہوتا ہے اور
بقول بعض رجز بکسر اوّل و سکون ثانی وہ اونٹ کہ حرکت کرے اور پھر ساکن ہو جائے اور اس بحر میں
اول ارکان میں دو سبب خفیف ہیں اور بعد ایک حرکت کے ساکن۔ رمل لغوی معنی بوریا بننا چونکہ اس
بحر میں ایک وتد درمیان دو سبب کے اور دو سبب درمیان وتد کے ہیں پس گویا اسباب و اوتاد کو باہم بنا ہے
یا رمل ایک قسم راگ کی ہے اور وہ اِسی وزن پر ہے یا مشتق ہے رملان سے کہ ایک چال اونٹ کی ہے
چونکہ یہ بحر بسبب کثرت اسباب خفیف کے جلد جلد پڑھی جاتی ہے اسلئے رمل نام رکھا منسرح یعنی ۴

نیشاپوری نے بحر قریب[17] نکالی پھر کسی شخص نے مشاکل[18] نکالی بعدہٗ بزرجمہر
وزیر نوشیرواں نے جدید[19] جس کو غریب[20] بھی کہتے ہیں ایجاد کی سوائے
اِن کے عریض[20] عمیق[21] صریم[22] کبیر[23] مذیل[24] قلیب[25] حمید[26] صغیر[27] صمیم[28] سلیم[29] حمیم[30] نفت[31] زلل[32]
اوفر[33] خبب[34] مواسع[35] مرکن[36] بحور مخترعہ متاخرین ہیں یہاں صرف ۱۹ بحور اول کا

---

۱۴ آسان چونکہ اس بحر میں اسباب مقدم ہیں اوتاد پر بدیں وجہ آسان پڑھی جاتی ہے یا انسراح کے معنی کپڑے اتارنا ہے چونکہ اس بحر میں کبھی اختصار ہوتا ہے کہ صرف دو رکن مستفعلن معولات کو شعرائے عرب ساری بیت اعتبار کر لیتے ہیں لہٰذا منسرح نام رکھا مضارع بمعنی مشابہ اور بقول خلیل بن احمد یہ بحر ہزج سے مشابہ ہے کیونکہ دونوں میں اوتاد مقدم ہیں اسباب پر اور بقول بعض منسرح مشابہ ہے اس امر میں کہ دونوں جزو دوم وتد مفروق ہے جزو دوم مضارع کا فاع لاتن منفصل ہے مشتمل بر فاع اور جزو دوم منسرح کا مفعولات مشتمل بر لات وتد مفروق مقتضب بمعنی بریدہ یہ بحر منسرح سے قطع کی گئی ہے کیونکہ ارکان دونوں کے ایک ہیں صرف ترتیب میں اختلاف ہے اور بقول بعض وجہ تسمیہ یہ کہ یہ بحر کلام عرب میں مجزو مستعمل ہے یعنی دو جزو آخر کے دور کر دیے مجتث مشتق از اجتثاث بمعنی از بیخ بر کندن اس بحر مسدسہ کو بحر خفیف سے نکالا ہے کیونکہ الفاظ دونوں کے ایک ہیں یعنی مجتث میں مستفعلن مقدم دونوں فاعلاتن پر خفیف میں درمیان سریع چونکہ اس بحر میں بہ نسبت اوتاد کے اسباب زیادہ ہیں اس سے جلد پڑھی جاتی ہے خفیف یہ بحر بسبب زیادت اسباب کے سبک ہے یا اسکے ارکان میں اکثر سبب خفیف ہیں طویل واضع علم عروض نے بعض بحور مسدس وضع کی ہیں اور بعض جو مثمن مجزو بھی آتی ہیں یعنی ایک رکن ہر مصرع سے دور کیا جاتا ہے بخلاف اس بحر کے کہ مثمن وضع کی اور مجزو نہیں آتی مدید بمعنی کشیدہ یہ بحر بحر طویل سے کھینچکر نکالی گئی ہے یا یہ کہ اس کے ارکان سباعی کے دو طرف کھنچے ہوئے ہیں بسیط بچھا ہوا اور اس کے رکن رباعی کے ابتدا میں سبب ہوئے ہیں۔ وافر اس میں حرکات بہت ہیں چنانچہ ہر رکن میں پانچ متحرک یا یہ کہ اس بحر میں اشعار عرب بہت ہیں کامل یہ بحر جیسے دائرہ میں وضع ہوتی ہے ویسے ہی تمام و کمال مستعمل ہے متقارب بکسر راو بمعنی نزدیک ہونا چونکہ اوتاد اور اسباب اسکے باہم نزدیک ہیں متدارک بمعنی دریافت و پیوستہ اس بحر کے اسباب اوتاد سے ملے ہیں یا یہ کہ یہ بحر ایجاد ابوالحسن اخفش ہے اور شامل ہوگئی بحور خلیل میں قریب یہ بحر مضارع و ہزج سے قربت رکھتی ہے یا یہ کہ بعد خلیل کے مولانا یوسف نیشاپوری نے قریب زمانہ خلیل کے وضع کی مشاکل یا بحر بحر قریب سے مشاکلت رکھتی ہے کیونکہ ارکان دونوں کے ایک ہیں اس میں فاعلاتن دونوں مفاعیلن پر مقدم ہے قریب میں مؤخر جدید کیونکہ یہ بحر تازہ ہے بعد خلیل و ابوالحسن کے۔ ۱۲

۱۵ احمد عروضی نے بحر متدارک کا نام لکھا ہے کیونکہ بسبب تنہا ہونے کے نادر ہے۔ ۱۲

بیان کیا جاتا ہے پس اُن میں سے سات بحریں مفرد ہیں یعنی تکرار ایک رکن سے حاصل ہوتی ہیں (وافر وافر) اس ایک بیت آٹھ مفاعلتن سے تمام ہوتی ہے اور کامل میں آٹھ متفاعلن سے اور ہزج میں آٹھ مفاعیلن سے اور رجز میں آٹھ مستفعلن سے اور رمل میں آٹھ فاعلاتن سے اور متقارب میں آٹھ فعولن سے تمام ہوتی ہے اور متدارک آٹھ فاعلن سے۔ اور نو بحریں مرکب ہیں یعنی تکرار دو رکن سے حاصل ہوتی ہیں اول طویل اس میں بیت چار فعولن مفاعیلن سے اور مدید میں چار فاعلاتن فاعلن سے اور بسیط میں چار مستفعلن فاعلن سے اور سریع میں دو مستفعلن مستفعلن مفعولات سے اور خفیف میں دو فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن سے اور منسرح میں چار مستفعلن مفعولات سے اور مجتث میں چار مس تفع لن فاعلاتن سے اور مضارع میں چار مفاعیلن فاعلاتن سے اور مقتضب میں چار مفعولات مستفعلن سے تمام ہوتی ہے اور

ؔ مضارع میں فاع لاتن اور خفیف اور مجتث میں مس تفع لن منفصل ہے ۔ یادداشت بحور شانزدہ گانہ کے لیے کسی نے قطعہ بنایا ہے۔ قطعہ مس رج علا رم عیل ہز وافرلتن کامل تفا فع عیل طو رکَ فاعلن بس با مس ع ومد با علا مدہ مفعول در مس منسرح ہشتی دو مق بعد مس سری ہمہ مس در علا خف قبل مج فع رب علا در عیل ضا مدہ علامات بحور و ارکان قطعہ ہذا مستفعلن (مس) فاعلاتن (علا) مفاعیلن (عیل) مفاعلتن (لتن) متفاعلن (تفا) فعولن (فع) مفعولات (مفعول) رجز (رج) رمل (رم) ہزج (ہز) طویل (طو) متدارک (رک) بسیط (بس) مدید (مد) مقتضب (مق) سریع (سری) خفیف (خف) مجتث (مج) متقارب (رب) مضارع (ضا) شرح قطعہ مس رج یعنی آٹھ مستفعلن رجز ہے۔ علا رم آٹھ فاعلاتن رمل ہے عیل ہز۔ آٹھ مفاعیلن ہزج وافرلتن آٹھ مفاعلتن وافر ہے کامل تفا آٹھ متفاعلن کامل ہے۔ فع عیل طو چار فعولن مفاعیلن طویل۔ رک۔ فاعلن آٹھ فاعلن متدارک بس۔ با مس مستفعلن کے بعد فاعلن اس طرح چار بار بسیط مدید با علا فاعلاتن کے بعد فاعلن چار بار مدید مفعول در مس منسرح مفعولات درمیان دو مستفعلن کے منسرح مسدس ہشتی دو مق مفعولات قبل مستفعلن کے دو بار مقتضب بعد مس سری دو مفعولات بعد مستفعلن کے سریع مس در علا خف مستفعلن درمیان دو فاعلاتن کے خفیف قبل مج مس تفع لن قبل دو فاعلاتن کے مجتث فع رب آٹھ فعولن متقارب علا در عیل ضا فاعلاتن درمیان دو مفاعیلن کے مضارع مسدس ہے۔ ۱۲

واضح ہو کہ اوزان مذکورہ بالا بطور اصل کے ہیں اور اُن کو سالم کہتے ہیں اور
یہ بسبب الحاق زحاف کے جس کا بیان آگے آئیگا بہت قسم ہو جاتی ہیں جس میں
زحاف ہوتا ہے اس کو مزاحف کہتے ہیں اور جس بیت میں آٹھ رکن ہوتے
ہیں اُس کو مثمن اور جس میں چھ ہوں اُس کو مسدس کہتے ہیں اور یہی دو
مستعمل شعرائے عجم ہیں باقی مربع و مثلث[1] و مثنے و موحد مخصوص عرب ہے
اور متاخرین نے بعض بحور کو دس سولہ بتیس رکن کا بھی کیا ہے اور اشعار مثمن
و مسدس وغیرہ دو حصے ہوتے ہیں ہر حصے کو مصرع کہتے ہیں اور مصرع اوّل
کے رکن اول کو صدر اور رکن آخر کو عروض[2] اور مصرع دوم کے رکن اوّل
کو ابتدا و مطلع اور رکن آخر کو ضرب و عجز اور باقی ارکان ہر دو مصارع کو
حشو کہتے ہیں اور مربع میں حشو نہیں ہوتا اور مثلث اور مثنے کو بعض بمنزلہ
مصرع اوّل کے خیال کرتے ہیں رکن اول کو صدر آخر کو عروض اور بعضے
بمنزلہ مصرع دوم رکن اول کو ابتدا اور مطلع آخر کو ضرب و عجز بولتے ہیں
اور رکن وسط مثلث کو حشو کہتے ہیں اور بحر خفیف و سریع مسدس الاصل
ہیں یعنی مثمن نہیں آتی اور بحور مثمن الاصل کو اگر مسدس لاویں اُسکو مجزو[3] کہتے ہیں۔

---

[1] اس کو مشطور کہتے ہیں۔ ۱۲ [2] عروض لغت میں خیمے کو کہتے ہیں اور نیز بمعنی میزان و طرف ضرب بمعنی نوع اور اس رکن سے نوع شعر معلوم ہو جاتا ہے کہ کیا قافیہ ہے و نیز معنی مانند و مثل لیکن یہی رکن عروض کے مشابہ ہے۔ عجز بمعنی پس ہر چیز و سُرین صدر بمعنی اول و بلندی۔ ۱۲

[3] کیونکہ اس میں سے جزو کم کیا ہے۔ ۱۲

فصل دوم

انفکاک بحور میں واضح ہو کہ بسبب حاصل ہونے ارکان عشرۂ مذکورہ کے ہمدگر سے باعتبار تقدیم و تاخیر اسباب و اوتاد و فواصل کے بعض بحور بھی بعض بحور سے حاصل ہو سکتے ہیں مثلاً رکن مفاعیلن کو اگر عکس کرو تو مستفعلن ہوتا ہے اور اگر وتد کو درمیان دو سبب کے لاؤ تو فاعلاتن ہوتا ہے اور واسطے انفکاک بحور کے خلیل نے پانچ دائرہ ایجاد کئے ہیں اوّل دائرہ مختلفہ[1] بحر طویل و مدید و بسیط اُس سے استخراج ہیں یعنی اگر فعو سے شروع کریں طویل حاصل ہوتی ہے اگر لن سے شروع کریں تو لن مفاعی لن فعو بروزن فاعلاتن فاعلن بحر مدید حاصل ہوتی ہے اگر عیلن سے آغاز کرو تو عیلن فعولن فعولن مفا بروزن مستفعلن فاعلن بحر بسیط ہے دوم دائرہ موتلفہ بحر کامل و وافر اس سے مستخرج ہیں اگر متفا سے شروع کریں کامل اگر علن سے شروع کریں

---

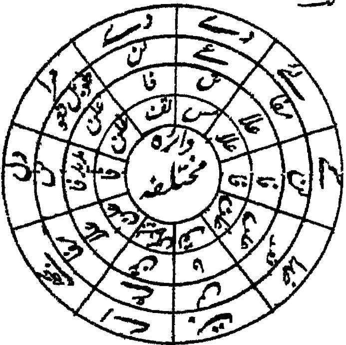
[1] وجہ تسمیہ دائرہ مختلفہ کیونکہ اس میں ارکان مختلف یعنی رباعی و خماسی ہیں موتلفہ بسبب الفا ارکان کہ ہر دو بحر مستخرجہ کے ارکان سباعی ہیں اور مرکب ہیں وتد مجموع اور فاصلہ صغریٰ سے مجتلبہ بلام مفتوح مشتق از جلب بمعنی کشیدن ارکان اس کے دائرہ مختلفہ سے کھینچے ہیں۔ مشتبہ بسبب اشتباہ مستفعلن و فاعلاتن متصل اور منفصل کے اور اس دائرے کا نام وتد بھی کہتے ہیں کیونکہ وتد مفروق سوائے اس دائرے کے اور کسی میں نہیں آیا۔ متفقہ ہر دو بحور کے ارکان خماسی اور مرکب وتد مجموع اور بہ سبب خفیف سے ہیں منتزعہ از انتزاع یعنی نکالا ہوا عروضیان عجم کا دو دائرہ سابقہ سے۔ ۱۲

بحر وافر حاصل ہوتی ہے۔ سوم دائرہ مجتلبہ بحر ہزج رمل رجز اس سے حاصل ہوتی ہے اگر مفا سے شروع کریں ہزج اگر عیلن سے تو رجز اگر لن سے تو بحر رمل حاصل ہوگی چہارم دائرہ مشتبہ بحر سریع اور منسرح و خفیف و مضارع و مجتث و مقتضب اسی دائرہ سے مستخرج ہیں بشرطیکہ منسرح وغیرہ مثمن کو بھی مسدس اعتبار کریں پس اگر مستفعلن اول سے شروع کریں بحر سریع اگر دوم سے تو منسرح مسدس اگر تفعلن دوم سے بحر خفیف اگر علن دوم سے تو مضارع مسدس اگر مفعولات سے تو مقتضب مسدس اگر عولات سے شروع کریں بحر مجتث مسدس حاصل ہوتی ہے اور اس دائرہ سے ظاہر ہے کہ مس تفع لن بحر خفیف و مجتث میں اور فاع لاتن بحر مضارع میں منفصل ہے کیونکہ تفع اور فاع الفکاک میں مقابل لات کے واقع ہیں اور بحر جدید قریب مشاکل بھی اسی دائرے سے ہیں اگر تفعلن اول سے شروع کیجئے جدید اگر علن اول سے تو قریب اگر لات سے تو بحر مشاکل ہوتی ہے۔ پنجم دائرہ منفردہ کہ اُس سے صرف بحر متقارب حاصل ہوتی ہے اور اخفش نے متدارک اُسی دائرے سے استخراج کرکے نام دائرہ کا متفقہ رکھا واضح ہو کہ بعض اہل عروض نے دائرہ مشتبہ کو بصورت دیگر لکھا ہے اور اُس سے صرف چار بحر مثمن الاصل ہی نکالی ہیں مگر مزاحف اور ایک دائرہ جدید مسمی بہ منتزع ایجاد کرکے اس سے بحر سریع و خفیف اور تین بحور مجددہ یعنی قریب و جدید و مشاکل کو کہ سب مسدس ہیں استخراج کیا ہے مگر مزاحف سب دائروں کی

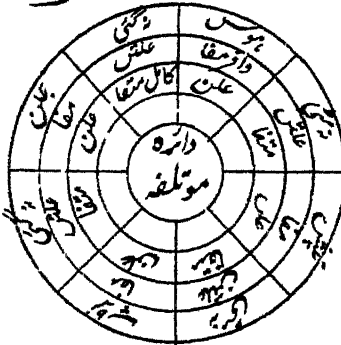
شکل ذیل میں درج ہے اور خاکسار نے انفکاک دوائر سمجھنے کے لئے سات مصرع مندرجہ ذیل موزوں کر کے دوائر پر لکھدیے ہیں۔

مرا دل مجھے اے بت خدا کے لئے دیدے ۔ ہوس نہ گئی جلن نہ گئی تڑپ مٹی نہ تپش بیٹھی
مرادہ یار سنگیں دل ستمگر آفت جاں بت ۔ رہزنے صنم دیدے بوسہ دیدے صنم
مرا دلربا مجھ سے ناحق خفا ہے ۔ تجھے خدا کی قسم تو مجھکو دیدے مرا دل
نہ ہوا اب تو تجھسے دل ہی مرا خوش

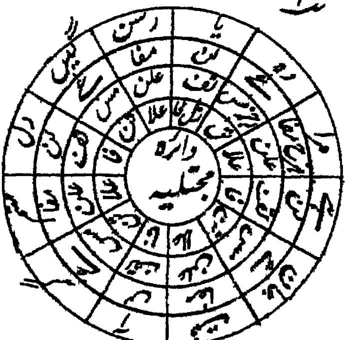
۱



۲

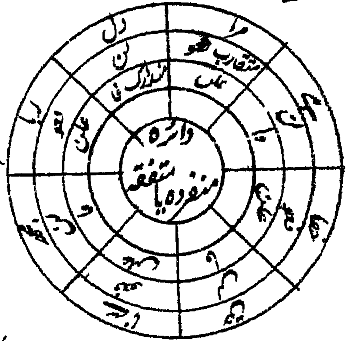


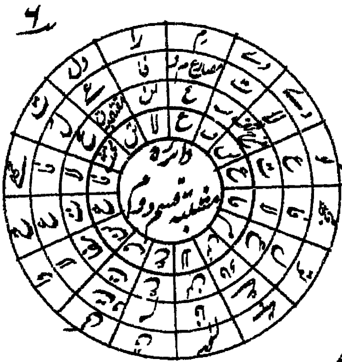
۳

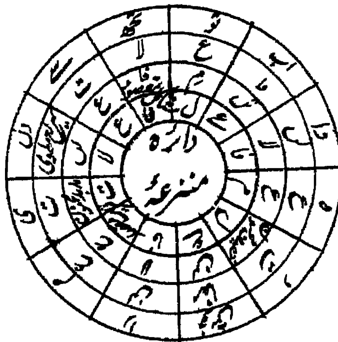


۴









فصل سوم

زحافات و علل کے بیان میں واضح ہو کہ اکثر ارکان میں تغیر واقع ہوتی ہے۔ وہ تغیرات تین قسم ہیں اوّل کم کرنے کسی حرف سے دوم افزائش سے سوم تسکین

سلہ زحاف بالکسر جمع زحف اصل سے دور پڑنے کو کہتے ہیں جیسے سہم زاحف اُس تیر کو کہتے ہیں جو نشانہ سے دور پڑے۔

متحرک سے بقول بعض زحاف ساکن یا حذف کرنے حرف آخر سبب
کو کہتے ہیں اور دیگر تغیرات کو علل اور بعض سبب تغیرات[1] کو زحاف
قسم اول زحاف منفرده اضمار[2] عبارت ہے اسکان تائے متفاعلن سے
اور چونکہ اہل عروض رکن مزاحف غیر مانوس کو لفظ مانوس متفق الوزن کے
ساتھ حتی المقدور بدل لیتے ہیں جو حتی الامکان بے معنی نہ ہو اس لیے
متفاعلن مضمر کو مستفعلن سے بدل لیتے ہیں اور اضمار مخصوص بحر کامل ہے
عصب[3] اسکان لام مفاعلتن کو کہتے ہیں اور اُس کو مفاعیلن سے نقل
کرتے ہیں اور عصب مخصوص وافر ہے خبن[4] عبارت ہے اسقاط ساکن
سبب خفیف سے کہ اول رکن کے واقع ہو پس فاعلن مخبون فعلن بکسر
عین اور فاعلاتن متصل[5] فعلاتن اور مستفعلن متصل یا منفصل متفعلن منقول
بہ مفاعلن اور مفعولات معولات منقول بہ فعولات یا مفاعیل ہوتا ہے اور
بحر رمل و رجز و مدید و بسیط و متدارک و سریع و خفیف و منسرح و مجتث
و مقتضب میں آتا ہے اور جس بحر میں یہ پانچ رکن نہ ہوں وہ مخبون

---

[1] لفظ جمع بمعنی مضر و مستعمل از قبیل مجاز۔ [2] اضمار دبلا کر دینا گھوڑے کا۔ [3] عصب فراہم کرنا شاخہائے درخت کا کاٹنے کے لئے اور خشک ہونا تھوک کا منھ میں۔ ۱۲

[4] خبن چھپانا اور لپیٹ دینا یا سی دینا دامن کا۔ [5] فاعلاتن منفصل میں خبن نہیں آتا کیونکہ اُس کے اول میں وتد مفروق ہے۔

فائده جس میں اضمار واقع ہوں اس رکن کو مضمر کہتے ہیں علی ہذا القیاس معصوب مخبون مطوی مکفوف مقبوض مجبول مجزول معقوص معقول مشکول منقول مشعث مذال مسبغ مرفل مجزوم محذوف مقطوف مقصور مقطوع اقعد اسلم موقوف ابتر اجرم اثلم اثرم اشتر اخرب اعضب اقصم اجم اعقص مرفوع مجبوب اہتم ازل مخلع مجحوف اہتم ازل مخلع مجحوف مربوع مجذوع منحور مکشوف۔

نہ ہوگی طی[۱] عبارت ہے اسقاط ساکن چہارم دو سبب خفیف سے کہ اول رکن میں واقع ہوں پس مستفعلن مستعلن منقول بہ مفتعلن اور مفعولات مفعلات منقول بہ فاعلات بضم التا ہوتا ہے اور طی بحر بسیط اور رجز اور سریع اور منسرح اور مقتضب میں[۲] آتا ہے اور بشرط اضمار بحر کامل میں بھی آتا ہے کف[۳] عبارت ہے اسقاط ساکن ہفتم سے جو سبب میں واقع ہو پس مفاعیلن مفاعیل بضم لام اور فاعلاتن متصل یا منفصل فاعلات بضم التا اور مستفع لن منفصل مس تفعل بضم لام ہوتا ہے اور یہ زحاف بحر طویل اور مدید اور ہزج اور رمل اور خفیف اور مجتث اور مضارع میں واقع ہوتا ہے قبض[۴] عبارت ہے اسقاط ساکن پنجم سے جو سبب میں واقع ہو پس مفاعیلن مفاعلن و فعولن فعول بضم لام ہوتا ہے اور یہ زحاف بحر طویل و ہزج و متقارب و مضارع میں واقع ہوتا ہے قسم دوم زحاف مزوجہ یعنی جو دو زحاف سے مرکب ہیں خبل[۵] اجتماع خبن اور طی کو کہتے ہیں پس مستفعلن متعلن منقول بہ فعلتن اور مفعولات معلات منقول بہ فعلات ہو جاتا ہے اور بحر منسرح وغیرہ میں واقع ہوتا ہے خزل[۶] اجتماع اضمار و طی کا ہے پس متفاعلن متفعلن رہ جاتا ہے منقول بہ مفتعلن آتا ہے اور یہ مخصوص اسی رکن اور بحر کامل سے ہے وقص[۷] عبارت ہے اجتماع اضمار و خبن سے رکن متفاعلن ہو جاتا ہے اور مخصوص بحر کامل[۸] ہے عقل[۹]

---

[۱] طی لپیٹنا [۲] اور بحر خفیف اور مجتث میں نہیں آتا کیونکہ اس میں مستفع لن منفصل ہے اور اس میں حرف ساکن چہارم وتد میں واقع ہے نہ سبب خفیف میں [۳] کف باز رکھنا [۴] قبض پکڑ لینا پیچھے سے [۵] خبل پاؤں کاٹنا [۶] خزل کٹ جانا [۷] وقص گردن توڑنا [۸] اگر مفاعلن کسی اور بحر میں آئے تو مستفعلن مخبون ہوگا اور اگر بحر وافر میں ہو تو متفاعلتن معقول ہوگا [۹] عقل اونٹ کے بازو اساق باندھنا۔ ۱۲

مراد اجتماع عصب[۱] اور قبض سے ہے پس مفاعلتن منقول بہ مفاعلن ہو جاتا ہے اور مخصوص بحر وافر ہے شکل مراد اجتماع خبن اور کف سے ہے پس فاعلات فعِلاتُ بکسر عین وضم تا اور مستفعلن متفعل بضم لام منقول بہ مفاعل بضم لام ہو جاتا ہے اور یہ بحر خفیف و مدید و رمل و مقتضب او مجتث میں واقع ہوتا ہے۔ نقص[۲] عبارت باجتماع عصب و کف سے ہی پس مفاعلتن مفاعیل ہو جاتا ہے اور مخصوص بحر وافر ہے اور صاحب حدائق البلاغت نے نقص کی تعریف وہ لکھی ہے جو خزل کی لکھی گئی اور داخل زحاف ہے تشعیث[۳] اور وہ عبارت اسقاط ایک متحرک وتد مجموع فاعلاتن سے ہے بقول بعض عین ساقط ہوتا ہے اور بقول بعض لام اور بقول بعض ساکن وتد مجموع یعنی الف کو ساقط کر کے ماقبل کو ساکن کر دیتے ہیں اور بقول بعض بعد خبن کے عین کو ساکن کر دیں چاروں صورت[۴] میں منقول مفعولن سے ہوتا ہے اور یہ مدید اور خفیف اور رمل اور مجتث میں آتا ہے مضارع میں نہیں آتا کیونکہ اُس میں وتد مجموع نہیں ہے وتد مفروق ہے اور اکثر آخر مصرع میں آتا ہے معاقبہ[۵] دو سبب خفیف کہ کسی شعر میں مجتمع ہوں اُنکا زحاف سے سلامت رکھنا بطور جواز یا ایک سلامت رکھنا بطور وجوب اور یہ اجتماع دو سبب کا خواہ از روئے

---

[۱] چارپائے کے پاؤں رسی سے باندھنا [۲] نقص کم کرنا۔ [۳] تشعیث پراگندہ کرنا۔
[۴] صورت اول مذہب اخفش ہے صورت دوم مذہب خلیل ابن احمد صورت سوم مذہب قطرب صورت چہارم مذہب زجاج ہے [۵] معاقبہ ایک دوسرے کے پیچھے سے آنا۔

وضع رکن کے ہو جیسے مستفعلن ومفاعیلن میں خواہ زحاف سے جیسے مستفعلن کہ متفاعلن سے بعمل اضمار حاصل ہوتا ہے اور مفاعلتن عصب سے مفاعیلن ہو جاتا ہے خواہ دو ارکان کے اتصال سے مثلاً بحر رمل میں فاعلاتن فاعلاتن پس یا ہر دو سبب متصلہ کو سالم رکھو یا نون سبب اول کو کف سے ساقط کر کے فاعلات فاعلاتن کہو یا الف سبب ثانی کو خبن سے دور کر کے فاعلاتن فعلاتن پڑھو اور نہیں جائز ہے کہ نون والف دونوں معاً دور کر کے فاعلات فعلاتن پڑھو کیونکہ اس صورت میں تفعلہ فاصلہ کبرے کہ اہل عروض ثقیل سمجھتے ہیں پیدا ہو جائیگا اور معاقبہ[1] مدید ومنسرح ورمل ووافر وہزج وخفیف وطویل وکامل ومجتث میں واقع ہوتا ہے اور کامل ووافر میں بشرطیکہ مضمر ومعصوب ہو واقع ہوگا مراقبہ[2] معاً حذف نہ کرنا دو سبب خفیف کا مفاعیلن ومفعولات ومستفعلن سے مشاکل وقریب وجدید میں مراقبہ لازم ہے سریع ومنسرح میں اکثر واقع ہوتا ہے اور خفیف میں جائز ہے۔ مکانفہ[3] بحر سریع ومنسرح وبسیط ورجز میں تین حالت جائز رکھنا یعنی ان بحور میں جائز ہے کہ دونوں سبب خفیف کو معاً سلامت رکھیں یا معاً حذف کر دیں یا ایک کو سلامت رکھیں ایک کو ساقط کر دیں۔

---

[1] معاقبہ جب شروع رکن سے حرف حذف ہوتا ہے اُس رکن کو صدر کہتے ہیں جیسے فعلاتن اگر آخر سے حذف ہو اُس کو عجز جیسے فاعلات اگر ہر دو جانب سے ہو تو طرفین کہتے ہیں جیسے فعلات تسکل سے ہو اگر رکن بالکل سالم رہے اُسکو بری کہتے ہیں جیسے فاعلاتن۔ [2] مراقبہ ایک دوسرے کی نگہبانی کرنا۔ [3] مکانفہ ایک دوسرے کو پکڑ لینا۔

قسم سوم علل کے بیان میں یعنی تغیرات سوائے زحاف وہ تین قسم ہیں اول وہ کہ آخر رکن میں زیادہ کریں تین ہیں اذالہ[1] وہ ہے کہ الف وتد مجموع میں کہ آخر رکن کے ہو قبل از ساکن زیادہ کریں پس متفاعلتن متفاعلان اور فاعلن فاعلان اور مستفعلن مستفعلان ہوتا ہے اور یہ رجز و متدارک و بسیط و کامل و سریع و منسرح و مقتضب میں آتا ہے اور عروض و ضرب میں اکثر واقع ہوتا ہے اور حشو[2] میں شاذ اور صدر و ابتدا میں ممنوع تسبیغ[3] یا اسباغ وہ ہے کہ سبب خفیف میں کہ آخر رکن کے واقع ہو قبل ساکن کے الف لائیں پس مفاعیلن مفاعیلان اور فعولن فعولان اور فاعلاتن متصل یا منفصل فاعلاتان منقول بہ فاعلیتان بہ تشدید یا اور بحر ہزج و رمل و مضارع و خفیف و متقارب و مدید و طویل و مجتث میں ممکن الوقوع ہے اور آخر مصرع میں آتا ہے ترفیل[4] وتد مجموع آخر رکن میں کہ عروض و ضرب میں واقع ہو سبب خفیف زیادہ کرنا پس متفاعلن تن منقول بہ متفاعلاتن اور مستفعلن تن منقول بہ مستفعلاتن اور فاعلن فاعلن تن منقول بہ فاعلاتن ہو جاتا ہے اور یہ فارسی اردو میں نادر الوقوع ہے عربی میں مخصوص بحر کامل ہے اور رجز میں بھی آتا ہے اور جو اول رکن میں زیادہ کریں خرم[5] ایک یا دو یا تین یا چار حرف زیادہ کر دینا اول

---

[1] اذالہ۔ دامن دراز کرنا۔ [2] حشو کے معنی ہیں بھرتی یعنی وہ الفاظ جو اصل مطلب میں مخل نہوں۔ [3] تسبیغ تمام کرنا بعض نے تسبیغ بشین معجمہ یعنی مہملہ بھی لکھا ہے [4] ترفیل دامن کھینچنا اور دراز کرنا [5] خرم بفتح جائے معجمہ و سکون زائے معجمہ اونٹ کی ناک میں حلقہ کرنا۔ ۱۲

مصرع میں اور اُس کو تقطیع میں شمار نہیں کرتے اور یہ مخصوص اشعار عرب سے قدمائے فارسی ایک حرف زیادہ سے آتے تھے مگر متاخرین فارسی اور اُردو میں متروک اور جو آخر ارکان سے ساقط ہوتے ہیں نو ہیں حذف[1] عبارت ہے اسقاط سبب خفیف سے آخر رکن سے پس فعولن فعو منقول بہ فعل مفاعیلن مفاعی منقول بہ فعولن فاعلاتن فاعلا منقول بہ فاعلن ہوتا ہے اور حذف رمل و طویل و متقارب و مضارع و مجتث و مدید و ہزج و خفیف میں واقع ہوتا ہے قطف[2] عبارت ہے اجتماع عصب و حذف سے پس مفاعلتن مفاعل منقول بہ فعولن حاصل ہوتا ہے اور مختص بحر وافر ہے قصر[3] عبارت اسقاط ساکن سبب سے کہ آخر رکن کے ہو اور اسکان ماقبل سے ہے پس مفاعیلن مفاعیل بسکون لام اور فاعلاتن متصل یا منفصل فاعلات بسکون آخر یا فاعلان اور فعولن فعول اور مس تفع لن منفصل مستفعل منقول بہ مفعولن ہو جاتا ہے اور بحر طویل و مدید و ہزج و رمل و متقارب و مضارع و خفیف و مجتث میں واقع ہوتا ہے قطع[4] عبارت اسقاط ساکن وتد مجموع سے کہ آخر رکن کے ہو اور اسکان ماقبل سے ہے پس مستفعلن مستفعل منقول بہ مفعولن[5] فاعلن فاعل منقول بہ فعلن بسکون عین متفاعلن متفاعل منقول بہ

---

[1] حذف ڈال دینا۔ [2] قطف انگور وغیرہ کے خوشہ کا ٹنا۔ [3] قصر چھوٹا کرنا۔ [4] قطع کاٹنا۔
[5] مستفعل منقول بہ مفعولن دو طرح حاصل ہوتا ہے ایک مستفعلن متصل میں قطع ہے دوسرے مستفع لن منفصل میں قصر سے اگر بحر مضارع میں مفعولن ہو تو معلوم کرنا چاہیے کہ وہ مقصور ہے نہ مقطوع اسی طرح بحر متدارک میں فعلن بسکون عین فاعلن سے ہوگا باقی میں فاعلاتن سے ہوگا وقس علیٰ ہذا۔

فعلاتن بکسر عین ہوتا ہے اور قطع فاعلاتن متصل میں اس طرح ہوتا ہے
کہ سبب خفیف آخر کو دور کریں اور ساکن وتد مجموع کو بھی دور کر کے
ماقبل کو ساکن کریں پس فاعل منقول بہ فعلن رہتا ہے اور یہ بحر رجز
و کامل و رمل و متدارک و بسیط و مدید و سریع و مقتضب میں آتا ہے
اور خفیف و مجتث میں صرف رکن فاعلاتن میں آتا ہے حذذ[1] عبارت
اسقاط وتد مجموع سے ہے آخر رکن سے پس مستفعلن مستف اور فاعلن فا
اور متفاعلن متفا اول منقول بہ فعلن بسکون عین دوم بہ فع سوم بہ فعلن
بتحریک عین ہوا اور یہ بحر کامل و رجز و بسیط و متدارک میں اکثر آتا ہے
باقی بحور میں جن میں مستفعل متصل واقع ہو شاذ صلم[2] عبارت اسقاط وتد مفروق
سے ہے رکن مفعولات سے پس مفعو منقول بہ فعلن بسکون عین رہا وقف[3]
عبارت ہے اسکان تائے مفعولات سے اور نقل بہ مفعولان سے کسف[4]
عبارت ہے اجتماع وقف و کف سے مفعولات میں پس مفعولا منقول بہ
مفعولن ہوا اور صلم وہ وقف و کسف تینوں بحر سریع و منسرح و مقتضب
میں آتے ہیں تبر[5] اجتماع حذف و قطع کا ہے یا ثلم و حذف کا فعولن
میں بہر دو صورت فع رہا اور اجتماع قطع اور حذف کا فاعلاتن میں فاعل
منقول بہ فعلن اور اجتماع خرم اور جب کا مفاعیلن میں فا منقول بہ فع
حاصل ہوا اور یہ بحر تقارب و طویل و ہزج و رمل و مضارع و مجتث و

---

[1] حذذ بفتح حائے مہملہ و دو ذال معجمہ چھوٹا ہونا و حذ بجائے مہملہ و تشدید ذال کاٹنا۔ بعض نے جذ بجیم مفتوح و ذال منقوطہ لکھا ہے [2] صلم جڑ سے کان کاٹنا [3] کھڑا ہونا [4] کسف۔ اونٹ کے پاشنہ کاٹنا [5] تبر بفتح اول و سکون فوقانی دم کاٹنا۔ ۱۲

خفیف میں آتا ہے۔ بیان خرم وجب کا آگے آئیگا اور جو اول رکن سے ساقط ہوتے ہیں دس ہیں خرم[1] عبارت ہے اسقاط حرف اول وتد مجموع سے کہ اول رکن میں واقع ہو جیسے مفاعیلن میں فاعیلن منقول بہ مفعولن ہوا اور یہ تغیر جب مفاعیلن میں ہوتی ہے اس کو اخرم ہی کہتے ہیں[2] اور بحر ہزج و مضارع میں واقع ہوتا ہے ورنہ جب اور کسی رکن میں واقع ہوتا ہے تو کسی خاص لقب سے کہا جاتا ہے چنانچہ جب فعولن میں صرف خرم کریں اس کو اثلم کہتے ہیں اور اگر خرم کو قبض کے ساتھ جمع کریں اُسکو اثرم ثلم[3] جیکہ فعولن میں خرم کریں عولن منقول بہ فعلن بسکون عین حاصل ہوتا ہے ثرم[4] عبارت اجتماع قبض و خرم سے ہے فعولن میں پس عول منقول بہ فعلُ بضم لام رہا یہ دونوں تغیر طویل و متقارب میں واقع ہوتے ہیں شتر[5] اجتماع خرم و قبض کا ہے مفاعیلن میں پس فاعلن حاصل ہوا خرب[6] اجتماع خرم و کف کا ہے مفاعیلن میں پس فاعیل منقول بہ مفعولُ بضم لام رہا شتر و خرب دونوں ہزج و مضارع میں واقع ہوتے ہیں عضب[7] مفاعلتن میں خرم کرنا فاعلتن میں منقول بہ مفتعلن ہوا قصم[8] اجتماع خرم اور عصب بصاد مہملہ کا ہے مفاعلتن میں پس فاعلتن منقول بہ

---

[1] خرم بفتح خاء معجمہ و سکون مہملہ چیرنا ناک کی کا [2] جب صدر و قافیہ میں مفاعیلن میں یہ تغیر واقع ہوا اسکو خرم کہتے ہیں باقی احزا مشترہیں تحقیق بمعنی خفتہ کردن گلو اور لانقشبندے شرح فرزجیہ میں تحقیق بجائے مہملہ و یائے موحدہ بمعنی جمع لکھا ہے۔ [3] ثلم سوراخ کرنا [4] ثرم بفتحتین آگے کے دانت توڑنا [5] شتر بفتحتین کٹ جانا دیر جانا پلک کا [6] خرب ویران کرنا اور دونوں کان چیرنا۔ [7] عضب بصاد معجمہ لوٹنا شاخ کو سینگ کا [8] قصم بفتحتین شکستہ دندان - ۱۲ -

مفعولن رہا۔ جمم[1] اجتماع عقل وخرم کا مفاعلتن میں پس فاعلن ہوا عقص[2]
اجتماع خرم ونقص کا ہے مفاعلتن میں پس فاعلتُ منقول بہ مفعولُ بضم
لام رہا غضب وقصم وجمم وعقص مخصوص بحر وافر ہیں رفع[3] اسقاط ایک
سبب کا اس رکن سے جس کے اول دو سبب واقع ہوں چنانچہ مستفعلن
تفعلن منقول بہ فاعلن اور مفعولات عولات منقول بہ مفعول ہوا اور
یہ بحر منسرح ورجز میں آتا ہے۔

قسم چہارم۔ مرکبات جدیدہ میں یعنی جو متاخرین نے بعد خلیل
کے استخراج کئے جب[4] اسقاط دو سبب خفیف کا ہے آخر مفاعیلن سے
پس مفا منقول بہ فعل رہا اور مخصوص ہزج ہے۔ ہتم[5] اجتماع حذف و
قصر کا ہے مفاعیلن میں پس مفاع منقول بہ فعول بسکون لام ہوا زلل[6]
اجتماع خرم وہتم کا ہے مفاعیلن میں فاع رہا۔ یہ تینوں ہزج ومضارع
میں واقع ہوتے ہیں خلع[7] اجتماع خبن وقطع کا ہے پس مستفعلن فعولن
اور فاعلن فعل ہوگیا جحف[8] یہ کہ اول فاعلاتن کو خبن کیا فعلاتن رہا پس
فعلا کہ فاصلۂ صغریٰ ہے دور کیا تن رہا منقول بہ فع ہوا ربع[9] اجتماع خبن
وقطع کا ہے فاعلاتن میں بعد خبن فعلاتن بعد قطع فعل رہا بسکون لام
رمل ومضارع میں آتا ہے جذع[10] اسقاط دونوں سبب خفیف مفعولات

---

[1] جمم بفتحتین بے نیزہ ہونا مرد کا لڑائی میں [2] عقص بسکون قاف زلفوں کے بال پٹینا [3]
رفع اٹھانا۔ [4] جب بجیم مفتوح وتشدید موحدہ خصی کرنا [5] ہتم جڑ سے دانت توڑنا [6] زلل بفتحتین
بے گوشت ہونا ران کا اور نقصان وکمی وکجی ترازو میں۔ [7] خلع اتارنا کپڑے کا [8] جحف بفتح جیم وسکون
حاے مہملہ نقصان کرنا اور بعض نے اس زحاف کا نام کبل لکھا ہے لغوی معنی بند کرنا [9] ربع چار
ہونا [10] جذع ناک کان اور ہاتھ کاٹنا۔ ۱۲

کا اور اسکان تا کا پس لات منقول بہ فاع رہا نحر[۱] مفعولات میں بعد جدع کے دور کر دینا الف کا فاع میں سے فع رہا اور یہ دونوں بحر سریع و منسرح و مقتضب میں آتے ہیں کشف[۲] اجتماع طے و کسف کا مفعولات میں پس مفعلا منقول بہ فاعلن ہوا طمس[۳] عبارت ہے اسقاط عین مع ہر دو سبب خفیف کے فاع لاتن منفصل سے فا منقول بہ فع رہا عرج[۴] عبارت حذف حرکت دوم وتد مجموع سے مستفعلن میں کہ منقول بہ مفعولان ہو جاتا ہے مقطوع مسبغ کہنے کی حاجت نہیں رہتی رجز و بسیط میں آتا ہے سلخ[۵] عبارت ہے اسقاط ہر دو سبب خفیف آخر فاع لاتن منفصل سے اور ساکن کرنا عین متحرک کا کہ فاع رہا تسکین[۶] تین حرف متحرک متوالی میں حرف اوسط کا ساکن کرنا کیونکہ شعرار فارسی و اُردو حرف اوسط کو ساکن کر دیتے ہیں اور فعلن مکسور العین کے بجائے فعلن ساکن العین لاتے ہیں مگر اختلاف وزن وغیرہ کوئی وجہ مانع ہو تو وہاں نہ چاہئے۔

قسم پنجم۔ اس ذکر میں کہ ہر ایک رکن میں کون کون تغیرات واقع ہوتے ہیں اور فروع ہر رکن کے کس قدر رہیں زحاف مفاعیلن کے تیرہ ہیں قبض[۱] کف[۲] خرم[۳] خرب[۴] بتر[۵] شتر[۶] حذف[۷] قصر[۸] ہتم[۹] جب[۱۰] زلل[۱۱] تسبیغ[۱۲] اذالہ[۱۳]۔ اور فروع سترہ ہیں مقبوض مفاعلن مکفوف مفاعیل و بضم لام اخرم[۳]

---

[۱] نحر گلا کاٹنا [۲] کشف برہنہ کرنا [۳] طمس بالفتح محو کرنا [۴] عرج بفتح عین لنگڑا ہونا [۵] سلخ پوست کھینچنا [۶] تسکین ساکن کرنا۔ ۱۲

مفعولن اخرب مفعول و بضم لام ابتر رفع اشتر فاعلن محذوف فعولن مقصور
مفاعیل بسکون لام اہتم فعول بسکون لام مجبوب فعل ازل فاع مسبغ مفاعیلان مقبوض
مذال مفاعلان اخرم مقصور مفعولان بسکون لام اخرم مسبغ مفعولان
اشتر مذال فاعلان محذوف مسبغ فعولان زحاف فاعلاتن گیارہ
ہیں خبن کف شکل قطع حذف قصر تشعیث جحف تسبیغ بتر ربع فروع
سولہ ہیں مجنون فعلاتن بکسر عین مکفوف فاعلات و بضم تا مشکول فعلات
و بکسر عین و بضم تا مجنون محذوف فعلن بکسر عین محذوف فاعلن مقصور
فاعلات یا فاعلان مشعث مفعولن مجحوف فع مسبغ فاعلیان ابتر یا
مقطوع یا مشعث محذوف فعلن بسکون عین مربوع فعل بفتحتین مقصور
مجنون فعلان بکسر عین مقطوع مسبغ یا ابتر مسبغ فلان بسکون عین مجحوف فع مسبغ
فاع مجنون مسبغ فعلیان مشعث مسبغ مفعولان زحاف مستفعلن گیارہ
ہیں خبن طے خبل قطع خلع خذذ اذالہ رفع ترفیل قصر عرج فروع
اٹھارہ مجنون مفاعلن مطوی مفتعلن مجنون فعلتن مقطوع مفعولن مخلع
فعولن مخذوذ فعلن بسکون عین مذال مستفعلان مرفوع فاعلن مخل مستفعلاتن
مجنون مذال مفاعلان مطوی مذال مفتعلان مرفوع مذال فاعلان
مخذوذ محذوف فع مخبول مذال فعلتان مجنون مرفل مفاعلاتن مطوی
مرفل مفتعلاتن اخذ مقصور فاع اعرج مفعولان زحاف مفعولات
دس ہیں خبن طے وقف کسف صلم رفع خبل جدع نحر کشف بشین
معجمہ اور فروع سولہ ہیں مجنون مفاعیل بضم لام مطوی فاعلات و

بضم التا موقوف مفعولان مکسوف مفعولن اصلم فعلن بسکون عین مرفوع
مفعول بضم لام مخبول فعلات بضم تا مجدوع فاع منحور فع مجبون موقوف مفاعیل
بسکون لام مطوی موقوف فاعلات بسکون تا مکشوف بشین معجمہ فاعلن
مخبول موقوف فعلات بسکون تا مخبول مکسوف فعلن بکسر عین مخبون مکشوف
فعولن مکشوف مذال فاعلان زحاف مفاعلتن آٹھ ہیں عصب عضب
عقل قطف قصم جمم عقص نقص فروع آٹھ ہیں معصوب مفاعیلن اعضب
مفتعلن معقول مفاعلن مقطوف فعولن اقصم فعولن اجم فاعلن اعقص مفعول
منقوص مفاعیل زحاف متفاعلن سات ہیں اضمار وقص قطع جزل
حذذ اذالہ ترفیل فروع سترہ ہیں مضمر مستفعلن موقوص مفاعلن مقطوع
فعلاتن مجزول مفتعلن احذ فعلن بکسر عین مذال متفاعلان مرفل متفاعلاتن احذ مضمر فعلن
بسکون عین مقطوع مضمر مفعولن احذ مذال فعلان بکسر عین احذ مضمر مذال
فعلان بسکون عین مخزول مذال مفتعلان مضمر مذال مستفعلان مضمر مرفل
مستفعلاتن موقوص مذال مفاعلان موقوص مرفل مفاعلاتن مخزول مرفل
مفتعلاتن زحاف مفعولن کے سات ہیں قبض قصر حذف ثلم ثرم بتر تسبیغ
فروع آٹھ ہیں مقبوض فعول بضم لام مقصور فعول بسکون لام محذوف فعل
بسکون لام اثلم فعلن اثرم فعل بضم لام ابتر فع مسبغ فعولان اثلم مسبغ فعلان
بسکون عین زحاف فاعلن کے چھ ہیں قطع خبن خلع حذذ ترفیل اذالہ
فروع آٹھ ہیں مقطوع فعلن بسکون عین مخبون فعلن بکسر عین مخلع فعل بفتح
عین وسکون لام محذوذ فع مرفل فاعلاتن مذال فاعلان مخبون مذال

فعلاتن مقطوع مذال فیلاتن زحاف فاع لاتن منفصل کے چھہ ہیں
کف قصر حذف تسبیغ سلخ طمس فروع بھی چھہ ہیں مکفوف فاعلات بضم التاء
مقصور فاعلات ساکن التاء آخر محذوف فاعلن مسبغ فاع التان مسلوخ فاع
مطموس فع زحاف مس تفع لن منفصل کے تین ہیں خبن قصر خبل فروع
چار ہیں مخبون مفاعلن مقصور متفعول مشکول مفاعل بضم لام مخبون مقصور فعولن

فصل چہارم

تقطیع کے بیان میں تقطیع اصطلاح میں وہ ہے کہ اجزائے شعر کو اجزائے
ارکان اُس بحر کے ساتھ اس طرح مقابل قطع کرنا متحرک مقابل متحرک
کے اور ساکن مقابل ساکن کے واقع ہو اور اتفاق نوعیت حرکت کا ضرور
نہیں یعنی اگر مقابل فتح کے کسرہ یا ضمہ ہو تو مضائقہ نہیں علیٰ ہذا القیاس
مثلاً مرے دلبر اور سخن کہنا دونوں بروزن مفاعیلن اور تقطیع میں حروف
ملفوظی معتبر ہے غیر ملفوظ شمار میں نہیں آتے پس جو حرف کہ تلفظ میں آتے
ہیں اور کتابت میں نہیں وہ یہ ہیں **اول** الف ممدودہ کہ بجائے دو
الف کے گنا جاتا ہے جیسے آیا ہے بروزن مفعولن اور سوائے الف
اور الفاظ زبان عربی کے بھی درحالت اشباع حرکت بجائے حرف شمار
کئے جاتے ہیں جیسے الف رحمٰن اور اللہ اور سمٰوٰت اور طٰہٰ اور ہٰذا و ذٰلک
کا اور واو و یا الفاظ لہٗ بہٖ میں **دوم** تنوین جیسے ایضاً و علم بروزن فعلن

ف۱ خواہ اجزا مستقل خواہ غیر مستقل۔ ۱۲

سوم حرف مشدد بجائے دو حرف شمار کیا جاتا ہے جیسے فرُّخ بروزن فعلن
چہارم ہمزہ بھی ایک حرف گنا جاتا ہے جیسے جاؤ بروزن فعلن پنجم
یائے اشباع کسرہ جیسے اضافت شین آتش کی اس مصرع میں۔ ع

ہر قدم پر جائے گرد اک آتشِ محشر اٹھا

اور جو کتابت میں ہیں اور تلفظ میں نہیں آتے اوّل الف وصل بعض
الفاظ مثل اِس اُس اَب اک وغیرہ کا جبکہ ملفوظ نہ ہوگا تقطیع میں بھی شمار
نہ ہوگا جیسے الف لفظ اک کا اس مصرع میں۔ ع (آتشؔ)

ہر قدم پر جائے گرد اک آتشِ محشر اُٹھا

کبھی الف آخر لفظ کا بھی ملفوظ نہیں ہوتا جیسے۔ ع

رہا دل غم سے بے قرار سدا

اور الفاظ عربی میں الف اکثر نہیں پڑھا جاتا جیسے ایہا النّاس اور انا الحق
اور ابا الحسن اور عبدالمجید وغیرہ دوم یا بعض الفاظ کی بھی تلفظ میں نہیں
آتی جیسے ع مجھے اب طاقت گفتار نہیں

اور بعض الفاظ عربی میں مثل فی الجملہ اور غازی الدین اور ابی الفضل
اور اولی الالباب اور ذوی الروح وغیرہ اور یا تلفظ میں کی جیسے۔ ع

میں جاں بلب ہوں گلا کاٹو یا گلے سے لگو

سوم واؤ بھی بعض مواقع میں تلفظ میں نہیں آتا جیسے واو جو کو تو وغیرہ کا کہ
بعد الفاظ یک حرفی کے حرفِ اظہار حرکت کے واسطے بڑھایا گیا ہے۔ ع

یہ شرکت تو بندی کو بھاتی نہیں

اور واؤ معدولہ جیسے خود اور خویش اور اُس کا کہ تقطیع میں، خدا و خویش
اور اُس گن جائیگا اور الفاظ عربی میں جیسے ابوالحسن، اور بوالہوس اور اولوالعلم
اور دو عطف کا جیسے واؤ اول وسوم اس مصرع میں ؎

دل و جان و قرار و ہوش نہیں

اور واؤ رسم الخط کا جیسے عمرو میں۔ چہارم حرف مخلوط التلفظ جیسے کیا۔
گھر کچھ مجھ تجھ۔ ہمنا کہ تقطیع میں کا گہر۔ کچ۔ مج۔ تج۔ رمہ ہمنا گنا جاتا ہے۔ ی
ہ۔ ن۔ خارج از تقطیع ہیں پنجم ہائے مختفی آخر بعض الفاظ کے بھی کبھی
شمار میں نہیں آتی جیسے خندہ و گریہ و کوچہ۔ شعر (نسیم)

اب خامہ سے واشگاف یوں ہے دل ملنے کی راہ صاف یوں ہے

آخر مصرع میں واقع ہو تو بجائے حرف شمار میں آتی ہے۔ شعر (ولہ)

مانگا کاغذ دوات خامہ لکھا گلچیں کے نام نامہ

اور با حالت اضافت میں ہمزۂ ملینہ سے بدل جاتی ہے تب حرف
کے شمار میں آتی ہے اور درحالت اشباع اضافت دو حرف کے
شمار میں آتی ہے جیسے۔ ع نالۂ دل عرش پر پہنچا مرا

ع نالۂ دل عرش پر پہونچا مرا

ششم نون غنہ بعد حرف علت جیسے کہاں کہیں کہوں یوں دوں جہاں
زمین وغیرہ میں البتہ اگر آخر مصرع میں ہوگا بجائے حرف ساکن گنا جائیگا۔
رفعت کبھی کسی کی گوارا یہاں نہیں (ناسخ) جس سرزمیں کے ہم ہیں وہاں آسمان نہیں[۱]

---

[۱] بروزن مفعول فاعلات مفاعیل فاعلان لیکن فاعلن بھی درست ہے بسبب ملفوظ نہ ہونے نون کے۔

قاعدۂ دیگر جب کوئی دو حرف ساکن سوائے نون غنہ بعد حرف علت کے وسط مصرع میں واقع ہوں تقطیع میں ساکن دوم متحرک کیا جاتا[1] ہے مگر آخر مصرع میں دونوں بحال رہتے ہیں۔ شعر (غالب)

خون ہے دل خاک میں احوال بتاں پر یعنی ۔۔۔ اُن کے ناخن ہوئے محتاج حنا میرے بعد

حرف کاف لفظ خاک کا متحرک ہوگا اور دال لفظ بعد کا بحال رہیگا اور اگر تین ساکن جمع ہوں پس اگر وسط مصرع میں ہیں تو اول کو بحال دوسرے کو متحرک تیسرے کو ساقط کرتے[2] ہیں اور اگر آخر مصرع میں تو ایک کو ساقط باقی کو بحال ع دوست[3] وہ جو دوست کی خاطر جلائے دل

ع غالب ۔۔۔ آمد خط سے ہوا ہے سرد جو بازار دوست

دود شمع کشتہ تھا شاید خط رخسار[4] دوست

الفاظ جو اوپر لکھے گئے بطور نمونے کے تھے اسی طرح جاننا چاہیئے کہ حروف ملفوظ معتبر اور غیر ملفوظ ساقط ہوتے ہیں اب ایک شعر کی تقطیع بطور مثال لکھی جاتی ہے۔ شعر (میر حسن)

کروں پہلے توحید یزداں رقم ۔۔۔ جھکا جس کے سجدے کو اول قلم

بروزن فعولن فعولن فعولن فعل ہے اس طرح کرد یہ فعولن لتوحی فعولن دیزدا فعولن رقم فعل جھکا جس فعولن کسجدے فعولن کٹ اول فعولن قلم فعل اور یاد رہے کہ تقطیع میں جاننا بحور اور ارکان کا ضرور ہے تاکہ

---

[1] کیونکہ اور اس شعر میں دو ساکن درمیان مصرع میں جمع نہیں ہو سکتے۔ [2] کیونکہ تین ساکن کا اجتماع وزن شعر میں ممتنع ہے [3] دوست کی (ت) تقطیع میں ساقط ہوگی اور سین متحرک ہوگا۔ [4] سین بحال رہیگا تے ساقط ہوگی ۔ ۱۲

تقطیع حقیقی اور غیر حقیقی میں تمیز ہو مثلاً ع

نہ ہو اُس سے مایوس امید وار

کہ بحر تقارب میں بروزن فعولن فعولن فعولن فعول ہے وزن غیر حقیقی میں بھی یوں تقطیع ہو سکتا ہے نہ ہو اُس فعولن سے مایوس مفاعیل اُمیدوار مستفعلان اور جب ایک بحر دوسری بحر کے ساتھ مشتبہ ہو تو جس سے بے تکلف حاصل ہو اُس بحر سے سمجھنا چاہئے شعر (طالب)

روانہ مرے گھر سے جب صنم ہوا ستم ہوا ستم ہوا ستم ہوا

کہ تقطیع اس کی چھ مفاعلن سے ہے اگر مفاعلن کو منقول مستفعلن مخبون کا سمجھیں بحر رجز مسدس مخبون ہوگی۔ اور اگر مفاعیلن مقبوض اعتبار کریں بحر ہزج مسدس مقبوض ہوگی لیکن مفاعلن مستفعلن سے بعد نقل حاصل ہوتا ہے اور مفاعیلن مقبوض سے بدون نقل لہذا اسکو بحر ہزج سے سمجھنا بہتر ہے

فصل پنجم

مثال بحور اور اوزان مستعملہ شعرائے اردو میں واضح ہو کہ بحور دائرہ مختلفہ یعنی طویل و مدید و بسیط و بحور دائرہ موتلفہ یعنی وافر و کامل مستعمل شعرائے عجم نہیں اور شاذ قابل اعتبار نہیں اور دائرہ مشتبہ میں سے مقتضب کم مستعمل ہے۔

لہ یا بروزن مفاعیل مستفعلن فاعلان کہ سوائے ایک وزن کے بحر کامل میں متاخرین میں سے پہلے مولوی جامی نے شعر کہا ہے تب سے مستعمل ہے مگر صرف سالم سے یعنی فارسی و ترکی و اردو

بحر ہزج | مثمن سالم مفاعیلن آٹھ بار۔ شعر (ناسخ)

وابستہ ہے مشرق آفتاب داغ ہجراں کا　　طلوع صبح محشر چاک ہی میرے گریباں کا

اس وزن میں اگر کوئی رکن سالم اور کوئی مسبغ لائیں تو جائز ہے۔ شعر (لطف)

دکھادیں بے ستونِ چرخ کا عالم تجھے فرہاد　　جو ملجائے ہمیں بھی کار فرما کوئی شیریں سا

مثمن مقبوض مفاعلن آٹھ بار۔ شعر (بہادر سنگھ کام بدایونی)

یہ تھوڑی تھوڑی مے نہ دے کلائی موڑ موڑ کر　　بھلا ہو تیرا ساقیا پلادے خم نچوڑ کر

مثمن اخرب مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن۔ شعر (امانت)

بھولا ہوں جہاں کو میں سرشار اسے کہتے ہیں　　مستی سے نہیں غافل ہشیار اسے کہتے ہیں

مثمن اخرب مکفوف مقصور الآخر یا محذوف الآخر مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیل سیا فعولن اجتماع دونوں وزن کا ایک شعر میں جائز ہے۔ شعر (ذوق)

ہے بادہ کشوں کے لئے اک غیب سے تائید　　زاہد جو دعا مانگتا باراں کے لئے ہے

اس وزن میں اگر صدر یا ابتدا اخرم اور اس کے بعد اخرب یعنی مفعولن مفعول لاویں تو جائز ہے۔ شعر (ظفر)

مستغنی تو کونین سے رکھ اپنے ظفر کو　　محتاج نہ کر حیدر کرار کسی کا

مثمن مقصور محذوف مفاعیل مفاعیل مقاعیل فعولن۔ شعر (المولفہ)

اگر دل ہے ترا صاف تو کیوں مجھسے خفا ہے　　مجھے صاف یہ بتلادے کہ کیا میری خطا ہے

اس وزن میں اگر سب مفاعیل آویں جائز ہے اور اگر بجائے مقصور کے مکفوف یعنی مفاعیلُ بضم لام آئے جائز ہے جیسے مثال مذکور میں باقی اوزان

---

[1] صدر ابتدا اخرب ہے عروض و ضرب سالم حشو میں ایک رکن اخرب ایک سالم۔ ۱۲

ہزج مثمن کے رباعی کی بحث میں درج ہیں۔ مسدس مقصور العروض والضرب یا محذوف الاخیرین یعنی مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل یا فعولن اجتماع اِن دونوں کا ایک شعر میں جائز ہے۔ شعر (راحت)

شب فرقت میں بیتابی سے ہردم جلا کرتا ہوں مثلِ شمع کافور

مسدس مقصور محذوف مفاعیل مفاعیل فعولن۔ شعر (ہوشیار)

ہوا رشکِ شکر کا ہے ترا لب کرے کار مسیحا ہے ترا لب

اگر سب مفاعیل آویں تو جائز ہے مسدس اخرب مقبوض محذوف الآخر یا مقصور الآخر و مسدس اخرم اشتر محذوف یا مقصور الآخر یعنی مفعول مفاعلن فعولن۔ یا مفاعیل و مفعولن فاعلن فعولن۔ یا مفاعیل اجتماع ان چاروں کا جائز ہے۔ شعر (نسیم)

انساں کا سرود رقص کیا ہے پریوں کا ناچ دیکھنا ہے

خالق نے دئے تھے چار فرزند (دلہ) دانا عاقل ذکی خردمند

مصرع اول و دوم و سوم و چہارم وزن اول و دوم و سوم و چہارم پر ہے

بحر رجز مثمن سالم مستفعلن آٹھ بار۔ شعر (ناسخ)

زنداں میں بھی کوچہ ترا اے یار آتا ہی نظر بلبل قفس میں ہے وے گلزار آتا ہی نظر[1]

مثمن مطوی مخبون مفتعلن مفاعلن چار بار۔ شعر (جرأت)

پھرتا ہوں تجھ بغیر میں ہو کے دوانہ ہو بہو شہر بشہر دہ بدہ خانہ بخانہ کو بکو

بحر رمل مثمن سالم۔ فاعلاتن آٹھ بار۔ شعر (ظفر)

---

[1] بعض شعرائے فارسی نے اس کو مضاعف مستعمل کیا ہے یعنی ۱۶۔ رکن کا شعر مگر اردو میں مستعمل نہیں۔

ہم ظفر ہیں اُسیپہ مفتوں خوار ورسوا ناروں محزوں   وہ یہ مانے یا نہ مانے وہ یہ جانے یا نہ جانے

مثمن مخبون فعلاتن آٹھ بار۔ شعر (ظفر)

پئے دنیا یوہیں پک یک کے عبث جان کھپائی   نہ دیا منزل عقبی کا مجھے رستہ دکھائی

اس میں اگر صدر وابتدا سالم آوے تو جائز ہے مثمن محذوف یا مقصور

فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن یا فاعلات۔ شعر (منیر)

اس طرح دلکو محبت تجھ سے ہی اے شعلہ رو   جس طرح آتش سے رکھتا ہے سمندر اختلاط

عروض محذوف ضرب مقصور ہے مثمن مشکول فعلات فاعلاتن چار بار شعر (انشاء)

مجھے کیوں نہ آئے ساقی نظر آفتاب اُلٹا   کہ پڑا ہے آج خم میں قدح شراب اُلٹا

مثمن مخبون مقصور یا محذوف یا مسبغ مقطوع یا ابتر یعنی فاعلاتن فعلاتن

فعلاتن فعلات یا فعلن بکسر عین یا فعلان بسکون عین یا فعلن بسکون عین شعر (لا اعلم)

گر اٹھائے مرے مدفن پہ وہ تکبیر کے ہاتھ   چوم لوں اُس بت رعنا کے کفن چیر کے ہاتھ

شہر سے گاہ نکل جاتا ہوں صحرا کی طرف (ذکی)   صورت سیل کبھی جاتا ہوں دریا کی طرف

راہ پر لائیے جسکو وہی رہزن ہو جائے (ولہ)   دوستی کیجیے جس سے وہی دشمن ہو جائے

چین اس دلکو نہ اک آن ترے بن آیا (جرات)   دن گیا رات ہوئی رات گئی دن آیا

اِن چاروں کا اجتماع جائز ہے اور ان میں اگر صدر وابتدا مثل حشو

کے مخبون آجائے تو جائز ہے۔ شعر (امانت)

نہ کسی بحر لطافت پہ کرے چشم کو وا   حلقۂ گیسوئے محبوب ہے گرداب بلا

صدر مخبون ہے مسدس مقصور یا محذوف فاعلاتن فاعلات

یا فاعلن اجتماع جائز ہے۔ شعر (غالب)

پھر ہوا مدحت طرازی کا خیال　　پھر مہ و خورشید کا دفتر کھلا

مسدس مخبون مقصور یا محذوف یعنی فاعلاتن فعلاتن فعلات یا فعلن۔ شعر (غالب)

کچھ تو دے اے فلک نا انصاف　　آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی

اور عروض و ضرب اگر ابتر یا مسبغ مقطوع لائیں صدر و ابتدا بھی اگر مخبون لائیں جائز ہے۔ شعر (ولہ)

قطع کیجے نہ تعلق ہم سے　　کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی

عروض ابتر ہے۔ شعر (ولہ)

غلطی ہائے مضامیں مت پوچھ　　لوگ نالے کو رسا باندھتے ہیں

صدر مخبون اور ضرب مسبغ مقطوع ہے۔

بحر سریع | بحر سریع مطوی موقوف یا مکسوف مفتعلن مفتعلن فاعلات یا فاعلن شعر

ہم نے کیا تجھ پہ دل و جان نثار (غالب)　　تو نہ ہوا ہائے دل و جان سے یار

دیکھیا دم نزع دلا رام کو (ذوق)　　عید ہوئی ذوق وے شام کو

اجتماع جائز ہے اور اگر بجائے ایک یا دونوں مطوی یعنی مفتعلن کے مقطوع یعنی مفعولن آئے جائز ہے۔ شعر (المولفہ)

پوچھ نہ کچھ مجھ سے کہ ہے کیا ہوا　　دل مرا تجھ پر ہے شیدا ہوا

رکن حشو مقطوع ہے اور اگر مصرع دوم یوں ہو۔ ع

دل مرا تجھ پر شیدا ہوا

تو دونوں مقطوع ہیں اور اسی تغیر کو عوام سکتہ کہتے ہیں۔

مطوی مقطوع مجدوع[1] مفتعلن مفعولن فاع۔ شعر (طالب)

ہے سراپا حسن اور ناز	میں ہوں مجسّم سوز و گداز

اس وزن میں بجائے مقطوع یعنی مفعولن کے لانا مکفوف یعنی مستفعل مضموم اللام کا جائز ہے جیسے مصرع ثانی میں اور نیز بجائے مجدوع یعنی فاع کے منحور یعنی فع لانا جائز ہے مخبون مکسوف مستفعلن مستفعلن فعولن۔ شعر (لاا علم)

اے دل نہ جا زلفوں میں اُس صنم کی	ہر چین اُس کی قید ہے ستم کی

بحر منسرح | بحر منسرح مثمن مطوی موقوف مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلات۔ شعر (سودا)

سُننے سمجھنے کو بات حق نے دئے گوش و ہوش

حق بطرف جس کے ہو آج نہ رہیو خموش

اس وزن میں اگر بجائے مفتولات مطوی موقوف یعنی فاعلات کے مکشوف بشین معجمہ یعنی فاعلن واقع ہو تو جائز ہے جیسے مصرع دوم کے حشو میں اور اگر رکن مستفعلن میں بجائے مطوی یعنی مفتعلن کے مقطوع یعنی مفعولن کسی جگہ واقع ہو تو جائز ہے اور بجائے مفتعلن کے مفاعلن آوے تو جائز ہے۔ شعر (لاا علم)

حال دل خستہ آہ میں نے جو اُن سے کہا	تو بولے یہ چپ ہی رہ سننے کی طاقت کہاں

---

[1] یہ بحر سریع مطوی مقطوع مجدوع یعنی مفتعلن مفعولن فاع متقارب مثمن اثرم یعنی فاع فعولن فاع فعول سے ہموزن ہے اور فرق ایک حرکت کا ہے وہ دونوں میں جائز ہے۔ ۱۲

مصرع دوم کا وزن یہ ہے۔ مفاعلن فاعلن مفتعلن فاعلان۔ مثمن مطوی منحور۔ مفتعلن فاعلات مفتعلن فع۔ شعر (غالبؔ)

آکہ میری جان کو قرار نہیں ہے　　طاقت بیداد انتظار نہیں ہے

اگر عروض وضرب بجائے منحور یعنی فع کے مجدوع یعنی فاع لائیں جائز ہے۔ اور اگر بجائے مطوی یعنی مفتعلن کے مقطوع یعنی مفعولن آوے تو بھی مضائقہ نہیں۔

بحر مضارع | بحر مضارع[۱] مثمن اخرب مفعول فاع لاتن چار بار۔ شعر (ذوقؔ)

ہم ہیں غلام انکے جو ہیں وفا کے بندے　　اسکو یقین جانو گر ہو خدا کے بندے

اس میں اگر عروض ضرب مسبغ آئے یعنی فاعلیان تو جائز ہے۔ شعر (میر دردؔ)

مرتا نہیں ہوں کچھ میں اُس سخت دل کے ہاتھوں
پستا ہوں آپ اپنے کمبخت دل کے ہاتھوں

اور اگر اس وزن میں رکن فاع لاتن کا حشو میں ایک جا سالم اور ایک جا مکفوف یعنی فاعلات اور بجائے مفاعیلن مفاعیل آئے جائز ہے شعر (طالبؔ)

ظالم نہیں ہے الفت دل میں ترے ذرا بھی　　رحم آیا کچھ نہ تجھکو ترے عشق میں مرا بھی

بروزن مفعول فاعلات مفاعیل فاع لاتن۔ مثمن اخرب اخذ مفعول فعلن چار بار۔ شعر (انشاؔ)

دست جنوں سے اے وائے ویلا　　سونے نہ پائے ٹک پاؤں پھیلا

مثمن اخرب مکفوف محذوف یا مقصور مفعول فاع لات مفاعیل فاع لن یا فاع لات۔ شعر (غالبؔ)

---

[۱] بحر مضارع میں یا دونوں میں مراقبہ ہے یعنی ثبوت یا سقوط دونوں کا معاً جائز نہیں ۱۲۔

کیوں جل گیا نہ تاب رُخِ یار دیکھکر جلتا ہوں اپنی طاقت دیدار دیکھکر
ہوں طائرِ خیال نہ پرہیں نہ میرے بال (ذوق) پر اڑکے جا پہنچتا کہیں سے کہیں ہوں میں

اجتماع جائز ہے اور اگر فاعِ لاتن اور مفعول دونوں حشو میں سالم لائیں جائز ہے۔ شعر (للمولفہ)

بیظلم اس کے دل پہ اٹھانا ہمیشہ آہ میرا جگر تو دیکھو اللہ کی پناہ

مثمن مکفوف مقصور یا محذوف مفاعیل فاعِ لات مفاعیل فاعِ لات یا فاعِ لن شعر

جو اس میں ہے کب ہے زہر دلا دیکھ مار میں (لااعلم) نجا رلف یار میں نجا زلف یار میں

بحرِ مجتث | بحر مجتث[۵۲] مثمن مخبون مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلاتن شعر

عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہیں ہم آگے
(غالب)
کہ اپنے سایئے سے سر پاؤں سے ہے دو قدم آگے

بجائے فعلاتن کے مفعولن جائز ہے اور یہ سکتہ ہے۔ مثمن مخبون محذوف یعنی مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن۔ اگر عروض وضرب ابتر یعنی فعلن بسکون عین یا مخبون مقصور یعنی فعلان بحرکت عین یا مقطوع مسبغ یعنی فعلان بسکون عین آئے تو مضائقہ نہیں شعر (ماشر)

ہوا ہوں زرد یہ غم سے کہ ٹوٹتا جو کبھی تمام سبزہ بیاباں کا زعفراں ہوتا
نہیں ہے سایہ کہ سنکر نوید مقدمِ یار (غالب) گئے ہیں چند قدم بیشتر در و دیوار

اگر حشو میں بجائے فعلاتن کے مفعولن آوے تو جائز ہے۔ شعر (لااعلم)

---

[۵۱] اور اس کو سکتہ کہتے ہیں [۵۲] بحر مجتث کے مس تفع لن میں سین اور نون میں معاقبہ یعنی دونوں معاً ساقط نہیں ہوتے۔ ۱۲

حضور داغ سوزاں ہے آفتاب خجل　　　اور اشکہائے بھی ہے رنگ شراب ناب خجل
مصرع اول کے حشو میں مفعولن ہے۔

بحر خفیف بحر خفیف مخبون فاعلاتن مفاعلن فعلاتن شعر (غالب)
سوز دل شرح گر کر دن سر محفل　　　دامن شمع تر کروں سر محفل
مخبون محذوف یعنی فاعلاتن مفاعلن فعلن۔ عروض وضرب اگر ابتر یعنی فعلن بسکون عین یا مخبون مقصور یعنی فعلان بحرکت عین یا مخبون مقصور مشعث یعنی فعلان بسکون عین آئے تو جائز ہے شعر (غالب)
دل ہوائے خرام ناز سے پھر　　　محشرستان بے قراری ہے
واعظا چھوڑ ذکر نعمت خلد　(ذکر دوتا) کر شراب وکباب کی باتیں

بحر مقتضب بحر مقتضب مثمن مطوی۔ فاعلات مفتعلن چار بار شعر (مولف)
تجھ بغیر رشک پری کب خوش آئے سیر چمن　　　گل ہیں خار دکھوے دیتے ہیں زیادہ الم
مثمن مطوی[۱] مقطوع فاعلات مفعولن چار بار شعر (رنگین)
عشق میں تیرے مرا رنگ زعفرانی ہے　　　ضعف ہے رفیق اپنا یار ناتوانی ہے
اس بحر میں کبھی کبھی ایک حرف حشو میں زائد آجاتا ہے اسکو مروف مروج کہتے ہیں جیسے ع کر رہا ہوں میں فریاد کوئی بھی نہیں سنتا
حرف دال زائد ہے۔

---

[۱] جو لوگ اس وزن کو ہزج مثمن اشتر سمجھتے ہیں غلطی پر ہیں کیونکہ اس شعر مہری شیرازی میں
در فراق او مہری فرض کن کہ شبہا را　　　میتواں بسر دن آورد روز را کسے چہ کند
کی تقطیع میں رکن آخر مفاعلتن آتا ہے نہ مفاعیلن کہ بجائے مفاعلتن کے مفاعیلن آسکتا ہے اور بجائے مفاعیلن کے مفاعلتن غیر ممکن۔ ۱۲

بحرِ کامل | بحرِ کامل مثمن سالم متفاعلن آٹھ بار۔ **شعر** (جرأت)

جو چمن میں گذرے تو اے صبا تو یہ کہیو بلبل زار سے
کہ خزاں کے دن بھی ہیں سامنے نہ لگانا دل کو بہار سے

اگر عروض و ضرب مذال ہو مضائقہ نہیں۔ **شعر** (وحشت)

تری چشم کے جو مریض ہیں جز اجل کے اُنکی دوا نہیں
ہو معالج اُنکا مسیح بھی تو اُنھیں اُمید شفا نہیں

اور اگر کسی جگہ بجائے متفاعلن سالم کے مضمر یعنی مستفعلن آجائے مضائقہ نہیں۔ **مثمن مضمر** متفاعلن مستفعلن چار بار۔ **شعر** (طالب)

نہ ہوئی کبھی مجھ سے خطا نہ ہوا کرو مجھ پر خفا　　نہ دیا کرو تم گالیاں نہ کیا کرو مجھ پر جفا

اس میں اگر عروض و ضرب مضمر مذال ہو تو جائز ہے۔

بحرِ بسیط | بحرِ بسیط مثمن سالم مستفعلن فاعلن چار بار۔ **شعر** (ولایت علی گویا)

میں نے کہا آ صنم اپنے نہ گھر جا صنم　　تو ہے خفا کیا صنم میری قسم کھا صنم

بسیط **مثمن مخبون** مفاعلن فعلن چار بار۔ **شعر** (ولہ)

دکھا دے شکل ذرا صنم برائے خدا　　یہ ہے سوال مرا گلا رہے نہ ذرا

یہ مسدس **مطوی** مفتعلن فاعلن مفتعلن۔ **شعر** (ولہ)

دیکھ کے تجھکو پری ایک ذری　　آگئی مجھ کو وہیں بیخبری

بحرِ طویل | بحرِ طویل مثمن سالم فعولن مفاعیلن چار بار۔ **شعر** (طالب)

نہیں ہے زباں ہمدم کریں کیا گلا یعنی
کہاں ہے دہن اُس کے جو بولے کبھو جانی

بحرِ وافر | بحر وافر مثمن سالم مفاعلتن آٹھ بار۔ شعر (طالب)

گو ذرا کے کہا بھلا بے بھلا خفا جو ذرا ہوا وہ صنم

مرا بھی ذرا گلہ نہ رہا ہنسا جو گیا مجھے یہ ستم

اگر دو ایک جگہ بجائے سالم کے معصوب یعنی مفاعیلن لاویں مضائقہ نہیں مگر سب جگہ نہ چاہیئے ورنہ بحر ہزج سے مشتبہ ہو جاوے گی۔

بحرِ متقارب | بحر متقارب مثمن سالم فعولن آٹھ بار۔ شعر (ذوق)

چمن تو نے افشاں کیا اے مہ جبیں ہے | ستاروں میں کیا کیا جیاں اور جبیں ہے

مثمن مقصور یا محذوف فعولن فعولن فعولن فعول یا فعل شعر (میر حسن)

کدھر ہے تو اے ساقی گلعذار | مرا غم سے دل ہو گیا خار خار

اجتماع جائز ہے متقارب مثمن اثلم فعلن فعولن چار بار۔ شعر (طالب)

اے وائے قسمت دیکھا نہ تجھکو | حسرت رہ گئی تا مرگ مجھکو

مثمن مقبوض اثلم مقصور فعول فعلن چار بار۔ شعر (ولی)

تڑپ رہا ہوں میں نیم بسمل | خبر لے میری شتاب قاتل

بحرِ متدارک | بحر متدارک مثمن سالم۔ فاعلن آٹھ بار۔ شعر (ولی)

---

۵۱ اگر عروض و ضرب مسبغ آدے مضائقہ نہیں۔ شعر (سرسبز)

میں روتا ہوں سر سبز آتی ہے جب یاد | وہ صورت مجھے پیاری پیاری کسی کی

۵۲ یہ بحر یعنی متدارک مثمن مقطوع صورت ناقوس سے ملقب ہے جابر عبداللہ انصاری سے منقول ہے کہ ایک روز حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ چلے جاتے تھے ایک ترسا ناقوس بجاتا تھا حضرت نے فرمایا کہ ناقوس کہتا ہے حقا حقا حقا + صدقا صدقا صدقا صدقا اور بھی چند شعر بے اعتباری دنیا میں پڑھے۔

کیا کروں میں گلا یار نے کیا کیا دل مرا چھین کر مفت ہی سے دیا

بعض رکن کا مذال آنا درست ہے جیسے ع

شب کو رشک زلف سے مہ کو رنج روسے

مثمن مخبون فعلن بسر عین آٹھ بار شعر (ظفر)

وارثمن اگرچہ زمانہ رہا ترا یوں ہی میں دوست یگانہ رہا

مثمن مقطوع فعلن بسکون عین آٹھ بار شعر (طالب)

ہر دم کرتا ہوں زاری دیکھی بس بس تیری یاری

فائدہ بعض شعرائے عجم اور فصحائے ہند نے آٹھ سے زیادہ رکن کے بھی اشعار کہے ہیں جیسے شعر ظفر کا معشر یعنی دس رکن کا شعر

ہوکے خاک اپنا مٹا دینا جسے منظور ہو وہ خاکسار

خاک رہ ہو خاک پا ہو یہ بھی ہوا اور وہ بھی ہوا نہ کچھ نہ ہو

بروزن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات یا فاعلن اور بعض بحور کا مضاعف استعمال کیا ہے جیسے بحر ہزج مثمن سالم مضاعف شعر

چمن میں وہ نگار سبزہ خط گیسو پریشاں راست قد خوش چشم مہ سیما جو آکر جلوہ گر ہوئے

بنفشہ جا پڑے سودا میں سنبل پیچ کھائے پا بگل شمشاد نرگس زرد گل چاک جگر ہوئے

رمل مثمن مخبون مضاعف یعنی فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن ع

آہ وہ یار ستمگار رجفا جو ہے کہ جوں بادِ بہار آن کے اک آن میں لیتا ہے چھپا رو

متقارب مثمن سالم مضاعف شعر (ذوق)

تمنا نہیں ہے کہ اے دل کو عیش کے سامانوں پر قدرت ہو
یہی حق ہے قاتل اگر تیغ سے دے یہ بسمل ترے پاؤں پہ جان تجھ پہ ہو

متقارب مثمن مقبوض اثلم مضاعف۔ شعر (ہوش)

سوائے اندوہ و یاس و حرمان ہوا نہ حاصل جہاں سے ہم کو
اٹھائیں کاندھے پہ بار ہستی سفر ہے درپیش آہ ہم کو

فعول فعلن آٹھ بار متقارب مثمن اثلم مضاعف بطور دیگر۔ شعر (مولف)

سنبل پیچاں ہیں ترے گیسو نرگس شہلا ہیں تری آنکھیں
لالہ حمرا ہے ترا عارض سرو خراماں ہے ترا قامت

متدارک مثمن مخبون مضاعف۔ شعر (نشتر)

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے ہوئے نہ ادھر کے ہوئے
گئے دونوں جہان کے کام سے ہم نہ ادھر کے ہوئے نہ ادھر کے ہوئے

فعلن سولہ بار متدارک مثمن مقطوع مضاعف فعلن ساکن العین سولہ بار شعر

دور بہت بھاگو ہو ہم سے سیکھے طریق غزالوں کا
وحشت کرنا شیوہ ہے کچھ اچھی آنکھوں والوں کا (میر تقی)

اس میں بعض جا مخبون آیا ہے۔ منسرح مطوی مقطوع منحور مضاعف
شعر (تراب)

باد خزاں کے قدموں سے باغ ہوا تھا خارستاں
دم سے ترے اے باد صبا آگ لگی گلشن میں سہے

عوام اکثر بحور مضاعف کو بحر طویل کہتے ہیں۔

فصل ششم

سوائے بحور شانزدہ گانۂ مذکور الصدر کے دیگر بحور کہ ایجاد متاخرین ہیں چونکہ اکثر غیر مستعمل اور بحور قدیم سے بادنیٰ تفاوت حاصل ہوسکتی ہیں لہٰذا مشرح بیان اُن کا نہیں کیا مجملاً نام اُنکے لکھتا ہوں **اوّل قریب** مفاعیلن مفاعیلن فاعلاتن دو بار **دوم جدید یا غریب** فاعلاتن فاعلاتن مستفعلن دو بار **سوم متشاکل** فاع لاتن مفاعیلن مفاعیلن دو بار سوائے اس کے بعض اہل عروض نے دائرہ مختلفہ سے سوائے طویل مدید بسیط کے بحر عریض وعمیق کو انفکاک کیا ہے یعنی مفا سے شروع کرکے مفاعیلن فعولن چار بار عریض اور لن فعو سے شروع کرکے لن فعولن مفاعی بروزن فاعلن فاعلاتن چار بار بحر عمیق اور بعض اہل عروض پارسی مثل بہرام سرخشی و بزرجمہر قمی وغیرہ نے بحور نوزدہ گانہ مذکور سے نو بحریں[1] اور استخراج کی ہیں اور لکھتے ہیں کہ دائرہ اُس کا عبد اللہ قرشی نے ایجاد کرکے منعکسہ نام رکھا **اول صریم** مفاعیلن فاع لاتن فاع لاتن دو بار **دوم کبیر** مفعولات فعولات مستفعلن دو بار **سوم بدیل** مستفع لن مستفع لن فاع لاتن دو بار۔ **چہارم قلیب** فاع لاتن فاع لاتن مفاعیلن دو بار۔ **پنجم حمید** مفعولات مستفعلن مفعولات دو بار **ششم صغیر** مستفع لن فاع لاتن

---

[1] مفصل بیان انکا کتب متداولہ مثل غایت العروضین بہرام سرخسی و رسالہ محمد بن عیش عروضی میں موجود ہے ومن شاء یطلع علیہ فلیرجع الیہ ۱۲۔

مستفعلن دو بار مغثم صمیم یا اصم فاع لاتن مفاعیلن فاع لاتن۔ مشتم سلیم مستفعلن مفعولات مفعولات دو بار۔ نہم حمیم فاع لاتن مستفعلن مستفعلن دو بار۔ اور سوا اس کے عاشق علما دان نامی ایک شخص نے ہمعصران امیر خسرو دہلوی سے رسالہ جامع الصنائع مصنفہ اپنے میں تین بحریں اور ایجاد کی ہیں اور دو رکن بھی تازہ پیدا کئے ہیں متفاعلتن اور مفعولاتن اور غور سے معلوم ہوگا کہ متفاعلتن اجتماع دو فعلن بکسر عین کا ہے اور مفعولاتن دو فعلن بسکون عین کا ہے کہ متدارک مخبون اور مقطوع ہیں وہ تین بحریں یہ ہیں۔ اول رکفت متفاعلتن آٹھ بار دوم زلل مفتعلاتن آٹھ بار سوم اوفر مفعولاتن آٹھ بار اور سوا اس کے اور بھی بحریں ہیں۔ خبب مفعول فعلات چار بار مواسع فاعلتن مفعول فعولن چار بار۔ ہر کن مفعول مفاعیل فعولن فعلاتن دو بار۔

باب پنجم

علم قوافی

فصل اوّل

تعریف قافیہ وحروف قافیہ کے بیان میں | واضح ہو کہ قافیہ[۱] اصطلاح

۱؎ قافیہ مشتق قفا اور قفو سے ہے جس کے معنی لغت میں پیچھے کسی کے جانا ۱۲۔

میں عبارت ہے ایک[1] یا چند حروف معین غیر[2] مستقل سے کہ اُن کو آخر[3]
مصرع[4] یا بیت میں الفاظ[5] مختلفہ[6] میں لائیں اور وہ نو حرف ہیں اول
روی[7] کہ اصل قافیہ ہے یعنی روی قافیہ میں ضرور ہوگا اور حرف نہوں
اور چار حرف یعنی ردف قید تاسیس دخیل روی سے قبل آتے ہیں
اور چار حرف یعنی وصل خروج مزید نائرہ بعد روی کے واقع ہوتے
ہیں پس ردف[8] عبارت ہے حروف مدہ یعنی الف و واؤ و یاے تحتانی
سے کہ بدون واسطہ حرف متحرک کے قبل روی سے واقع ہو اور حرکت ماقبل
اُن کے مطابق یعنی ماقبل الف فتح اور ماقبل واؤ ضمہ اور ماقبل یا کسرہ ہو شعر

جس بزم میں تو ناز سے گفتار میں آئے (غالب) جاں کالبد صورت دیوار میں آئے
نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا (ولہ) کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

---

[1] ابو یعقوب سکاکی نے مفتاح میں اقوال مختلف تعریف قافیہ میں لکھے ہیں منجملہ اُن کے قول خلیل ابن احمد کا ہے کہ حد قافیہ کے حرف آخر بیت سے ہے اُس ساکن تک جو اُس سے قبل اور نزدیک ہو اور اُس ساکن کے ماقبل کا متحرک بھی داخل حروف قافیہ ہے اور قول ابوالحسن اخفش کا ہے (کلمہ آخر بیت کا تمام داخل قافیہ ہے اور بعض کے نزدیک صرف حرف روی قافیہ ہے مگر قول خلیل کا مرجح ہے۔
[2] غیر مستقل کی قید اس لئے ہے کہ اگر مستقل ہو تو ردیف ہو جاویگی [3] آخر میں تب جبکہ ردیف نہ ہو اور حالت ردیف قبل ردیف کے جو حکم آخر میں ہے [4] مثنوی یا مطلع غزل و قصیدہ کے ہر مصرع میں اور دیگر ابیات غزل و قصیدہ کے ہر بیت کے آخر میں [5] الفاظ ہموزن میں نہ مختلف الوزن میں جیسے کار و تیر [6] الفاظ مختلفہ خواہ بحسب لفظ و معنی دونوں کے مختلف ہوں جیسے شہر و مہر خواہ صرف لفظ میں مختلف معنی میں متحد جیسے زبان و لسان خواہ صرف معنی میں مختلف جیسے قرار بمعنی عہد و آرام [7] بفتح رائے مہملہ و کسرہ واؤ و یائے تحتانی مشدد نام اُس رسی کا ہے جس سے بار شتر کا باندھتے ہیں اور نیز بمعنی ریسمان تابندہ ریسمان [8] روی اکثر حرف اصلی ہوتا ہے جیسے دال درد و زرد کی کبھی حرف زائد کو حکم اصلی میں اعتبار کرتے ہیں جیسے قافیہ یاری و تاری کا اگرچہ دوم میں یائے اصلی ہے اور اول میں زائد مگر چونکہ مقابل اصلی کے واقع ہے لہذا اسکو روی اعتبار کیا اور روی سے اول کے چار حرف بھی حروف اصلی کلمہ کے ہوتے ہیں اور بعد کے چار حرف زائد [9] ردف بکسر را و سکون دال مہملتین جو پیچھے کسی چیز کے ہو۔ ۱۲

شب کہ وہ مجلس فروز خلوت ناموس تھا ۔ رشتۂ ہر شمع خار کسوت فانوس تھا

اور اگر درمیان ردف اور روی کے ایک ساکن واقع ہو تو اُسکو اخفش ردف سمجھکر ردف زائد یا مرکب کہتے ہیں اور محقق طوسی نے داخل روی کو سمجھکر اُس کو روی مضاعف لکھا ہے اور وہ چھ حرف ہیں س ش ر ف خ ن س کی مثال جیسے راست کاست دوست پوست زیست بیست علیٰ ہذا القیاس باقی حروف جیسے گوشت کارد کوفت تافت چاند اور قافیہ ردف واؤ و یائے معروف و مجہول کا بعض اساتذہ فارسی کے کلام میں پایا جاتا ہے لیکن احتراز بہتر ہے اور شعرائے اُردو میں تو محض ناجائز شعر کرتے اس کو لگی نہ ذرہ دیر (سودا) مہر و مہ کو بشکل نان پنیر

ہوا دیکھ جس کو صغیر و کبیر (ذوق) جب آگے سے سکتا کہا کے قالین کے شیر

گر لکھوں مضمون اپنے نالۂ پر شور کا ۔ (دل) سر سر خامہ سے نکلے کام بانگ صور کا

قید اور کوئی حرف سوائے حروف مذکور قبل روی سے ساکن واقع ہو جیسے ابر صبر ستر چتر نثر کثر اجر فجر بحر نحر سخت تخت ۔ صَدر ۔ قدر ۔ عذب جذب درد ۔ مرد ۔ زرد ۔ مزد ۔ مست ۔ پست ۔ چشم ۔ پشم ۔ وصل ۔ فصل ۔ وضع ۔ ارضع ۔ نطع

۱؎ اور ایسی ردف کو ردف مفرد یا حروف اصلی کہتے ہیں ۔ ۲؎ محقق طوسی نے سوائے چھ حرف مذکورہ کے زا اور مثلثہ کو بھی شمار کیا ہے مثال اسکی فرزک بھی عشق پیچ اور زغوفہ بدال مہملہ مصالح ۔۔۔ قسمے از نشست لکھی ہے ۳؎ بعض نے الف میں بھی معروف و مجہول لکھا ہے جیسے قافیہ خواب و تاب ۔۔۔ خواب میں فتحہ میں ضمہ کی بھی بو ہے ۴؎ مگر جامی کے نزدیک عیب ہے ایسی حرف مجہول کو بھی معروف پڑھا جاتا ہے مگر جو یا کہ امالہ الف سے پیدا ہوئی ہو اُسکا قافیہ ناجائز ہے ۵؎ محقق طوسی نے قید کو بھی ردف میں داخل کیا ہے اور تعریف ردف کی یہ لکھی ہے کہ حرف ساکن جو قبل روی سے بیواسطہ ہو خواہ مدہ خواہ غیر مدہ ۔ ۱۲

قطع نظم کظم۔ جعد۔ رعد۔ مغز۔ نغز۔ ہفت۔ رفت۔ عقل۔ نقل۔ ذکر۔ فکر۔ علم۔ عِلم۔ اَمر جبر۔ پند۔ بند۔ دور۔ جور۔ قہر۔ زہر۔ سیر۔ خیر۔ واضح ہو کہ مثال واؤ۔ یا میں ماقبل کو حرکت موافق اُن کے نہیں ورنہ ردف ہو جاتا۔ حرف تاسیس[1] وہ الف ساکن ہے کہ قبل روی سے آئے اور مابین اُس کے اور روی کے ایک متحرک جس کو دخیل کہتے ہیں واسطہ ہو جیسے کامل و شامل و تجاہل و تساہل۔ شعر (نسیم)

مشرق سے رواں ہوا دلاور جس طرح اُفق سے شاہ خاور

واو حرف دخیل ہے اور اختلاف ردف کا جائز نہیں اور اختلاف تاسیس و دخیل کا اہل عجم کے نزدیک مضائقہ نہیں بلکہ التزام انکا از قسم صنعت لزوم مالایلزم ہے کیونکہ قافیہ کاہل و بسمل کا اور قافیہ عاقل و جاہل و شامل کا جائز ہے۔ شعر (سودا)

لگا کہنے کہ کوئی ہے حاضر بولا اُسوقت ڈیوڑھی کا ناظر

مگر عربی میں رعایت حرف دخیل کی واجبات سے ہے۔ اور اختلاف حرف قید کا بھی اگرچہ جائز نہیں مگر شعرائے عجم نے استعمال کیا ہے شعر (سحر)

نقشے جمے ہیں دلپہ مرے نقش ہے وہی اب دلکشا وہی ہے فرح بخش ہے وہی

خصوصاً بلحاظ قرب مخرج کے شعر

اُمڈا ہے آنسوؤں کا دیِ آنکھ سے وہ بحر ہیں جسکے آگے سات سمندر بھی ایک لہر

احتراز واجب ہے۔ حرف وصل بے فاصلہ بعد روی کے آتا ہے۔

---

[1] تاسیس بُنیاد رکھنا ۔ ۱۲

اور اُس کو متحرک کر دیتا ہے جیسے ہائے نسبت[1] اور یائے مصدری اور حروفِ اضافت وجمع یا علامات صیغ وغیرہ اور علیٰ ہذا القیاس وصل کے بعد خروج اور اُس کے بعد مزید[2] اور پھر نائرہ[3] بترتیب آتے ہیں اور جو حرف بعد نائرہ کے آئے وہ داخل نائرہ ہے اور بقول خواجہ نصیر الدین طوسی کے وہ داخل ردیف ہے خواہ کلمہ مستقل ہو خواہ غیر مستقل مگر باتفاق اکثر علما ردیف میں مستقل ہونا کلمے کا شرط ہے جیسے جلا دیگا گلا دیگا اسمیں لام حرف روی الف وصل و واوُ خروج یا مزید کاف والف نائرہ شعر

کیا تجلی ہے ترے چاند سے رخساروں پر (مشرر) چاندنی چھٹکی ہے گھر کی تری دیواروں پر

رے حرف روی واو وصل نون خروج پر ردیف اور اختلاف ان چاروں حرف کا ناجائز اور علامت شناخت حرف روی وحرف وصل کی یہ ہے کہ وصل کے حذف سے لفظ بامعنی رہتا ہے اور حذف روی سے مہمل۔

فصل دوم

حرکاتِ حروف قافیہ میں اور وہ چھ ہیں رَس اشباع توجیہ حذو مجریٰ نفاذ رس[4] حرکت فتحہ حرف ماقبل تاسیس کو کہتے ہیں اور اشباع[5] حرکت

---

[1] زبان فارسی میں وصل کے دس حرف ہیں۔ ا۔ ہ۔ ت۔ ی۔ س۔ م۔ ک۔ ن۔ و۔ ش۔ جیسے خداوندا گوید غلامت شرابی خرام ست دلم مردک گفتن کردہ ولش میں [2] مزید بمعنی زیادہ کردہ شدہ [3] نائرہ لغت میں بمعنی رسیدہ گویا یہ حرف درمیان قوافی سے بھاگ کر کنارے پر مقیم ہوا۔ [4] رس لغت میں ابتدا کرنا اور راول تپ اور کسی پوشیدہ چیز کا ظاہر کرنا اور چاہ کہنہ وخراب کے بھی معنی ہیں اور اسی سے ابتدا حرکات حرف قافیے کی ہے [5] اشباع سیر کرنا۔ ۱۲

حرفِ دخیل کو۔ شعر (شررؔ)

کیا ہو قمر اُس حور شمائل کے برابر ہیں جو تی کے تارے مہ کامل کے برابر

حرکت فتحہ میم و کاف ہے اور حرکت کسرۂ یا دمیم اشباع ہے اور حذو[1] حرکت حرفِ ماقبل روف اور قید کو کہتے ہیں مثال حذو روف۔ شعر

دلوانگی سے دوش پہ زنّار بھی نہیں (غالبؔ) یعنی ہماری جیب میں اک تار بھی نہیں

مثال حذو قید۔ شعر (ولہ)

ہم سے کھل جاؤ بوقتِ مے پرستی ایکدن ورنہ ہم چھیڑینگے رکھکر عذر مستی ایکدن

اور توجیہ[2] حرکت ماقبل روی کو کہتے ہیں بشرطیکہ روی ساکن ہو اور کوئی حرف حروف قافیہ سے اُس کے ساتھ نہو۔ شعر (ولہ)

یہ ہم جو ہجر میں دیوار و در کو دیکھتے ہیں کبھی صبا کو کبھی نامہ بر کو دیکھتے ہیں

حرکت دال با توجیہ ہے اور حرکت حرف روی کو مجری[3] کہتے ہیں جیسے حرکت تا شعر غالبؔ مثال حذو قید میں اور حرکت حرف وصل کو نفاد[4] کہتے ہیں۔ شعر (سرورؔ)

غیروں کے ساتھ تمکو وان ہمکناریاں ہیں یاں درد پہلو و دل اور بیقراریاں ہیں

اور حرکت خروج و مزید و نائرہ کو بھی نفاذ[5] ہی کہتے ہیں اور اختلاف کسی حرکت کا اُردو میں بہتر نہیں مگر بعضوں کے نزدیک جبکہ حرف روی متحرک ہو

---

[1] حذو بجائے حطی و ذال معجمہ برابر کردن چیز کا [2] توجیہ مُنہ پھیرنا [3] مجری بالفتح جائے روان شدن [4] نفاذ بفتح نون وفاد آخر دال مہملہ بمعنی سپری شدن وقبل بذال معجمہ بمعنی جاری گفتن فرمان [5] مگر متحرک ہونا نائرہ کا شاذ ہے۔ ۱۲

یعنی مع حرف وصل ہو تو اختلاف حذو قید[1] و توجیہ[2] و اشباع[3] کا جائز ہے جیسے آہستہ و دستہ سکندری عنصری برابری شاطری اور اختلاف توجیہ کا بطریق معروف و مجہول کے جائز ہے جیسے قافیہ بروا ور دوکا۔

فصل سوم

القاب قافیہ میں روی اگر ساکن ہو اُس کو مقید اور متحرک ہو[4] اس کو مطلق کہتے ہیں اور یہ دونوں دو دو قسم ہیں یعنی اگر سوائے روی کوئی دوسرا حرف[5] قافیے میں نہ ہو اُس کو مجرد کہتے ہیں اور اگر اور حرف بھی ہو تو قافیہ کو اُس سے منسوب کرتے ہیں مثلاً مقید مجرد و یا مردفہ[6] یا موسسہ یا موصولہ علیٰ ہذا القیاس مطلق مجردہ یا مردفہ یا موسسہ یا موصولہ اور واضح ہو کہ قافیہ اگر حرف قید کے ساتھ ہو اُس کو بھی مردفہ کہتے ہیں اور اگر مشتمل خروج اور مزید و نائرہ پر ہو اُس کو بھی موصولہ ہی کہتے ہیں۔

---

[1] بعض نے اس حالت پر اختلاف حد و روف کا بھی جائز لکھا ہے جیسے قافیہ طوسی و فردوسی کا شاعر قدیم لکھنا ہے شعر ہر وزیر و مفتی و شاعر کہ آں طوسی بود چوں نظام الملک و غزالی و فردوسی بود

[2] مگر اس حالت میں اسکو توجیہ نہ کہنا چاہئے کیونکہ توجیہ اس حالت میں کہی جائیگی جب روی ساکن ہو پس یوں کہنا چاہئے کہ درحالت حرکت روی اختلاف حرکت حرف ماقبل روی کا جائز ہے[3] شعر

(ناسخ) مجھکو خوش چشموں سے رم مثل غزال جستہ ہے دام گیسو سے گریزاں اب دل وابستہ ہے
صبح اُٹھکر آئینہ دیکھا تو یہ کہنے لگا صاف اس سے تو ہمارا چہرہ ناشستہ ہے
سبزۂ خط نے یہ بدلا ہے لب جاناں کا رنگ پیش ازیں عناب جو تھا اندنوں وہ پستہ ہے

(مثنوی) وگر یہ پہنچی تمھیں کب شہی میسر نہ آتی یہ فرماں دہی

(سعدی) اے بادشاہ وقت چو وقتت فرا رسد تو نیز با گدائے محلت برابری
〃 سوزی گماں مبر کہ بہ پخواست و گفتمت تا نفس اگر برائی دائم کہ شاطری

[4] بسبب شوق وصل کے [5] قبل کا خواہ بعد کا [6] مردوف بسکون رو دال مفتوح۔ ۲

فصل چہارم

تقسیم القاب قافیہ میں باعتبار حروف ساکن اور متحرک کے۔ اور وہ پانچ قسم ہے مترادف[1] متواتر[2] متدارک[3] متراکب[4] متکاوس[5] مترادف وہ کہ آخر قافیے میں دو ساکن بلا فصل واقع ہوں۔ شعر (غالب)

نالہ جز حسن طلب اے ستم ایجاد نہیں ہے تقاضائے جفا شکوۂ بیداد نہیں

متواتر وہ کہ مابین دو ساکن کے ایک متحرک واقع ہو۔ شعر (ولہ)

رہا گر کوئی تا قیامت سلامت پھر اک روز مرنا ہے حضرت سلامت

متدارک وہ کہ درمیان دو ساکن کے دو متحرک ہوں۔ شعر (میر حسن)

کروں پہلے توحید یزداں رقم جھکا جس کے سجدے کو اول قلم

متراکب وہ کہ درمیان دو ساکن کے تین متحرک واقع ہوں شعر (طالب)

تیغ ابرو سے جو حذر نہ کرے اسکی آئی ہے موت کیوں نہ مرے

متکاوس وہ کہ درمیان دو ساکن کے چار متحرک واقع ہوں اور یہ ثقیل اور مخصوص عرب[6] سے ہے۔

---

[1] وف باہم شدن [2] تواتر پیاپے شدن [3] تدارک دریافتن [4] تراکب برہم نشستن [5] تکادس انبوہ ہے۔ [6] اور یہ تقسیم پنجگانہ ظاہر احسب مذہب خلیل بن احمد کے ہے کہ اسکے نزدیک حد قافیہ کے حرف آخر سے ساکن اول ماقبل تک ہے لیکن اس صورت میں حصر حروف قافیہ کا تو نہیں ہوتا بلکہ زائد چاہیے مثلاً قافیہ قیامت وحضرت میں الف میم وضاد و را داخل حروف قافیہ میں اور انکا بھی نام کچھ چاہیے تھا حالانکہ کسی کے نزدیک انکا کچھ نام نہیں فتامل ۱۲

فصل پنجم

عیوب قافیہ میں | اول غلو یعنی روی ایک جگہ ساکن دوسری جگہ متحرک لانا۔ شعر

نہ پوچھ مجھ سے کہ رکھتا ہی اضطراب جگر — نہیں ہی مجھکو خبر دل سے لیکے تا بہ جگر

دوم اکفا[۱] یعنی اختلاف حرف روی کا۔ شعر (میر حسن)

تعجب سے پوچھا کہ سچ مچ ہے یہ — دیا چھیڑنے کو مرے کچھ ہے یہ

دھیان میں لاتے ہیں جب اُبھری کسی کی گات ہم (علی)

مارتے ہیں تب وہیں چھاتی پہ دونوں ہاتھ ہم

خواہ قافیہ حرف فارسی اور عربی یا ہندی کا جیسے شک وسگ ولب وتپ مور چھوڑ وغیرہ۔ شعر (جرات)

سخت ہم پر غضب عشق ہے آج — یوم ہجران تب عشق ہے آج

ساق سیمیں کو ترے دیکھ کے گوری گوری (سودا) — شمع محفل میں ہوئی جاتی ہی تھوڑی تھوڑی

خواہ دونوں حرف قریب المخرج ہوں جیسے نکاح۔ گناہ الغیاث التماس شعر

دلکو بس تصور جاناں سے ربط ہے — تصویر یار آئینۂ دل پہ ثبت ہے

اگر آہن کا ہو معشوق کا دل ہائے (عشرت) — یہ عاشق کا اگر ہے جذب کامل

وہ آہن کو بھی بالتخصیص کھینچے — برنگ سنگ مقناطیس کھینچے

واجب الاحتراز ہے۔ سوم سناد[۲] یعنی اختلاف ردف اور یہ فارسی ہندی

---

[۱] اکفا بروزن افعال پڑھاکر نا اور رسنہ پھیرنا [۲] سناد یا سناد اسکا مادہ مجرد اسند بالکسر ہے بمعنی مردم حرام زادہ اور نیز سناد بالکسر اختلاف و پریشان عقل ہوتا اور نیز کسی کے ساتھ یار ہونا۔ ۱۲

میں محض ناجائز ہے البتہ اہل عرب روف یا۔ اور روف واو کا قافیہ درست رکھتے ہیں۔ جیسے جمیل و نزول و منبر و بدر اور نیز اختلاف روف زائد کا۔ جیسے گوشت پوست چہارم اختلاف حذو روف مثلاً قافیہ نور بالضم و جور بالفتح کا۔ شعر (میر حسن)

محبت نے یہ چاشنی اور دی — کہ میرے تئیں جیتے جی گور دی

پنجم اختلاف حرف قید خواہ بعید المخرج خواہ قریب المخرج جیسے عمرو شعر و بحر و شہر مثال فصل اول میں گذری ششم اختلاف اشباع جیسے تجاہل و کاہل اور ان تینوں عیب کو بھی بعض داخل سناد کہتے ہیں ہفتم اقوا[1] یعنی اختلاف توجیہ و حذو و قید کا مثلاً قافیہ دُر اور دَر اور مست اور دست کا۔ شعر (سودا)

لکھدیا مجنوں کو شیر شتر[2] — کہدیا مستسقی سے جا فصد کر

ترے کوچے سے جو میں آپ کو چلتے دیکھا — جی کسی تن سے نہ اس طرح نکلتے دیکھا

تیغ تیری کا سدا شکر ادا کرتے ہیں — لبوں کو زخم کے دن رات میں ہلتے دیکھا

(ولہ)

ساقی اچمن میں چھوڑ کے مجھکو کدھر چلا — پیمانہ میری عمر کا ظالم تو بھر چلا

عالم تو مر رہا ہے ہر اک آن پر تری — تیغ و سپر کو لیلے کے یہ کس پہ بھر چلا

ہشتم تعدی یعنی حرف وصل ایک جگہ متحرک دوسری جگہ ساکن لائیں اور بقول سکاکی کے تعدی جب مخل وزن ہو عیب ہے ورنہ نہیں مگر شعرائے عجم

---

[1] اقوا لغت میں تمام ہوجانا توشے کا ہے اور کہل جانا اینٹھ رسی۔
[2] شتر بفتحتین۔ ۱۲

کے نزدیک عیب ہے نہم ایطا[1] جس کہ فارسی میں شایگان کہتے ہیں قافیئے میں معنی واحد پر تکرار کلمے کی کرنا اور وہ دو قسم ہے خفی اور جلی خفی وہ کہ تکرار بادی النظر میں معلوم نہ ہو جیسے دانا بینا حیران سرگردان آب گلاب۔ شعر (ظفر)

دیکھے گر چشم تری اے گل شاداب حباب — شرم کے مارے وہیں بحر میں ہو آب حباب

جہاں راستی چاہیئے راستی (مریض) کبھی جس جگہ چاہیئے واں کجی

جلی وہ کہ تکرار ظاہر ہو جیسے دردمند حاجتمند۔ ستمگر۔ کارگر۔ چلو۔ رو۔ بکری۔ مرغی۔ جانا۔ رونا۔ جاتا ہے۔ دیکھتا ہے۔ نیکوتر۔ زیباتر کیونکہ روائد یعنی علامت جمع تانیث یا علامت کسی صیغے کی آخر سے دور کیجائے تو قافیہ درست نہیں رہتا مثلاً درد اور حاجت یا چل اور رد یا جا اور رو اور دیکھ کا قافیہ نہیں ہو سکتا اور ایطائے خفی متقدین نے غزل اور قطعے میں بعد سات بیت کے اور قصیدے میں بعد چودہ بیت کے جائز رکھا ہے اور متاخرین کے نزدیک بعد بیس و تیس بیت کے جائز ہے اور اگر لفظ واحد کو معنی مختلف پر لائیں تو داخل صنائع ہے۔ شعر (امانت)

آبداری سے جو مملو نظر آیا وہ گلا — رشک کی برف سے کیا جسم صراحی کا گلا

دہم تکرار قافیہ معمول وہ دو قسم ہے ترکیبی و تحلیلی ترکیبی وہ کہ دو لفظ مرکب قافئے دوسرے لفظ کے واقع ہوں۔ شعر (آباد)

---

[1] ایطا بروزن افعال پامال کرنا شایگان لغت میں بیکار یعنی کارنیزہ ۱۲۔

رنج پہونچاتی ہے فرقت میں کلائی مجھکو　　آج کل کیا نہیں مدت سے کل آئی مجھکو

خواہ ردیف میں شعر (ظفر)

غم ترا جبکہ دل نشیں ہو جائے　　دل میں پھر کس کے رہ جبیں ہو جائے

تحلیلی وہ کہ ایک لفظ کے دو ٹکڑے کر کے ایک کو داخل قافیہ دوسرے کو داخل ردیف رکھیں۔ شعر (نسیم)

موسیٰ کا عصا تھا لٹھ جو اُن کا　　ایک ہی لاٹھی سے سب کو ہانکا

کبھی ترکیب و تحلیل کو جمع کرتے ہیں یعنی قافیہ میں تحلیل ردیف میں ترکیب شعر (المؤلفہ)

داغ سینہ یاں سے ہم پھولوں کی جا لیجا ئینگے
گلشن ہستی میں کیا آئے تھے کیا لیجا ئینگے

بزم میں اُسکی کبھی تو دخل ہوگا سحر کا
کوئی دن تو غیر محفل سے نکالے جا ئینگے

اور قافیہ معمول تمام غزل میں ایک دو قافیہ مقبول ہے اگر مطلع میں ہو تو بھی مضائقہ نہیں[۱]۔ یازدہم تضمین یعنی قافیہ ایسا ہو کہ معنی مصرعۂ آئندہ پر موقوف ہوں۔ شعر (طالب)

کس روسے نہ جائے دل سے غم یار اگر　　تو مجھکو دکھائے اپنا رخسار مگر
دیکھے نہ رقیب تجھکو زنہار دگر　　دیکھے بھی نہ کر اسکی طرف یار نظر

اور واضح ہو کہ ان دو عیب کو متاخرین صنعت جانتے ہیں دوازدہم

---

[۱] لیکن کلام اساتذہ میں ایسے قافیے پانچ چھ تک پائے جاتے ہیں - ۱۲

تغیر یعنی تبدیل قافیہ کا ایک غزل یا قصیدے میں مثلاً قافیہ جسم نم وغیرہ کا ہے بعد چند شعر جام و نام قافیہ کر دیں[1]

فصل ششم

ردیف[2] کے بیان میں واضح ہو کہ ردیف کہ ایجاد شعرائے[3] عجم ہے ایک یا زیادہ کلمہ مستقل کو کہتے ہیں کہ اُس کو آخر مصرع یا بیت کے بعد قافیے کے اکثر لاتے ہیں[4] اور محقق طوسی کے نزدیک کلمہ غیر مستقل بھی ردیف ہو سکتا ہے اور بقول محقق مذکور اگر ایک کلمہ معنی مختلف پر کئی جگہ واقع ہو وہ بھی ردیف ہے لیکن باتفاق جملہ علما ردیف میں لفظ مستقل اور واقع ہونا سب جگہ معنی واحد پر شرط ہے اور جائز ہے کہ تمام مصرع مشتمل قافیہ اور ردیف پر ہو شعر (طالب)

لہ لیکن اگر تبدیل قافیہ کی طرف اشارہ کر دیں تو عیب نہیں جیسا متاخرین اکثر تبدیل قافیہ سے غزل ثانی لکھنے کی طرف اشارہ کرتے ہیں علیٰ ہذا القیاس تبدیل ردیف پر بھی شعر ظفر

ظفر بدل کے ردیف اور تو غزل وہ سُنا — کہ جس کا تجھ سے ہر اک شعر انتخاب ہوا
جگر کا دود وہ سیاہی میں گر سحاب بنا — تو دل کا داغ بھی تابش میں آفتاب بنا

[2] ردیف لغت میں اُس شخص کو کہتے ہیں جو پیچھے سوار کے بیٹھا ہو [3] اشعار عربی میں ردیف نہیں ہوتی [4] لانا ردیف کا شعر میں ضروریات سے نہیں بلکہ محسنات سے ہے بخلاف قافیہ کہ لانا اُسکا ضرور ہے اور شعر ردیف دار کو مردف کہتے ہیں اور اختلاف ردیف کا جائز نہیں مگر بشرطیکہ اشارہ کر دیں [5] یہ قول صحیح معلوم ہوتا ہے جیسے متاخرین میں شائع ہے شعر

ابر فرقت میں نظر آ گئی جب دم بدلی — دل سے مطلق نہ ہوا لے الم و غم بدلی
اشک کے ساتھ مرے شرط آنکھوں نے باہم بدلی — صاف رونے میں آ یہ دیدۂ پر نم بدلی

گھر پاس نہیں کہ یار پاس آئے مرے　　زر پاس نہیں کہ یار پاس آئے مرے
پہلے ہی کر چکا ہوں غالب قربان　　سر پاس نہیں کہ یار پاس آئے مرے

اور اگر ردیف درمیان دو قافیے کے واقع ہو اسکو حاجب کہتے ہیں شعر

کہیں آنکھوں سے خون ہو کے بہا　　کہیں دل میں جنون ہو کے رہا

باب ششم

اقسام نظم و نثر کے بیان میں

واضح ہو کہ کلام دو قسم ہے نثر اور نظم نثر تین قسم ہے مسجع، مرجز، عاری اور نظم دس قسم ہے۔ فرد۔ غزل۔ قصیدہ۔ تشبیب۔ رباعی۔ قطعہ۔ مثنوی ترجیع بند۔ مسمط۔ مستزاد۔ فرد عبارت ہے ایک شعر سے جس میں دو مصرع ہوں خواہ مقفیٰ خواہ غیر مقفیٰ لیکن کسی غزل یا قصیدے وغیرہ کی نہو ورنہ قسم علیحدہ شمار نہ کیجاتی اور بقول صاحب دریائے لطافت بیقافیہ ہونا اس کا بھی ضرور ہے کیونکہ وجہ تسمیہ اس کی خالی ہونا قافیے سے ہے اور متضمن کسی مثل وغیرہ مضمون خاص کے ہو اور اکثر شعرائے متقدمین فرد کہتے تھے۔ فرد (ذوق)

جس جگہ بیٹھے ہیں با دیدۂ نم اٹھے ہیں　　آج کس شخص کا منہ دیکھ کے ہم اٹھے ہیں

(سودا)
تو ٹک جگر تو مرے مرغ نامہ بر کا دیکھ
وہاں اڑے ہی جہاں پر جلیں فرشتوں کے

غزل[1] اون اشعار متفق الوزن والقوافی کو کہتے ہیں کہ بیان حسن و عشق و صنعت خط و ناز معشوق و [illegible] مکافات محبوب و حدیث وصال و ہجر و عدم صبر و قرار و جور و جفائے یار و ذکر شراب و آوارگی و شوریدگی و شکوۂ الم مفارقت و جفائے فلک وغیرہ میں ہو اور سوائے اس کے اور قسم کے مضامین مثل نصیحت و معرفت و وعظ و پند وغیرہ جو بعض متاخرین لکھتے ہیں بیجا ہے اور شعر اول کے دونوں مصرعوں میں قافیہ ہو اور اُسکو مطلع کہتے ہیں باقی اشعار کے مصرع دوم میں قافیہ ہو مصرع اول میں کچھ ضرور نہیں اور شعر دوم کو حسن مطلع یا زیب مطلع کہتے ہیں[2] اور متاخرین شعر آخر غزل میں تخلص یعنی نام فرضی اپنا ضرور ذکر کرتے ہیں گو متقدمین میں کچھ یہ قید نہ تھی اور اُس کو مقطع کہتے ہیں بعض شعر مطلع میں بھی تخلص ذکر کرتے ہیں[3] اور مقطع میں مگر اس طرح لاتے ہیں کہ معنی دیگر مفہوم ہوں۔ شعر (جرأت)

کہاں ہے مجھ میں وہ جرأت کہ تمکو جانے نہ دوں

پر اس ڈھٹائی سے مجھ سے نہ تم چھڑاؤ ہاتھ

اور تعداد اشعار غزل کی پانچ۔ سات۔ نو[9]۔ گیارہ[11]۔ تیرہ[13] و پندرہ[15]۔ سترہ[17]۔ ٭ بیس[19] ہے

---

[1] غزل معنی لغوی عورتوں اور کنیزوں سے بات کرنا منقول ہے کہ غزل نام ایک شخص کا ہی کہ کمال سماع دوست و عشق باز تھا تمام عمر عشقبازی زنان اور رندمشربی میں صرف کرتا اور مضامین عاشقانہ اور ذکر حسن و عشق کرتا رہتا غزل اوسی سے منسوب ہے مگر یہ قول کچھ قابل اعتماد نہیں [2] بعض نے زیب مطلع کے دونوں مصرعوں میں ہمقافیہ ہونے کی شرط لگائی ہے [3]۔ شعر (میرا)

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے　　اُس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

اور بعض نے ادنیٰ تین بیت اور انتہا ۲۵ شعر لکھی ہے مگر متاخرین فارسی کے کلام میں چالیس سے بھی زیادہ اشعار کی غزل پائی جاتی ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ اشعار طاق ہوں جفت نہ ہوں اور غزل کا مضمون ہر شعر کا جداگانہ ہوتا ہے۔ یعنی اگر ایک شعر میں وصال اور دوسرے میں ہجر کا مضمون ہو یا ایک میں فخر دوسرے میں عجز تو جائز ہے لیکن قدما اکثر صرف ایک ہی مضمون میں غزل کہتے تھے[۱] اور یاد رہے کہ[۲] اشعار فارسی اور اردو میں عشق مرد کا مرد پر اور ہندی بھاکھا میں عشق عورت کا مرد پر بیان کیا جاتا ہے پس اگر زبان ریختہ[۳] میں دلبر آئی لکھیں ناجائز ہے دلبر آیا لکھنا چاہیئے اور اگر کوئی بھی شخص عاشق عورت لکھے تو یہ امر خاص ہے

فقط مثال غزل۔ غزل (جرأت)

بشکل مہر ہی گردش ہے ہمکو سارے دن	جو تم پھر آؤ تو ہیں پیارے ستھرے ہمارے دن
نہیں ہے تیرے مریضان ہجر کا چارا	اب اپنی زیست کے بھرتے ہیں بیچ بچارے دن
کب اُس سے ہوگی ملاقات ہیں یہ پوچھو ہوں	ذرا تو دیکھ نجومی مرے ستارے دن
بوصل کیونکہ مبدل ہوں ہجر کے ایام	مگر خدا ہی یہ بگڑے ہوئے سنوارے دن
لگایا روگ جوانی میں کیوں میاں جرأت	ابھی تو کھیل تماشے کے تھے تمھارے دن

---

[۱] جسے مسلسل کہتے تھے۔ شعر (آتش)

شب وصل تھی چاندنی کا سماں تھا	بغل میں صنم تھا خدا مہرباں تھا
بیاں حوادث کی طرح جو کر رہا ہے	یہ قصہ ہے جب کا کہ آتش جواں تھا
(ظفر) جہاں ویرانہ ہے پہلے کبھی آباد گھریاں تھے	شغال اب ہیں یہاں رہتے کبھی بستے بشریاں تھے

[۲] سنسکرت و عربی میں عشق مرد کا عورت پر [۳] انشا نے جو ۱۸۵۵ء یا ۱۲۴۰ھ ہجری میں موجود تھا شعر زبان اردوئے بیگمات میں عشق عورت کا مرد پر ایجاد کیا ہے اور اسکو ریختی نام لیا اور دیوان ترتیب دیا اگرچہ رنگین و خسرو نے پیشتر اس قسم کے اشعار لکھے تھے۔ ۱۲

قصیدہ[1] بعینہ مثل غزل کے ہے صرف فرق یہ ہے کہ غزل میں خصوصیت
مضمون کی ہے اور قصیدہ میں عام ہے خواہ حمد خواہ نعت خواہ مدح یا
ہجو خواہ حکایت خواہ پند ونصائح خواہ شکایت روزگار وغیرہ ہو اور قصیدہ
کم پچیس[۲۵] اور بقول بعض بیس[۲۰] انیس[۱۹] یا پندرہ[۱۵] یا بارہ[۱۲] بیت سے نہیں
ہوتا اور حد قصیدے کی نہیں لیکن متاخرین عجم نے ایک سو بیس[2] اور بقول
بعض ایک سو ستر بیت مقرر کی ہے اور اس میں اشعار معانی دقیق
بلیغ اور صنائع و بدائع لفظی و معنوی بیان کئے جاتے ہیں کہ جس سے
زور طبیعت اور قصد تمام شاعر کا معلوم ہو اور قصیدہ مدح میں دو تین
چار مطلع بھی علاحدہ علاحدہ لاتے ہیں اس کو ذوالمطالع کہتے ہیں اور یہ
محسنات قصیدہ سے ہے اور اکثر قصیدہ اپنے مضمون سے موسوم ہوتا
ہے یعنی اگر ذکر عشق میں ہے تو عشقیہ اگر ذکر بہار میں ہے تو بہاریہ اگر
شکایت گردش زمانہ میں ہے تو حالیہ اگر اپنی تعریف میں ہے تو فخریہ یا
حرف ردیف سے موسوم ہوتا ہے جیسے ردیف جیم ہے تو جیمیہ اور اگر
ردیف میم ہے تو میمیہ یا ردیف سے جیسے ردیف آفتاب ہو تو شمسیہ اور
قصیدۂ مدحیہ کے آخر میں الفاظ دعائیہ اکثر ضرور لاتے ہیں تشبیب[3]
بھی مثل غزل کے ہوتا ہے کہ اسمیں ذکر ایام شباب و شراب و کباب و

---

[1] قصیدہ لغوی معنی مغز سطبر اور بعض کہتے ہیں مشتق ہے قصد سے چونکہ قصیدہ میں قصد تمام شاعر کا پایا جاتا ہے یا مقصود اپنا لکھا جاتا ہے لہذا قصیدہ نام رکھا [2] اہل عرب کے نزدیک چنانچہ پانچ سو بیت سے زیادہ تک کہتے ہیں [3] تشبیب کے لغوی معنی ایام جوانی کا ذکر کرنا اور بعض نے تشبیب بہ سین مہملہ بمعنی عورتوں کا ذکر کرنا صحیح کیا ہے ۱۲

شاہد و مستی و صحبت یار و موسم بہار باراں و گلزار وغیرہ کا ہو پھر اُس سے کسی اور نظم خواہ مدح ممدوح خواہ تعریف معشوق وغیرہ کی طرف رجوع کریں غرض کہ تشبیب ایک خاص قسم تمہید کی ہے اور بعض اہل تحقیق جملہ تمہید کو خواہ اُس میں کوئی مضمون ہو تشبیب کہتے ہیں جس قصیدہ میں بعد تشبیب کے حسن تخلص نہ ہو اُس کو مقتضب کہتے ہیں اور جس میں تشبیب ہی نہ ہو اُس کو مجرد **مثال قصیدہ مع تشبیب** ۔

اٹھ گیا بہمن و دے کا چمنستاں سے عمل ۔ تیغ اُردی نے کیا ملک خزاں مستاصل
سجدۂ شکر میں ہے شاخ ثمردار ہر اک ۔ دیکھکر باغ جہاں میں کرم عز و جل
قوت نامیہ لیتی ہے نباتات کی عرض ۔ ڈال سے پات تلک پھول سے لیکر تا پھل
بسکہ ہے آب رواں عکس ہجوم گل کے ۔ لوٹے ہے سبزے پہ ازبس کہ ہوائے بیکل
جوشش روئیدگی خاک سے اب دور نہیں ۔ شاخ میں گاوزمیں کے بھی جو پھوٹے کونپل
آب جو گرد چمن لمعۂ خورشید سی ہے ۔ خط گلزار کے صفحے پہ طلائی جدول
کشت کرتے ہیں ہر اک تخم سے از فیض ہوا ۔ گرتے گرتے پہ زمیں برگ و بر آتا ہے نکل
جوہری کو چمنستان جہاں میں اس فصل ۔ آگ لعل و زمرد کے پرکھنے میں خلل
تا کجا شرح کروں میں کہ بقول عرفی ۔ اخگر از فیض ہوا سبز شود در منقل
نسبت اس فصل کو پر کیا ہے سخن نے میرے ۔ ہے فضا اُسکی تو دو چار ہی دن میں فیصل
اور میرا سخن آفاق میں تا یوم قیام ۔ رہے گا سبز بہر مجمع و ہر اک دنگل
ہو جہاں کے شعرا کا مرے آگے سرسبز ۔ نہ قصیدہ نہ مخمس نہ رباعی نہ غزل
ہے مجھے فیض سخن اُس کی ہی مداحی کا ۔ ذات پر جس کی ہے مبرہن کمنہ[1] عز و جل

---

[1] کمنہ بحرکت نون غلط لکھا۔ ۱۲

شیرِ یزداں شہِ مرداں علی عالی قدر — وصیِ ختمِ رسل اور امامِ اوّل
خاکِ نعلین کی جس کے مدد طالع سے — پاوے تجھے [illegible] شخص [illegible] زحل
مدح غائب سے کھلے اُسکے نہ مداح کا دل — رو برو مطلعِ ثانی سے ہو یہ عقدہ حل

مطلعِ ثانی

دید تیری بدوئی حق سے نگہ کا ہو خلل — ایک شے دو نظر آتی ہے بچشمِ احول
مرضیِ حق تری مرضی سے ہے جوں جمع مفرد — امر یقیں میں نہ گماں کر سکے زنہار خلل
رائے تیری کے موافق جو نہ لکھے نسخہ — کرے تاثیر نہ عیسیٰ کا مداوا بہ کسل
سایے میں دستِ کرم کے ترے ہر صبح و مسا — دولتِ ہر دو جہاں سے ہو غنی عبدِ اقل
وصف تجھ تیغِ دو سر کا میں کہوں کیا تجھ سے — دلِ مجنوں کا جو میداں میں کرے ہی صیقل
نرم اور سخت مساوی ہی کسو پر آوے — خواہ بر روئے قمر خواہ وہ بر پشتِ جبل
اُسکو آسیب نہیں صورتِ شمشیرِ قضا — نہ جھڑے وہ نہ مڑے وہ نہ پڑے اُس میں بل
زیرِ راں ہے جو ترے رخشِ فلک سیر شہا — ہے وہ محبوب جسے کہیے نہایت اچپل
وصف تیرے کی ہے شایاں زباں تیری ہی — سمجھے تو آپ کو یا تجھکو خداوند اجل
مدح اپنی نہ سمجھ یہ جو کہا میں اُس سے — رتبہ تجھ مدح کا اعلیٰ ہے سخن یہ اسفل
عرض احوال ہی اپنا ہی مجھے اس سے غرض — تا بہ آخر یہ جو موزوں میں کیا از اوّل
سو تو وہ کیا ہے رہا ہووے جو تجھ سے مخفی — نہیں راز دو جہاں آنکھ سے تیری اوجھل
پر کروں کیا میں کہ ہے آٹھ پہر دل میرا — گردشِ چرخ میں جوں شیشۂ ساعت بیکل
کہی جاتی نہیں وہ مجھ سے جو اس ظالم نے — کس طرح کی مری اوقات میں ڈالی ہلچل
اس ستمگار سے جب زور مرا کچھ نہ چلا — تب میں لاچار کہی شکوے میں اُسکے یہ غزل
داد کو کس کی فلک پہنچے کہ از روزِ ازل — صبح جب نکلے ہے خورشید تو لیکر مشعل

سامنے اُسکے اُٹھے دستِ تظلّم اُس کا | جوہرِ عقل میں جس شخص کے آجائے خلل
راست کیشوں سے کجی اتنی ہو اس ملعون کو | کر دیا سرو کو اُس نے نہ کبھی پھول نہ پھل
شہر اپنے کو جو ہیبت سے تری یا حیدر | آپ بیتا ہی گیا آمدن اُسکا سب پھل
کرکے دریافت اس احوال کو اب یا مولا | تجھ سے یوں عرض کرے ہے یہ ترا عبدِ اقل
یہ نکر مجھکو گوارا کہ گزند اس کے سے | ہند کی خاک میں اجزائے بدن جاویں گل
جلد پہنچا یہ زمینِ نجف اس عاصی کو | کہ اسے عمرِ ابد ہے جو وہاں آئے اجل
میری قسمت کے موافق تو معین کردے | اپنی سرکار سے اب ما تحلل کا بدل
طاقت طول سخن آگے بھی ٹک سودا کو | بخش اے قوتِ بازوے نبیِ مرسل
چاہتا ہے کرے آخر وہ دعا یہ پر | نظم تجھ مدح کی بہتر ز کلام اوّل
تا ملے خلعتِ نوروز بہ بستانِ جہاں | پاوے تا نیرِ اعظم شرف از برجِ حمل
برگ پیدا کرے تا باغ میں ہر ایک نہال | پھوٹے تا نامیہ سے شاخِ شجر میں کونپل
تا مسمّٰی رہے یہ نظم بہ باب الجنت | جب تلک اس سے برآئے مری امید و امل
نخلِ اُمید سے اپنے ہوں برومند محب | ہو محبت نہ تری جنکو نہ وہ پاویں پھل

رباعی جسکو ترانہ اور دوبیتی اور چارمصراعی بھی کہتے ہیں چار مصراع متفق الوزن والقوافی ہیں مصرع سوم میں اگر قافیہ ہو مضائقہ نہیں نہو تو ضرور نہیں[1] ایجاد رودکی[2] کی ہے محمد بن عیش نے رسالۂ عروض میں لکھا ہے کہ سنہ پانصدی میں ایک دن استاد رودکی غزنین میں چلا جاتا تھا راہ میں

---

[1] اگر مصرع دوم میں قافیہ نہو تو اس کو خصی بھی کہتے ہیں منسوب بہ خص بفتح خائے معجمہ و صاد مہملہ یعنی ناقص [2] نام شاعر کا ہے ۱۲

بیٹا امیر یعقوب بن لیث صفار کا گیارہ سال کا اور حسین بھا عید کے روز جوز بازی چند اطفال کے ساتھ کرتا تھا یعنی چند جوز کو ایک گڑھے میں ڈالنا چاہتا تھا ایک بار چھ جوز گڑھے میں جا پڑے اور ایک باقی بھی گڑھے میں جا پڑا تب وہ خوش ہو کر کہنے لگا۔ مصرع

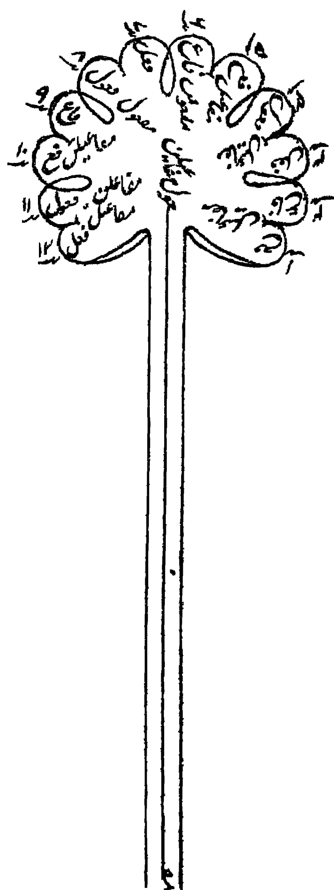
غلطاں غلطاں ہمی رود تا لب گو

رودکی نے سن کر اُس سے چوبیس وزن ایجاد کیے[۱] من بعد عروضیوں نے اس سے بہت زیادہ دس ہزار تک اوزان رباعی کے شمار کیے ہیں اور رباعی بحر ہزج مثمن سے مخصوص[۲] ہے اور نو زحاف یعنی خرم خرب قبض کف ہتم جب بتر شتر زلل واقع ہونے سے چوبیس وزن پیدا ہوتے ہیں[۳]۔ اِن میں سے بارہ وزن اخرب الصدر والابتدا ہیں اور بارہ اخرم الصدر والابتدا خواجہ حسن قطان خراسانی نے اُسکے دو شجر بنائے ہیں بدیں شکل۔

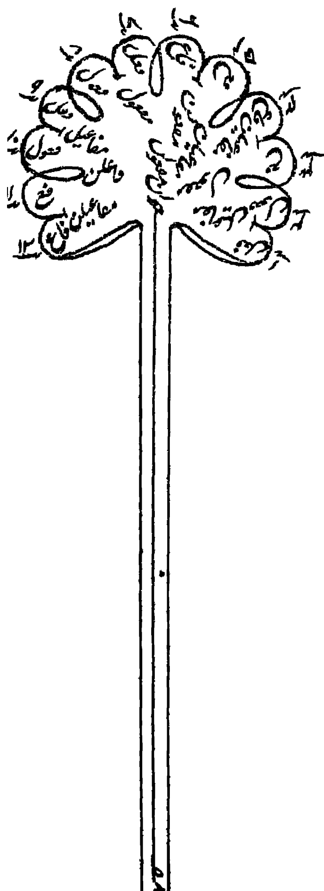
---

[۱] جیسے مفعول مفاعلن فعولن فعلن مکسور العین و مفعول مفاعلن فعولن فعلات مکسور العین وساکن العین وغیرہ [۲] دس ارکان رباعی میں آتے ہیں صدر و ابتدا میں اخرم مفعولن اخرب مفعول عروض و ضرب میں اہتم فعول مجبوب فعل ابتر فع ازل فاع حشو میں سالم مفاعیلن مقبوض مفاعلن مکفوف مفاعیل اشتر فاعلن اور ان کے سوا اخرم و اخرب حشو میں بھی آجاتے ہیں اوزان ارکان کے بعد یک دیگرے لانے کا قاعدہ اس مصرع میں مرقوم ہے ع سببے سبب است و تد پے و تد است یعنی اگر ایک رکن کے آخر میں سبب ہے تو رکن مابعد کی ابتدا میں سبب ہونا ضرور ہے علیٰ ہذا القیاس و تد اس لحاظ سے ارکان کو جمع کرنے سے ۲۴ اوزان ظاہر ہونگے [۳] ان اوزان کے اجتماع یا یک دیگرے بیت ناموزوں نہیں ہوتی ہے اوزان کے باہم دیگر فراہم کرنے سے بقول صاحب میزان الافکار ۲۴۴ یا ۸۲ قسم کی رباعی پیدا ہوسکتی ہے۔ ۱۲

شجرۂ اخرب الصدر والابتدا



شجرۂ اخرم الصدر والابتدا



ان چھ رباعی عبدالعزیز خاں عزیز بریلوی کا ہر مصرع ایک وزن رباعی پر ہے تین رباعی اوزان اخرب کی اور تین اخرم کی اخرب کی یہ ہیں۔

بہ ترتیب نشان نمبر رباعی

ہے شبنم حیران[1] کو مجھ سے یہ حجاب ۸	آنکھوں کو کرے چار نہیں یارا سے تاب ۴
حیرت کو مری غور اگر کرتا ہے ۱	آئینے کی آنکھ میں بھر آتا ہے آب ۲
دیگر سرمایۂ غفلت ہی تماشائے جہاں ۳	بینا ہے وہ جو نہ وا کرے آنکھ یہاں ۱۲
ہر پردۂ دید ہے حجاب غفلت ۱۰	عارف کو ہی یہ کھلتا ہے راز نہاں ۵
دیگر ہی اہل سخا سے چرخ دوں برسر جنگ ۱۱	پایا ہے خسیسوں نے تاج واورنگ ۶
غنچے سے چمن میں ہے یہ معلوم ہوا ۷	زر جسکی گرہ میں ہے وہی ہی دل تنگ ۹

اور رباعیات اوزان اخرم کی یہ ہیں

ہیں باغ عالم میں کیا کیا گل وخار ۸	لیکن ہے دیدۂ بصیرت درکار ۱۲
بینائی آنکھوں میں نرگس کے ہو ۵	گلشن میں تب کرے تماشائے بہار ۱۰
(دیگر) لازم ہے انسان[2] کو ہو سب سے جدا ۱	ہوتا ہے مشہور رہے جو تنہا ۳
وحدت سے ہے فروغ خورشید فلک ۹	شہرت عزلت میں ہے مثال عنقا ۱۱
(دیگر) دنیا میں ہنسنے سے بشر کون ہی پاک ۲	لیکن ہی دیوانہ اگر ہو بے باک ۴
دیکھو تو گلشن میں گل نے یہ کیسا ۷	ہنستے ہنستے دامن کر ڈالا چاک ۶

اور واضح ہو کہ اگرچہ اہل عروض قید اس امر کی کرتے ہیں کہ اوزان رباعی

---

[1] حیران بنون غنہ پڑھنا چاہیے [2] واقعی مصرعۂ چہارم رباعی کی جان ہوتا ہے۔
[3] باعلان نون پڑھنا چاہیے۔ ۱۲

دائرہ اول و دوم ایک رباعی میں باہم جمع نہ ہوں مگر شعرا کے کلام میں یہ قید پائی نہیں جاتی۔ رباعی (میر سوز)

مدّت ہوئی ہم کو جا نفشانی کرتے — کیا ہو جاتا جو مہربانی کرتے
لختِ جگر و کباب دل تھے تیار — تم آتے تو ہم بھی میہمانی کرتے

مصرع دوم دائرہ اخرم کا باقی ہر سہ دائرہ اخرب کے ہیں۔ قطعہ[1] عبارت ہے دو یا زیادہ ابیات متفق الوزن والقوافی سے مطلع ہو خواہ نہو اور مضمون سب ابیات کا متعلق ہو جدا گانہ نہو گویا کہ قطعہ کسی غزل یا قصیدے کا ٹکڑا ہے اور اشعار قطعہ اقل ۔۲۔ اور زیادہ ۔ ۱۷ تک ہیں اور بعض کے نزدیک حد نہیں۔ قطعہ (ذوق)

میں نہ تڑپا جو دم ذبح تو یہ باعث تھا — کہ رہا مدنظر حسن کا آداب مجھے
ورنہ وہ شوخ کہ جو گل سے بھی نازک ہے سوا — لیوے اس طرح سے زانو کے تلے داب مجھے

مثنوی[2] یا مزدوج ابیات متفق الوزن کہ ہر بیت کے مصرعے جداگانہ باہم مقفیٰ ہوں۔ مثنوی (میر تقی)

عشق ہے تازہ کار تازہ خیال — ہر جگہ اس کی اک نئی ہے چال
کہیں آنکھوں سے خون ہو کے بہا — کہیں سر میں جنون ہو کے رہا
گہ نمک اُس کو داغ کا پایا — گہ پتنگا چراغ کا پایا

اور اس کے واسطے سات بحریں مخصوص ہیں اول متقارب مثمن مقصور یا محذوف الآخرین[3] اور یہ بحر مخصوص ہے ذکر جنگ سلاطین وغیرہ

---

[1] قطعہ لغوی معنی کسی چیز کا ٹکڑا [2] مثنوی منسوب بہ مثنیٰ بمعنی دو دو [3] یعنی فعولن فعولن فعولن فعول یا فعل ۱۲ ۔

کے واسطے چنانچہ شاہنامہ اگرچہ میر حسن نے مثنوی سحرالبیان میں قصۂ
عشقیہ اس بحر میں لکھا ہے دوم ہزج مسدس[۱] مقصور آخر یا محذوف الآخر
اور یہ[۲] مخصوص ذکر عاشق و معشوق کے واسطے ہے جیسے نل دمن و پدماوت
و اعجاز عشق۔ سوم ہزج مسدس اخرب مقبوض یا اخرم اشتر مقصور الآخر یا
محذوف الآخر اس میں بھی خصوصیت ذکر عشق کی ہے جیسے گلزار نسیم
چہارم خفیف مخبون مقصور یا محذوف[۳] اس میں معاملات نصائح و حکمت
اکثر مذکور ہوتے ہیں اور مضامین عشقیہ بھی اکثر نے لکھے ہیں جیسے بہار عشق
فریب عشق۔ زہر عشق۔ دریائے عشق سراپا سوز۔ پنجم رمل مسدس[۴] مقصور الآخر
یا محذوف الآخر اس[۵] میں حکایات علما و اولیا و حقایق حکمت و نصائح
وغیرہ زیبا ہے جیسے گلزار ابراہیم وایجاد رنگین و گلزار نشاط اور حکایات
عشق کا بھی مضائقہ نہیں ششم رمل مسدس و مخبون مقصور یا محذوف الآخر
اس میں بھی مضامین حکما اور اولیا وغیرہ کا زیبا ہے اس وزن کا موجد
بعض شخص امیر خسرو دہلوی کو کہتے ہیں مگر غلط ہے کیونکہ اس[۶] سے پیشتر
کے شعرا کے اشعار پائے گئے ہیں ہفتم سریع مسدس مطوی مقصور یا
محذوف الآخر[۷] اس وزن میں سوائے ذکر عاشق و معشوق کے اگر اور

۱ہ یعنی مفاعیلن مفاعیلن فعولن یا مفاعیل ۲ہ یعنی مفعول مفاعلن فعولن یا مفاعیل و فعولن
فاعلن فعولن یا مفاعیل ۳ہ یعنی فاعلاتن مفاعلن فعلن ۴ہ یعنی فاعلاتن فاعلاتن فاعلات
یا فاعلن ۵ہ یعنی فعلاتن فعلاتن فعلان یا فعلن ۶ہ محمد بن عیش خوارزمی نے اپنے رسالہ
عروض میں یہ وزن لکھا ہے اور اشعار اساتذہ قدیم مثال میں لکھے ہیں اور وہ امیر خسرو سے
بہت پیشتر گذرا ہے ۷ہ یعنی مفتعلن مفتعلن فاعلات یا مفاعلن ۔ ۱۲

کچھ ذکر ہو تو مضائقہ نہیں جیسے قصۂ حضرت بلال اگر ان اوزان کے سوا اور وزن میں مثنوی کوئی شخص کہے تو دلچسپ نہیں ہوتی ترجیع بند اگر چند اشعار متفق الوزن والقوافی مثل قصیدے و غزل کے بعد ایک شعر متفق الوزن و مختلف القوافی لائیں اُس کو بند کہتے ہیں اور اگر چند بند کے ہموزن اسی طرح جمع کئے جائیں بشرطیکہ شعر مختلف القافیہ ہر بند میں ایک ہی واقع ہو اس کو ترجیع بند کہتے ہیں اور اگر اور اور شعر بعد ہر بند کے لائیں اُس کو ترکیب بند کہتے ہیں۔ ترکیب بند دو قسم ہے ایک وہ کہ بند کی ہر بیت اجنبی کا قافیہ جدا گانہ ہو کہ اُن کے اجتماع سے مثنوی بن جائے دوسرے وہ کہ سب اشعار ہر بند ایک قافیہ کے ہوں ایسے کہ اُنکے اجتماع سے قصیدہ یا غزل کی صورت ظاہر ہو اور ہر بند کم۔ ۵ بیت سے اور زیادہ گیارہ بیت سے نہو۔

سلہ چنانچہ سودا نے اس وزن پر مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن لکھا ہے شعر

یار رخدا ہے وہ ایک دوسرے برحق نبی　　اور ہے لوح و قلم جس کے لئے ہے۔

اور میر کی مثنوی اسی وزن پر ہے۔ شعر

ضبط کروں میں کہاں تک آداب　　چل اے خامہ بسم اللہ اب۔

اور میر نجات کی مثنوی گل کشتی شعر

بازوں بروز من بر فن باندہیرے　　شیر اندام ہے تو چہ کشتی گیر سے

فائدہ۔ مثنوی کی ہر ایک داستان کے شروع میں تمہید بھی لکھتے ہیں اور دیباچے میں حمد و نعت و مدح بادشاہ و تعریف سخن و سبب تالیف کتاب وغیرہ چند چیزیں بیان کرتے ہیں اور ان قواعد مثنوی کا موجد نظامی گنجوی ہے اس سے پیشتر شروع کتاب سے آغاز مطلب کرتے تھے جیسے تحفۃ العراقین خاقانی و مثنوی مولانا روم وغیرہ۔ ۱۲

مثال ترجیع بند از مومن

تو چھوڑ کے مجھے چلا گیا دل — ہے اُس سے زیادہ بیوفا دل
دلدار کے کھینچنے پڑے ناز — افسوس کہ میرے پاس تھا دل
یہ دشمن جاں تمھیں مبارک — یعنی نہیں میرے کام کا دل
کیوں دعوے دلربائی اتنا — مائل اُدھر آپ ہی ہوا دل
دیتا ہوں دم ایسے فتنہ گر پر — انصاف سے دیکھنا مرا دل
اُس چشم نے کر دیا خراب آہ — تھا ورنہ بہت ہی پارسا دل
کیسی مری جان پر بن آئی — اللہ بگڑ گیا ہے کیا دل
گھوٹے ہے گلے کو کوئی ہمدم — کیا بات کروں کہ ہے خفا دل
اے محرمِ راز کیا کروں میں — کس آفتِ جاں پہ آ گیا دل
اے مونس و غمگسار ہر دم — کیا پوچھے ہے کیونکہ لے گیا دل
آں شوخ چناں ربود از من — گویا کہ دلم نہ بود از من
پردے میں ہے رشکِ ماہ میرا — کیونکر نہ ہو دن سیاہ میرا
کیا مرنے کے بعد پاؤں پھیلائے — ہے مقبرہ خواب گاہ میرا
بس آپ میں آ تُم کہ شاید — ہو دل میں گذار گاہ میرا
اس سدِ سکندری کو توڑو — آئینہ ہے سنگِ راہ میرا
میں کشتۂ شہیدِ بے دیت ہوں — ہے شوقِ ستم گواہ میرا
دیکھا تو نے کر رنگ بدلا — اے شوخ فسوں نگاہ میرا

اے دوستو ہاتھ سے چلا میں — قابو میں نہیں دل آہ میرا
مرنا نہیں اختیار کی بات — خود جرم ہے عذر خواہ میرا
اے چارہ گر اب تو چھیک تدبیر — ہے حال بہت تباہ میرا
ناصح انصاف تو ہی کر یار — دل دینے میں کیا گناہ میرا
آں شوخ جہاں ربود از من — گویا کہ دلم نبود از من

مثال ترکیب بند از مومن

دل کی طرح سے یہ بھی چلی جاں کو کیا ہوا — دم میں نہیں ہر دم مرے جاناں کو کیا ہوا
سر پیٹتا ہے شانہ پڑا دونوں ہاتھ سے — کیا جانے اُس کی زلف پریشاں کو کیا ہوا
پیتی ہے اپنا خونِ دل افسوس سے حنا — اُس دست رشکِ پنجۂ مرجاں کو کیا ہوا
شبنم کو پھر ہے جانبِ خورشید التفات — شرمندہ سازِ مہر درخشاں کو کیا ہوا
دل میں شکن ہے زلفِ مسلسل کدھر گئی — برہم ہے حال کاکلِ پیچاں کو کیا ہوا
لذت فزا نہیں الم اُس لب پہ کیا بنی — کچھ زخم بے مزہ ہے نمکداں کو کیا ہوا
بوئے قبائے یوسفِ گل ہے نسیم میں — اُس کی شمیم عطر گریباں کو کیا ہوا
گردش پہ اپنی ناز ہے پھر روزگار کو — اُس چشم رشکِ فتنۂ دوراں کو کیا ہوا
دعوے ہے شوخیوں کا غزالانِ دشت کو — اُس خوش نظر کی جنبش مژگاں کو کیا ہوا
کتاں ہے سینہ چاک رخِ ماہ دیکھ کر — اُس روئے غیرتِ مہِ تاباں کو کیا ہوا

عیب حجاب شمع رخان جہاں گیا
وہ مہر آسمان نکوئی کہاں گیا

یہ گلستاں برائے تماشا نہیں رہا — وہ نوبہار عشرت دنیا نہیں رہا
افسوس کوئی پردہ نشیں پردہ در نہیں — وہ حسن جس سے عشق ہو رسوا نہیں رہا
حیف اپنی تلخ کامی و شوریدہ طالعی — جس سے کہ زندگی کا مزہ تھا نہیں رہا
اے چرخ چاہنے سے رہے مہر و ماہ کو — کیا چاہیں وہ روزگار تمنا نہیں رہا
اپنی خرابیوں کو کہاں جا کے روئیے — وہ شمع روئے انجمن آرا نہیں رہا
دل میں جگہ نہ ہونے کا کس سے گلا کریں — وہ قدردان شکوۂ بیجا نہیں رہا
کس کو گلے لگائیے اے شوق ہم کنار — وہ خوش گلوئے سینہ مصفا نہیں رہا
کس سے نباہیے کہ سوائے وفات لکھے — دنیا میں ہائے نام وفا کا نہیں رہا
اب کس کو دیکھیے کہ کسی کو نہ دیکھیے — وہ پردہ سوز چشم تماشا نہیں رہا
اُس نور چشم حسن کو کیونکر نہ روئیے — آنکھوں میں جو رہے کوئی ایسا نہیں رہا
ہر دم جبین آئینہ آلودہ نم سے تھی — یہ آب و تاب حسن اسی کے دم سے تھی

مثال ترکیب بند از میر

جب تک کہ روز عید مسرت فزا رہے — جب تک کہ کعبہ قبلۂ اہل صفا رہے
جب تک کہ قبلہ مرجع خلق خدا رہے — مسجود جب تلک حرم کبریا رہے
قرباں تجھ پہ عید سعادت فدا رہے — بالائے فرق سایۂ بال ہما رہے
مسجود اہل شرع ہو جب تک خدا کا گھر — جب تک نمازیوں کے جھکیں مسجدوں میں سر
جب تک کہ معتکف رہیں محراب میں بشر — جب تک وظیفہ خواں رہیں زہاد ہر سحر
یارب صف امام کا تو پیشوا رہے — آفاق مقتدی رہے تو مقتدا رہے

مسمط[۱] سات قسم ہے مربع مخمس مسدس مسبع مثمن متسع معشر اور یہ اسما باعتبار تعداد مصاریع ہر بند کے ہیں پس چاہیے کہ ہر قسم کے بند اول کے سب مصرعے مقفے ہوں آیندہ ہر بند کا قافیہ جدا مگر آخر مصرع اصل قافیہ بند اول کی طرف راجع ہو اور واضح ہو کہ سوائے مخمس باقی اقسام اُس کے قدما میں رائج تھے اب کم مستعمل ہیں اور شعرائے زبان ریختہ نے قسم ہشتم یعنی مثلث جسکو اُن کی اصطلاح میں تکڑے کہتے ہیں ایجاد کیا ہے بصفت مذکور

مثال مثلث

برقع جو اپنے مُنہ سے صنم نے اُٹھا دیا ‏— سب کو خدا کے نور کا جلوہ دکھا دیا
سجدے کو مہر و ماہ نے بھی سر جھکا دیا ‏— یوسف کا حسن قصہ پارینہ ہو گیا
دل اُس کے عکس نور سے آئینہ ہو گیا ‏— قامت نے اُس کے فتنہ محشر جگا دیا

مثال مربع

اُس کو مجرا[۲] ہے جو کہتا زار آگے جو رضا ‏— عشق میں دلبر کے ہوں بیمار آگے جو رضا
یار سے کہتا تھا یہ ہر بار آگے جو رضا ‏— آبرو رکھیو مری اے یار آگے جو رضا
اسقدر اپنی لگا دے ابرو تیرے دلمیں جاہ ‏— جو نظر آئے تو ہی ماہی سے لیکر تا بہ ماہ
جس طرف کو آنکھ جھکے تری برق نگاہ ‏— سر جھکاؤں واں ہیں سو سو بار آگے جو رضا

---

[۱] تسمیط کے معنی پرو نا موتی کا ڈورے میں [۲] مصراع اول مصرع سلام کا معلوم ہوتا ہے۔

مثال مخمس

گر شاہ سر پہ افسر زرکفکر ہوا تو پھر کیا   اور بحر سلطنت کا گوہر ہوا تو پھر کیا
ماہی علم مراتب پر نہ ہوا تو پھر کیا   نوبت نشان نقارہ در پہ ہوا تو پھر کیا
سب ملک سب جہان کا سر در ہوا تو پھر کیا

یا در کھ کے فوج و لشکر کی سلطنت پناہی   پھیری دُھائی اپنی ے ماہ تا بہ ماہی
جب آنکر فنا کی سر پر پڑی تباہی   پھر سر رہا نہ لشکر نے تاج پادشاہی
دارا و جم سکندر اکبر ہوا تو پھر کیا

مثال مسدس

ہے دام بلا طرۂ طرار کسی کا   ہوا اول یہ گرفتار کسی کا
یاں ہجر سے جینا ہوا دشوار کسی کا   واں بات بھی کرنے کو نہیں بار کسی کا
یاں دیدہ تو تھا طالبِ دیدار کسی کا
واں بند ہوا روزن دیوار کسی کا

یاں لب پہ مری آٹھ پہر جان حزیں ہے   جو دم کہ گذرتا ہے دم بازپسیں ہے
واں اُس بتِ عیار کو پرواہی نہیں ہے   غافل مرے احوال سے وہ پردہ نشیں ہے
کہتے ہیں جو کچھ لوگ جواب اُسکا نہیں ہے
کہنا نہیں سنتا ہے وہ زنہار کسی کا

مثال مسبع

افسوس اس چمن میں وہ سرو رواں نہیں
لطف بہار تازگی گلستاں نہیں
ایسا کوئی چمن نہیں جس میں خزاں نہیں
گل خندہ زن نہیں کہ وہ آرام جاں نہیں
سنبل میں بوئے کاکل عنبر فشاں نہیں
بلبل کا شاخ گل پہ کوئی آشیاں نہیں
وہ چہچہے نہیں ہیں وہ شور و فغاں نہیں

سر پر اڑاتی خاک ہے بادِ سحر کہیں
شبنم سرشک گرم سے ہے چشم تر کہیں
پتھر پہ باغباں پٹکتا ہے سر کہیں
بلبل کا آشیاں ہے کہیں بال و پر کہیں
لالے سے آشکار ہے داغ جگر کہیں
خالی پڑا ہے درد و مصیبت سے گھر کہیں
دل میں جگر میں آنکھ میں سر میں کہاں نہیں

مثال مثمن

قلق اس مہ کی جدائی کا ستاتا ہی مجھے
شمع ساں داغ دلِ خستہ جلاتا ہی مجھے
عشق اس زلف کا دیوانہ بناتا ہی مجھے
مثلِ وحشی کے شب و روز پھراتا ہی مجھے
ڈوبنا ضعف سے مشکل نظر آتا ہی مجھے
موج کے ساتھ ہی دریا بھی ڈبوتا ہی مجھے
قیس تحزوں جو کبھی آپ میں پاتا ہی مجھے
ناتواں جان کے سامنے سے ڈراتا ہی مجھے

ہے تجھے زلف رسا کی قسم اے باد صبا
اگر اس شوخ کے کوچہ میں گذر ہو تیرا
کہیو پیغام یہ اس ماہ لقا سے میرا
کہ برا حال ہے ظالم ترے سودائی کا

ہو گیا آج غمِ ہجر سے لاغر اتنا ‌ ‌ ‌ ‌ کہ مرے سدیے کا ہوتا ہی مجھی پہ دھوکا

جس طرح لے کے پر کاہ کو اُڑتی ہے صبا
رنگ چہرے کا اُڑائے لئے جاتا ہے مجھے

مثال مسبع

ہو گیا زلف گرہ گیر کا سودا ہم کو ‌ ‌ ‌ ‌ طوق و زنجیر سے بس اُنس ہے زیبا ہم کو
بیٹھنے دیتے نہیں آبلۂ پا ہمکو ‌ ‌ ‌ ‌ پاؤں پڑ پڑ کے لئے جاتے ہیں صحرا ہم کو
کبھی ہنستے ہیں کہ اس گل نے رُلایا ہمکو ‌ ‌ ‌ ‌ کبھی اُس ہنسنے پہ آجاتا ہے رونا ہم کو
زورِ وحشت نے دکھایا ہے تماشا ہمکو ‌ ‌ ‌ ‌ آپ ہی دل نے تو دیوانہ بنایا ہم کو

آپ ہی بھاگ گیا چھوڑ کے تنہا ہم کو

سنبلِ تر کی قسم زلفِ چلیپا کی قسم ‌ ‌ ‌ ‌ شورِ محشر کی قسم قامتِ رعنا کی قسم
گلِ خنداں کی قسم عارضِ زیبا کی قسم ‌ ‌ ‌ ‌ دلِ نالاں کی قسم بلبلِ شیدا کی قسم
چشمِ جادو کی قسم نرگسِ شہلا کی قسم ‌ ‌ ‌ ‌ دُرِ دنداں کی قسم عقدِ ثریا کی قسم
غمِ مجنوں کی قسم عشوۂ لیلیٰ کی قسم ‌ ‌ ‌ ‌ حسنِ یوسف کی قسم عشقِ زلیخا کی قسم

کہ سوا تیرے کبھی اور نہ بھایا ہم کو

مثال معشر

نہ اُسے پاس آشنائی ہے ‌ ‌ ‌ ‌ نہ ہمیں طاقت جدائی ہے
مرگ سے دیر کیوں لگائی ہے ‌ ‌ ‌ ‌ عمر جینے سے تنگ آئی ہے

بات قسمت نے یہ بڑھائی ہے اپنے طالع کی نارسائی ہے
ورنہ مرنے میں کیا برائی ہے زندگی سخت بے حیائی ہے
کوفت سے جان لب پہ آئی ہے
ہم نے کیا چوٹ دل پہ کھائی ہے

اُس کے جور و جفا سہے ہیہم نہ ہوا شوق اپنے دل سے کم
بوسۂ لعل لب سے وائے ستم نہ ہوئے کامیاب مرتے دم
اُس دہن نے دکھائی راہ عدم آب حیواں تھا اپنے حق میں سم
کیا کہوں دوستو حکایت غم اُس کے کوچہ میں مثل نقش قدم
ہو گئے خاک سے برابر ہم
واں وہی ناز خودنمائی ہے

فائدہ واضح ہو کہ شعرائے متاخرین اکثر اقسام مسمط مسدس ومثمن وغیرہ کو بطور ترجیع بند و ترکیب بند کے استعمال کرتے ہیں اور مخمس میں اکثر غزل کسی کی تضمین کرتے ہیں۔

مثال مسدس ترکیب بند از امانت

عشق کے حال سے یارب کوئی آگاہ نہو پائوں اس راہ میں رکھکر کوئی گمراہ نہو
زرق بحر غم واندوہ میں دل آہ نہو حسن یوسف بھی نظر آئے تو کچھ چاہ نہو
مثل ہاروت اسیر چہ بابل ہوئے
دل مگر زہرہ جبینوں پہ نہ مائل ہوئے

عشق کے نام سے یارب کوئی بدنام نہو خاص میں شورش وحشت کی خبر عام نہو
انتہا سوچ کے وارفتہ و خود کام نہو ابتدا عمر میں الفت کا سرانجام نہو
نہ گرفتار زد غیرت شمشاد رہے
سرو کی طرح سے اس باغ میں آزاد رہے

مثال مسدس ترجیع بند وله

فراق میں یہ غم بے حساب ہو دل کو کہ زندگی کی طرف سے جواب ہو دل کو
نہ دن کو چین نہ راتوں کو خواب ہے دل کو خیال یار میں کیا اضطراب ہے دل کو
نہ اُس کا وصل ہے ممکن نہ تاب ہو دل کو
عجب طرح کا الٰہی عذاب ہے دل کو
جدائی اُسکی خدایا بہت ستاتی ہے علاج کیجئے کیا کچھ نہیں بن آتی ہے
اجل بھی ہجر میں صورت نہیں دکھاتی ہے نہ یار آتا ہے مجھ تک نہ جان جاتی ہے
نہ اُس کا وصل ہے ممکن نہ تاب ہے دل کو
عجب طرح کا الٰہی عذاب ہے دل کو
کبھی ایک مصرع بطور ترکیب بند اور ایک ترجیع بند ہوتا ہے شعر نظیرا
دنیا میں کوئی خاص نہ کوئی عام رہے گا نے صاحب مقدور نہ ناکام رہے گا
زردار نہ بے زر نہ بد انجام رہے گا شادی نہ غم گردش ایام رہے گا
نے عیش نہ دکھ درد نہ آرام رہے گا
آخر وہی اللہ کا اک نام رہے گا

یہ چرخ جو کھاتا ہے پڑا گنبد ازرق[1] ۔۔۔ یہ چاند یہ سورج یہ ستارے ہیں معلق
لوح و قلم و عرش بریں ثابت و مطلق ۔۔۔ سب ٹھاٹھ یہ اک آن میں ہو جائیگا ہو حق

آغاز کسی شے کا نہ انجام رہے گا
آخر وہی اللہ کا اک نام رہے گا

مخمس مائل بہ تضمین غزل عشرت

غم فراق سے جو سینہ شق ابھی سے ہے ۔۔۔ سپید چہرہ برنگ افق[2] ابھی سے ہے
جو جاؤں جاؤں کا اسکو سبق ابھی سے ہے ۔۔۔ شب فراق میں دل پر قلق ابھی سے ہے

سحر ہے دور مرا رنگ فق ابھی سے ہے

دماغ دوستو اپنے جو کج کلاہ کا ہے ۔۔۔ نہ حور کا نہ پری کا نہ بادشاہ کا ہے
ہراس دل میں سمایا ہوا جو راہ کا ہے ۔۔۔ گیا نہیں وہ ارادہ ہی سیر ماہ کا ہے

یہ نازکی کہ جبیں پر عرق ابھی سے ہے

مستزاد اصل میں ایک جزو مقفے اوزان رباعی کا بعد ہر مصرع رباعی کے لانا ہے اور خوبی مستزاد کی یہ ہے کہ مضمون شعر کا اُس فقرے پر منحصر نہو اس صورت میں اسکو مستزاد عارض کہتے ہیں اور اگر معنی فقرے پر منحصر ہوں تو اسکو مستزاد لازم جیسے

رباعی (للمولف)

ہے جب سے مری تجھ سے جدائی پیارے + ہے حال تباہ ۔۔۔ غم سے ہے جان لب پہ آئی پیارے + انا للہ
اے کاش جو جانتا میں پہلے سے + ہوتا یہ حال ۔۔۔ کرتا ہرگز نہ آشنائی پیارے + خالق ہے گواہ

---

[1] ازرق بتقدیم معجمہ بر مہملہ بمعنی کبود [2] افق بضمتین کو بفتحہ ثانی لکھا۔۱۲

اور متاخرین نے غزل کو بھی مستزاد[1] کیا ہے جیسے شعر (جرأت)

جادو ہے نگہ چھب ہے غضب قہر ہے مکھڑا + اور قد ہے قیامت
غارت گرِ دیں وہ بتِ کافر ہے سراپا + اللہ کی قدرت

ہیں بال بھی بکھرے ہوئے مکھڑے پہ دھواں دھار - جوں شعلۂ پرزور
اور رنگ رُخِ یار ہے گویا کہ بھبھوکا + اور تس پہ ملاحت

کبھی صرف مصرع دوم میں فقرہ مستزاد لاتے ہیں جیسے مستزاد

جس باغ میں وہ سروِ گل اندام نہیں ہے
جس بزم میں وہ شمع دل آرام نہیں ہے ویرانہ ہے گویا
پروانہیں گر آتشِ جاں سوز جلا ئے
عاشق کا تو جلنے کے سوا کام نہیں ہے پروانہ ہے گویا

کبھی کئی فقرے مستزاد لاتے ہیں جیسے - سراج - شعر

تجھ زلف کی یہ باس گئی جب سے ختن میں + ہے نافہ آہو پر مشکِ خطا سے
ہر غنچۂ دل تنگ ہوا پھول چمن میں + اے شوخ سمن بو تجھ مکھ کی ہوا سے

کبھی مصرع غزل میں قافیہ نہیں کبھی لاتے ہیں صرف قافیہ فقرہ مستزاد پر کفایت کرتے ہیں شعر (ظفر)

میں ہوں عاشق مجھے غم کھانے سے انکار نہیں ہے یہی میری غذا
تو ہے معشوق تجھے غم سے سروکار نہیں کھائے غم تیری بلا

طلب بوسہ پہ کیوں اتنا بُرا مانتے ہو ہمیں پہچانتے ہو
دیکھو ہم ہیں وہی جانباز جنھیں جانتے ہو کرتے ہیں جان فدا

---

[1] ضرور ہے کہ فقرۂ مستزاد وزن مزید علیہ کے مناسب ہو یعنی اُسی کا ایک حصہ ہو یعنی اُس وزن کے رکن اوّل و آخر کے مجموعہ کے برابر ہو جیسے فاعلاتن فعلاتن فعلن فاعلاتن فعلن - ۱۲

واضح ہو کہ اقسام نظم یہی ہیں جو مذکور ہوئے آئندہ اکثر نظم اپنے
مضمون سے موسوم ہوتا ہے اگر تعریف ذات باری ہے تو حمد۔ اور
تعریف پیمبر ہے تو نعت۔ اور تعریف بادشاہ و امرا کو مدح اور صفت
اصحاب و اہلبیتؑ کو منقبت کہتے ہیں۔ جس میں مذمت کسی کی ہو اسکو
ہجو اور جس میں معشوق سے بیزاری اور عاشق کی بے پروائی کا مضمون
اور دوسرے معشوق سے دل لگانے کی چھیڑ لکھیں اُس کو واسوختؔ[1]
کہتے ہیں اور واسوخت اکثر ترکیب بند مسدس یا مثمن ہوتا ہے۔
اور ذکر شہادت سید الشہداؑ اور واقعۂ کربلا اگر قصیدے کے طور پر
ہو اُس کو مجرا اور سلام کہتے ہیں اور مطلع میں بھی لفظ مجرا اور سلام کا لاتے
ہیں۔ اگر مستزاد ہو تو اُسکو اکثر نوحہ کہتے ہیں اور اگر مسدس یا مثمن خواہ
ترجیع بند یا ترکیب بند ہو اُس کو مرثیہ کہتے ہیں اور جو کلام شکایت انقلاب
زمانہ میں ہو اُسکو شہر آشوب کہتے ہیں اور جس میں سنہ کسی واقعے کے
نکلتے ہوں اُس کو تاریخ کہتے ہیں۔ اقسام نثر واضح ہو کہ نثر تین قسم
ہے مسجع۔ مرجز۔ عاری۔ مسجع وہ ہے کہ جس میں کلمات اواخر فقر
تین مقفا ہوں جیسے سبزے پر شبنم کے قطرے اس طرح نمودار جیسے زمرد
کی تختی پر ہیرے کے ٹکڑے جڑے ہوں اور ہر شاخ پر بیلے چنبیلی کی
کلیوں سے وہ بہار جیسے سبز پری کے گلے میں پھولوں کے ہار پڑے ہوں
اور اقسام سجع باب دوم میں مذکور ہوئے مرجز وہ نثر کہ کلمات دونوں

---

[1] مشتق از واسوختن بمعنی بیزار شدن ۔ ۱۲

فقروں کے سب ہموزن ہوں مقفٰے نہ ہوں جیسے قامت موزوں کے روبرو سرو رواں ناچیز ہے۔ اور کاکل پیچاں کے سامنے مشک ختن بے قدر ہے نثر مرجز قلیل الاستعمال ہے۔
عاری وہ کہ مسجع و مرجز کے شرائط اُس میں نہ ہوں لیکن سلاست و فصاحت الفاظ و متانت و بلاغت معنی رکھتی ہو اور واضح ہو کہ یہ تینوں قسم تین تین قسم ہیں۔ سلیس دقیق رنگین۔ سلیس وہ کہ الفاظ مروج اور مانوس الاستعمال ہوں۔ دقیق وہ کہ متانت اور دقّت زیادہ ہو اور مضمون تامل سے مفہوم ہو خواہ دقت لفظی ہو یا معنوی یا اصطلاحی یا تخیلی یا استعارات مشکلہ ہوں رنگین وہ کہ تلازم اور مناسبات اُس میں ہوں مثل تلازم باغ میں گل و بلبل و غنچہ و شگوفہ و شاخ و باد وغیرہ لکھنا اور پھر تینوں تین قسم ہیں عالمانہ شاعرانہ منشیانہ۔ عالمانہ وہ کہ دقائق لفظی و معنوی از قسم لغات و استعارات کے ہوں۔ شاعرانہ وہ جس میں تشبیہات و تمثیلات و تخییلات ہوں۔ منشیانہ وہ جس میں ادائے مطلب بموجب محاورہ روزمرہ کے مع شگفتگی و رنگینی تقریر کے ہو۔

خاتمہ

فصاحت کلام میں

فصاحت خالی ہونا کلام کا ہے عیوب مفصلہ ذیل سے اول
تنافر یعنی لانا حروف قریب المخارج کا کلمات میں کہ تلفظ میں
کراہت معلوم ہو۔ شعر
جب کمان و تیر ہے وہ ہاتھ میں ۔ اک کشش سے شیر سو کرے شکار۔
مصرع دوم کے الفاظ میں تنافر ہے یعنی اگر کوئی دو تین بار مصرع
دوم کو پڑھے اغلب ہے کہ صحیح نہیں پڑھ سکے گا اور زبان میں
لغزش آجائیگی۔ اور جیسے لفظ وٹپنٹ اس شعر میں۔ شعر (سودا)
مشرق سے تا بہ غرق ایک وٹپنٹ ۔ واہم آسا ہے اُس پری وش کی
دوم انتقال اور وہ آنا ایک حرف کا آخر کلمۂ اول اور اول کلمۂ آخر
میں کہ ہے جیسے نفع علم وتا تصدق تو ٹی ایسی جگہ واسطے رفع ثقل کے
نفع العلم لکھنا چاہیئے سوم واقع ہونا حروف مشدد الآخر کا بلا اضافت
وعطف کے جیسے فلاں کس ممد ہے اور ضد کرتا ہے شعر (لا اعلم)
طوفان گریہ کی ہے مرے حد عمر نوح ۔ دریا نہیں کہ آج چڑھا کل اُتر گیا
چہارم تتابع یعنی توالی اضافات جیسے۔ شعر
لوٹ دیتی ہے صفیں عشاق کی اک آن میں
جنبش ابروئے شوخ دشمن جان حزیں
پنجم ضعف تالیف اور وہ لانا ترکیب کلام کا ہے خلاف استعمال

فصحا کے مصرع دلبر بے مہر جاں عاشق ناشاد سوز
لفظ جاں سوز میں فصل ہونا ضعف تالیف ہے۔ شعر (امیر)
وہ صفائی مجھے حاصل ہو کہ ہر دل ہوں عزیز جتنے اصحاب تھے رکھتے تھے مجھے پیش نظر
ہر دل عزیز ہوں چاہیے اور ترکیب لفظ ہندی و فارسی کی بکسرۂ
اضافت جیسے چوٹی مشکین یا بہ عطف واؤ جیسے ہاتھ و پاؤں یا
ترکیب الفاظ عربی و فارسی کی الف لام کے ساتھ جیسے گنج العرش
وغیرہ بھی اِسی میں داخل ہیں ششم غرابت استعمال ایسے
لغات کا کلام میں لانا کہ غیر مروج[1] اور اکثر اشخاص اُس سے واقف
نہوں اور حاجت کتاب لغت کی پہنچے جیسے ملماس بمعنی قلم و نیز
جان بجائے گرگ یا کلمۂ غیر مانوس الاستعمال لانا جیسے خدا کو بجائے
کریم سخی یا ناطق لکھنا یا بجائے سرمہ لگانے کے سرمہ دینا وغیرہ
ہفتم مخالفت قیاس لانا ایسے لفظ کا جو قیاس[2] لغوی یا قاعدہ

---

[1] شعر ایک خورشید لقا طرفہ جوان ارشق تاب رخسار قلق سرخیِ رخسار شفق کرے
دو ٹکڑے جگر کھینچ کر ابرو تلوار باندھ کر کھینچ لے دل زلف مسلسل کی دہق۔ سوائے
ارشق و قلق و دہق کے حدق جمع حدقہ الیق صیغۂ تفضیل عمعق نام شاعر یلق بمعنی بھیڑیا دیگر
ابیات میں لایا ہے۔ شعر
تختِ جگر سے خالی مژگاں یہ کد رہے ہیں یہ چھوٹے چھوٹے پودے پھولوں سے لد رہے ہیں
کد بجائے کپ غیر مانوس الاستعمال ہے [2] جو بعض الفاظ خلاف قیاس لغت یا قاعدہ صرف
محاورہ فصحا میں بکثرت مستعمل ہو گئے ہیں اُن کو مخل فصاحت نہ سمجھنا چاہیئے جیسے نشا بحرکت شین
بجائے ساکن کے اور کافر و صائب بفتح ثالث بجائے مکسور کے۔ ۱۲

صرف کے خلاف ہو جیسے شعر (نسیم)

مصئون وہ قضا سے اسقدر ہے
اُس بستی کا نام امر نگر ہے

لفظ مصئون غلط ہے مصون بلا ہمزہ صحیح ہے اور[۱] فک اضافت یا زیادہ آنا اضافت کا۔ شعر (امانت)

اسپہ راضی ہو قرآن اُٹھاؤں میں
رکھ تو اے مصحفِ رو ہاتھ قسم کھاؤں میں

لفظ مصحف میں اضافت غلط واقع ہے اور اسقاط عین و ہائے مختفی وحائے حطی وغیرہ اس میں داخل ہے۔ شعر (آزاد)

ہوکے[۲] خاک عالم میں تیرے کشتگاں پھرنے لگے
مصر میں جیسے غبار کارواں پھرنے لگے

تجھکو چاہا تو ہمیں تو نے ستایا سچ ہے (دلہ)
حاصل ہوتی ہے بدی دہر میں نیکی کے بدل[۳]

ہشتم اخلال یعنی چھوڑ دینا کسی لفظ یا حرف کا کلام سے کہ معنی بدوں اسکے

---

[۱] اور تذکیر تانیث کی غلطی بھی اسی میں داخل ہے۔ شعر

خلق یکجا ہوئی کنارے پر
حشر برپا ہوئی کنارے پر

حشر کو خلاف جمہور مؤنث لکھا۔ [۲] خاک ہو عالم میں اور ہوتی حاصل ہے لکھنا چاہئے تھا اور جیسے شعر (جرات)

اُس آئینہ رخ پہ جو بالی کا پڑا عکس
بالی کا بھی عالم ہے اب عالم سے دوبالا

ملا ظہوری کے اس شعر ساقی نامہ پر لوگوں نے اسقاط عین کا اعتراض کیا ہے۔ شعر

بدستم دہ آں رشک یاقوت را
کہ سازم علاج عقل فرتوت را

مگر فی الواقع تحریف کاتبان ہے اصل نسخہ بجائے عقل جوان ہے کیونکہ جوان ساختن محاورہ ہے یا علاج کردن نہ علاج ساختن علاوہ ازیں لفظ فرتوت لفظ جوان کو چاہتا ہے [۳] اور جیسے شعر (ظفر)

دیکھے گر چشم تری اے گل شاداب حباب
شرم کے مارے وہیں بحر میں ہو آب حباب

لفظ حباب مکرر بے فائدہ ہے۔ ۱۲

تمام نہ ہوں۔ شعر

دو بوسے دیجئے نہیں آتے مجھے پسند ۔۔۔ ایسے ہزار بوسے جو تو ناخوشی سے دو

دو بوسے خوشی سے دیجئے لانا ضرور تھا جس کے بغیر شعر ناکمل ہے نہم تکلف کہ الفاظ مصنوعی غیر جائز لائیں یعنی جو الفاظ استعمال فصحا میں نہیں اپنی طبیعت سے ایجاد کر کے لکھیں جیسے ملبّب بجائے لبالب اور ستّرکش بجائے تراشیدہ لفظ فارسی سے اشتقاق بطور عربی ناجائز ہے۔ شعر (آتش)

کلفت ایام سے پروا نہیں کچھ حسن کو ۔۔۔ خوب رویوں کو مزیب بلگجی پوشاک ہے

مزیب بجائے زیبا دہم تکرار کہ ایک لفظ معنی واحد پر چند جگہ لائیں جیسے شعر

کامیابی پر مرے کچھ آسماں کو رشک ہے ۔۔۔ اس سبب مجھ پر ستم کرتا ہی ہر دم آسماں

تکرار لفظ آسمان فضول ہے[1] یازدہم تخلیع وزن نامطبوع و ناخوش وارکان ثقیل میں شعر لکھنا دوازدہم تضمین ایسا شعر لکھنا کہ مضمون اسکا منحصر شعر دوم پر ہو جیسے قطع بند اشعار پس یہ سابق زبان عربی میں عجیب تھا اب اکثر شعرا کے کلام میں قطعات پائے جاتے ہیں سیزدہم ابتذال یعنی الفاظ عامہ کہ خواص اُس کے استعمال سے احتراز کرتے ہیں کلام میں لانا جیسے شعر

آب حیات مے ہے وہ کہتا ہے مے نہ پی ۔۔۔ زاہد کی پارسائی کو مارے ہیں لنڈ پر

یا وہ کلام کہ اشتباہ معنی مبتذل کا رکھتا ہو۔ شعر (لا اعلم)

---

[1] نیز قافیہ موقوفہ لکھنا۔ کما عرفت فی عیوب القافیہ - ۱۲

وہ گرم گرم آکے مرے گھر چلا گیا   میں کیا کہوں کہ یاروں مجھے غش سا آگیا

پہاردہم تغیر یعنی لفظ کو بصورت دیگر استعمال کریں واسطے درستی شعر یا قافیہ جیسے مصرع (آتش)

دردوربان سے انصاف ہوا

لفظ المضاعف کے بجائے المضاف لکھا پانزدہم حشو اور صرف حشو قبیح داخل عیوب ہے جیسے مصرع

جفا معشوق اور محبوب کی سہتے ہیں عاشق

بعض الفاظ میں حشو استعمال فصحا میں داخل ہے جیسے مکتب خانہ اور حرم گاہ وغیرہ اور نیز حشو مفسد یعنی ایسا لفظ زائد جو اصل مراد میں خلل پیدا کرے۔ شعر (عباس علی خاں بیتاب)

سحر نہ دیکھنی ہم کو نصیب ہو یارب   شب وصال کبھی اپنی یہی دعا ہوگی

یہی فضول ہے اور مخل مطلب شعر (ظفر)

تجھے دیکھیں تو پھر اوروں کو کن آنکھوں سے ہم دیکھیں
یہ آنکھیں پھوٹ جائیں گرچہ ان آنکھوں سے ہم دیکھیں

چہ فضول ہے شانزدہم تناقض کہ کلام میں ایک معنی خلاف دوسرے معنی کے لکھیں جیسے کسی صفت میں ستمگر اور باوفا دونوں لفظ لکھیں حالانکہ ستمگر باوفا نہ ہوگا ہفدہم لکھنا ایسی صفت کا کسی چیز کے واسطے جو اُس میں نہ ہو جیسے شراب شیریں ہشتدہم تقدیم وتاخیر یہی جسکا ذکر اوّل چاہیئے آخر میں کرنا اور جو آخر میں چاہیئے اسکو اول شعر (مؤلف)

مرنے کے قریب ہو گیا ہوں ہوں بسکہ تری حضور سے دور

مضمون مصرعۂ آخر اول میں چاہیئے تھا۔ شعر (حسین)

آگے ملنے کی کوئی راہ نکل آئے گی

بیقراری تو مجھے اُسکے تو در تک پہنچا

اُس کے در تک تو چاہیئے تھا۔ نوزدہم تعقید:۔ یہ دو قسم ہے لفظی اور معنوی اگر بہ سبب تقدیم و تاخیر الفاظ کے کلام غیر ظاہر الدلالۃ مراد قائل پر ہو وہ تعقید لفظی ہے جیسے شعر (سودا)

بار سے آب رواں عکس ہجوم گل کے لوٹے ہے سبزے پہ ازبسکہ ہوا سے بیکل

اصل عبارت یوں ہے کہ عکس ہجوم گل کے بار سے سبزے پر آب رواں لوٹے ہے تعقید لفظی جب مخل فہم معنی ہو یعنی زیادہ تعقید ہو تو عیب ہے شعر (ظفر)

یارو اُس نوخط کی تم مشق ستم مثل قلم سر ہمارا اس نے تھا جسدم تراشا دیکھئے

تعقید معنوی یا اغلاق وہ کہ معنی کلام کے بعید الفہم ہوں بہ سبب حذف بعض الفاظ کے جیسے شعر (مومن)

خیال خواب راحت ہے علاج اس بدگمانی کا

وہ کافر گور میں بھی اب مرا شانہ ہلاتا ہے

مطلب یہ ہے کہ علاج اس بدگمانی کا کیا ہے کہ وہ کافر گور میں بھی مجھے جگاتا ہے اُس کو خواب راحت کا خیال ہے بہ سبب

لہ شعر (تنقیح) شام کو جب یاد تیری گات آتی ہے ہمیں نیند کا فر ہوں جو ساری رات آتی ہے ہمیں

حذف لفظ کیا ہے کے مطلب شعر جلد مفہوم نہیں ہوتا یا بسبب کثرت لوازم وغیرہ کے۔ شعر (مومن)

یہ عذر امتحان جذب دل کیسا نکل آیا
ہم الزام اسکو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

معنی یہ کہ معشوق سے جو شکایت نہ ملنے کی تو عذر اُس نے کیا کہ میں تمھارے جذب دل کا امتحان کرتا ہوں اس کو یہ عذر خوب نکل آیا پس یہ اپنے ہی جذب دل کا قصور ہے اُسکو الزام نہیں شعر (اعلم)

تصویر یار بہر نکیرین پاس ہے   رکھدینا میری قبر میں شیشہ گلاب کا

مطلب یہ کہ جب نکیرین مجھ سے حال عشق کا پوچھیں گے اور اُنکو میں تصویر معشوق کی دکھلاؤنگا وہ غش کھاکر گر جائینگے اُن کے ہوش میں لانے کے لئے شیشۂ گلاب میری قبر میں رکھدینا پس شعر اول کہ جس میں اغلاق کم اور طبیعت عشاق کی اُس کے مضمون کو سمجھ سکتی ہے معیوب نہیں اور شعر دوم کا مضمون از قسم معما داخل عیب ہے۔ سرقہ وہ ہے کہ دوسرے شاعر کا کلام چرالیا جائے خواہ صرف الفاظ خواہ معانی خواہ دونوں اور واضح ہو کہ اگر دو شاعر کسی شخص کو سخاوت یا شجاعت وغیرہ میں تعریف کریں یا ہجو کریں تو یہ سرقہ نہیں ہے البتہ تشبیہ و استعارہ کنایہ وغیرہ اگر موافق ہوں تو البتہ سرقہ ہے سوائے بعض تشبیہات و استعارات مشہورہ کے مثل تشبیہ شجاع کی شیر اور رستم کے ساتھ اور سخی کی دریا وغیرہ

اور رخسار معشوق کی گُل کے ساتھ اور قد کی سرو کے ساتھ وغیرہ
اور سرقہ تب ہی کہلائیگا کہ ایک شاعر کا کلام شاعر دیگر پر واقف ہو
ورنہ توارد[1] ہوگا اور سرقہ دو قسم ہے ظاہر اور غیر ظاہر۔ سرقہ ظاہر تین
قسم ہے انتحال یا نسخ آغازہ یا مسخ۔ المام یا سلخ۔ انتحال و نسخ وہ
کوئی شعر بالکل مع الفاظ و معنی اپنے نام کرلیجائے۔ جیسے **شعر**

خدا کرے نہ تجھے بھی میرے حال سے واقف
نہ ہو مزاج مبارک ملال سے واقف

آتش ورند دونوں کے دیوان میں موجود ہے۔ آغازہ و مسخ وہ کہ
معنی مع بعض الفاظ کے لے لئے جائیں اور بعض الفاظ تبدیل کر دیئے
جائیں جیسے **شعر** (محمد یار بیگ سائل)

شاخ کو کوئی ہلا دے تو ثمر جھڑتے ہیں
ایسی ہر جنبش مژگاں سے گہر جھڑتے ہیں

(رنگین) یوں سرشک مژہ اب شام و سحر جھڑتے ہیں
شاخ پُر میوہ سے جس طرح ثمر جھڑتے ہیں

(ذوق) ہم اور عدو دونوں یکجا بہم نہ ہوں گے
ہم ہونگے وہ نہ ہونگے وہ ہونگے ہم نہ ہونگے

---

[1] یعنی ممکن ہے کہ جو معنی ایک شاعر کے خیال میں گذرے اُسی نے شاعر دوم کے
ذہن میں بھی خطور کیا ہو۔ **شعر** (کمال الدین اسمٰعیل)

گہ توارد خاطر کہ در مجاری آں نہ ممکن است کہ کس معترض شود برمے
دو راہ روکہ بہا ہے روند بر یک سمت عجب نباشد اگر افگند پے بر پے

اغیار تیرے گھر ہیں اور ہم بہم نہ ہونگے (آزاد) یا آج وہ نہ ہونگے یا آج ہم نہ ہونگے

(سودا) سننے بھی پائے نہ لب سے ترے دشنام تمام

جنبش لب ہی نے اپنا تو کیا کام تمام

(مصحفی) سننے پائے نہ دہن اُسکے سے دشنام تمام

جنبش لب ہی میں اپنا تو ہوا کام تمام

خواہ ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کر دینا بلا تفاوت شعر (لااعلم)

بہار بے سپر جام یار می گذرد نسیم ہمچو خدنگ از کنار می گذرد

بہار بے سپر جام یار گذرے ہے (سودا) نسیم تیر سی چھاتی کے پار گذرے ہے

سے لااعلم آلودہ ز قطرات عرق دیدہ جبیں را

اختر ز فلک می نگرد روے زمیں را

آلودۂ قطرات عرق دیکھ جبیں کو

اختر پڑے جھانکیں ہیں فلک پر سے زمیں کو

سلخ وہ کہ معنی بالکل لے لیں اور الفاظ بالکل تبدیل کر دیں شعر (جرأت)

مکر جانے کا قاتل نے نرالا ڈھب نکالا ہے

سبھوں سے پوچھتا ہے کس نے اُسکو مار ڈالا ہے

مجھے قتل کر کے رقیبوں سے پوچھا (لااعلم) یہ کس کا پڑا یہاں پہ تازہ لہو ہے

کسی نے کہا جس کا وہ سر پڑا ہے کہا کیا مری بھول جانے کی خو ہے

(رند) چھڑک دے بیٹھ کے زخم جگر پہ او جراح

اگر ہے مشک گراں لون کا تو کال نہیں

(ذوق) زخمِ دل پر میرے کیوں مرہم کا استعمال ہے
مشک اگر مہنگا ہے تو کیا لون کا بھی کال ہے

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستمگاری میں کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

(ذوق) ہزار جور جو ہیں ہر ستم میں جاں کے لئے
ستم شریک ہوا کون آسماں کے لئے

سرقۂ غیر ظاہر وہ ہے کہ معنی کو قلب کر دیں یا اور پیرائے میں ادا کریں اور التباس الفاظ میں بھی کم ہو۔ بست و یکم عدول از جادۂ صواب یعنی صحت وزن اور درستی قافیہ کے واسطے تغیر دینا لفظ اصلی کا خواہ بحرکات خواہ بسکنات خواہ بزیادت حروف خواہ بکمی حروف واضح ہو کہ محمد بن عیش عروضی خوارزمی نے کہ ۶۱۵ ہجری میں ایک عالم عروض و قوافی کا ہوا ہے اپنے رسالۃ المعجم فی اشعار العجم میں لکھا ہے کہ اُستادوں نے دس عیب صحت وزن اور درستی قافیہ کے لئے شعر میں جائز رکھے ہیں۔ وصل قطع تخفیف۔ تشدید۔ قصر۔ مد۔ اسکان۔ تحریک۔ منع صرف۔ صرف منع۔ وصل زیادہ کر دینا کسی حرف کا لفظ میں جیسے الف آبا و آب کے اوابر میں اور بائے موحدہ بکمر دار و نبان وغیرہ میں اور واؤ بروسند و تومند وغیرہ میں اور ہائے ہوز جیسے شعر میں سودا کے۔ شعر

سجود در سے ترے بہرہ ور ہوں اہل زمیں
رہے رکوع میں تا قامت سپہر دو ماہ

اور قطع کوئی حرف حروف اصلی لفظ میں سے ساقط کر دینا۔ شعر (سودا)
کس طرح شہر کا نہ ہو یہ حال — شیدی کافور سا جو ہو کتوالؔ
بد رنگ جیسے لید ہے بدبو ہے جوں پشاب
بدبین یہ کہ اصطبل ادھر کرے ہزار لا
شعر (سید مرتضیٰ علی یزدانی)
طیر چمن ہے ہواس نسترن و نسترین اداس — کیوڑے میں ہے بو نہ باس مشک کے اوسان خطا
تخفیف حرف مشدّد کو مخفف لانا۔ جیسے لفظ تنور و غم و صف وغیرہ کہ
مشدّد الاصل ہیں اکثر مخفف استعمال کرتے ہیں شعر (لا اعلم)
نوح کے اس تنور کا پوچھا جو اس سے ماجرا
دیدۂ تر نے اس گھڑی رو کے دکھا دیا کہ یوں
تشدید یعنی مخفف کو مشدّد لانا جیسے زرد و پرد وغیرہ اکثر مشدّد آیا ہے شعر (مومن)
ایک ہی جلوۂ مہرو میں ہوا سو ٹکڑے
جامۂ صبر جسے کہتے ہیں کتاں ہو گا
قصر الف ممدودہ کا مقصورہ لانا۔ شعر (سودا)
کہا اس سے کہ بھر کے آفتابہ — محل کی جا ضرور میں رکھوا
مد مقصورہ کو ممدودہ لانا جیسے آستر و آبرہ شعر (سودا)
ہو تا نہ رنگ اطلس گردوں جو ماتمی — خیمے کے آستر[1] کو ترے تھا یہ جامہ وار
اسکان حرف متحرک کو ساکن کر دینا۔ شعر (امانت)
شدت جوش جنوں پا کے مری نس نس میں — فصدیں کھلوائیں مری دے کے لہو کی قسمیں

[1] آستر اصل میں بالف مقصورہ ہے کذا فی غیاث اللغات۔ ۱۲

فظ قسم بفتح سین ہے قسمیں بسکون سین لکھا۔ شعر (منت)

جر اُس لب جاں بخش کی میں بات سناؤں عیسٰی بھی جو کچھ بولیں تو صلوٰۃ سناؤں

ور جیسے جیوان ۔ دوران ۔ ہذیان وغیرہ ۔ تحریک حرف ساکن کو متحرک کر دینا ۔ شعر (سودا)

بنیے کا دیوال بند ایک قرض دار تھا
اُس کے ادا کرنے میں سخت وہ لاچار تھا

رض بفتحتین لکھا ۔ شعر (ولہ)

ہے مجھے فیض سخن اُسکی ہی مداحی کا ذات پر جس کی ہی برہمن کہنہ عز و جل

ہنہ بفتحین لکھا ۔ شعر (مومن)

تو کہتا تھا نہیں تجھ بن مجھے آرام و چین اب جدائی میں مری کیونکر صبر پیدا ہوا

اضح ہو کہ عیوب یا اغلاط کلام تین قسم ہیں ۔ لفظی ۔ معنوی ۔ ترکیبی ۔ لفظی وہ جس میں لفظ غلط ہو ۔ جیسے ۔ شعر (نادر)

ول جس پہ نقش قدوم رسول پاک عیاں میں رکھوں چوم کے نادر وہ سنگ سینے پر

دم کی جمع اقدام چاہئے ۔ معنوی وہ جسمیں معنی غلط اور خلاف مقصود حاصل ہوں جیسے شعر

و بوسے دیجئے نہیں آتے مجھے پسند ایسے ہزار بوسے جو تم ناخوشی سے دو

ترکیبی جس کی ترکیب غلط ہو ۔ شعر (آباد)

آرزو یہ ہے اسے کاٹے شب مقراض وصل
بڑھ گئے ہیں حد سے گیسو روز ہجر یار کے

مقراض شب وصل چاہئے تھا ۔ فقط ۔

قطعۂ تاریخ اتمام کتاب از مؤلف

رسالہ جب کہ یہ پہونچا بہ اتمام — ہوئی تالیف سے تب مجھکو فرصت

جو پوچھی دل سے میں نے اسکی تاریخ — کہا کہ ہے یہ معیار البلاغت
۱۸۶۶



نیشنل پریس الہ آباد میں باہتمام رمضان علی شاہ چھپا